# خودسازی

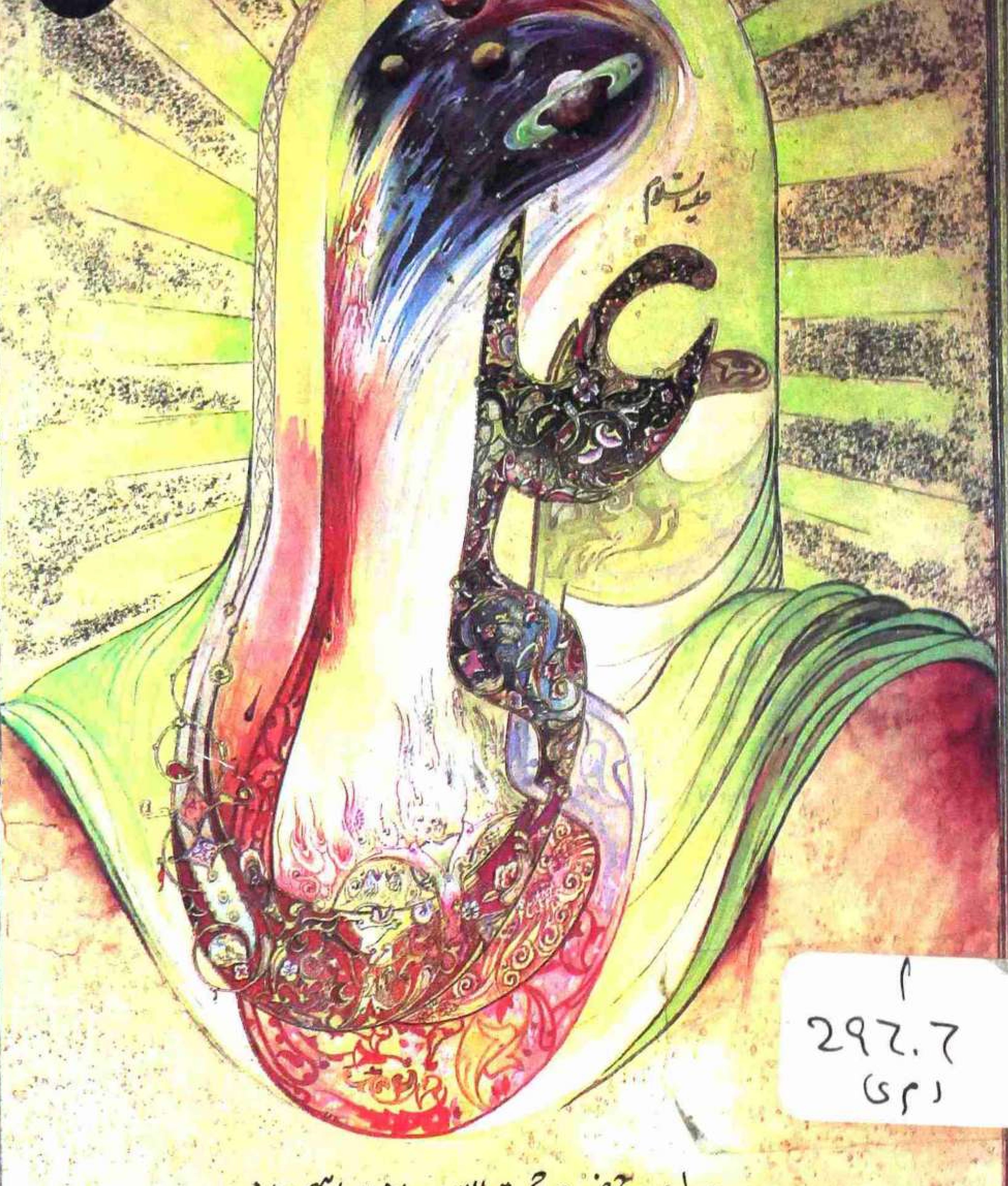


296.7

مولف: حضرت حجۃ الاسلام ابراہیم امینی

مترجم: اختر عباس موسس جامع المنتظر لاہور

Imam Khomeini Library
Karachi.

حصہ اول

# خودسازی

یعنی

اپنے آپ کو سوارنا اور روح کو پاک و پاکیزہ بنانا

مولفہ

حضرت حجۃ الاسلام ابراہیم امینی

مترجمہ

اختر عباس موسس جامع المنتظر لاہور و جامعۃ الشیعہ کوٹ ادو و جامعہ

خدیجۃ الکبری لاہور۔ رئیس کلیتہ القضاء جامع المنتظر لاہور۔

ناشر۔ ناصر اینڈ برادرز پرنٹنگ پریس

دربار مارکیٹ لاہور

7115772 - 7225038

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | ——— | خود سازی |
| مولف | ——— | آیۃ --- ابراھیم امینی |
| مترجم | ——— | علامہ اختر عباس موئسس جامع المنتظر |
| طابع | ——— | ناصر |
| تعداد | ——— | 1000/= |
| قیمت | ——— | 80/= |
| تاریخ اشاعت | ——— | محرم 1996ء |

# فہرست


| | صفحہ نمبر |
|---|---|
| تقدیم | 5 |
| پیش گفتار | 6 |
| پیغمبروں کے بعثت کی اہم غرض نفوس کا پاکیزہ کرنا ہے | 8 |
| اپنے آپ کو کیسے بنائیں | 26 |
| قرآن میں قلب | 30 |
| قلب کی صحت و بیماری | 33 |
| قلب کافر | 40 |
| قسی القلب | 24 |
| قلب کے طبیب اور معالج | 45 |
| تکمیل اور تہذیب نفس | 47 |
| تحلید اور تہذیب نفس | 50 |
| تہذیب نفس | 51 |
| نفس کی بیماریوں کی تشخیص کے راستے | 53 |
| نفس اور روح کے ساتھ جہاد کرنا | 72 |
| جہاد اکبر | 73 |
| تہذیب نفس کے مراحل | 80 |
| وہ کام جو نفس کے پاک کرنے میں مدد دیتے ہیں | 89 |
| خودپسندی اور خود خواہی تمام مفاسد کی جڑ ہے | 99 |
| تمام گناہوں کی جڑ دنیا طلبی ہے | 102 |
| دنیا کی حقیقت | 107 |
| اہل آخرت | 110 |
| اہل دنیا | 111 |
| اہل دنیا اور اہل آخرت | 113 |
| تقویٰ تزکیہ نفس کا اہم عامل ہے | 116 |
| تقویٰ کی تعریف | 119 |
| تقویٰ اور گوشہ نشینی | 122 |
| تقویٰ اور بصیرت | 123 |
| تقویٰ اور مشکلات پر قابو پانا | 125 |
| ھویٰ اور خواہش اور آزادی | 128 |
| تقویٰ اور بیماریوں کا علاج | 130 |

متقیوں کے اوصاف 131
اعمال کا ضبط کرنا اور لکھنا 135
قیامت میں حساب 136
قیامت سے پہلے اپنا حساب کر لیں 139
توبہ یا نفس کو پاک و صاف کرنا 153
جن چیزوں سے توبہ کی جانی چاہیئے 160

دوسرا حصہ :-
نفس کی تکمیل، تربیت اور آراستہ کرنا 163
کمالات انسان کی بنیاد ایمان ہے 170
پہلا وسیلہ۔ ذکر خدا۔ 173
ذکر اور بقاء کے آثار اور علائم 186
خضوع اور عاجزی 187
خدا کا بندے سے محبت کرنا 191
پہنچنے کے راستے 194ء
وظائف اور دستور 200
امیر المومنین علیہ السلام کا حکم 203
امام جعفر صادق علیہ السلام کا دستور اور حکم 208
دوسرا وسیلہ فضائل اور حکام اخلاق کی تربیت اور پرورش 230
تیسرا وسیلہ اور ذریعہ عمل صالح 231
اخلاص 234
کچھ نیک اعمال 240
اول واجب نمازیں 240
نماز میں حضور قلب 241
حضور قلب اور توجہ کے اسباب 247
دوسرا۔ نوافل 253
تیسرا۔ تہجد کی نماز 255
چوتھا وسیلہ (جہاد اور شہادت) 259
پانچواں وسیلہ۔ خدمت خلق اور احسان 263
چھٹا وسیلہ دعا 264
ساتواں وسیلہ۔ روزہ 269
اپنے آپ کو سنوارنے میں روزے کا کردار 272

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## تقدیم:

اس ناچیز تحریر کو جہاد اور شہادت کے راہ پیماؤں اور عرفاء کہ جنہوں نے سوسالہ راستے کو ایک شب میں طے کیا ہے اور محبوب کے عشق میں ایک لحظہ جلے ہیں اور بلند مقام (جو اپنے لئے رب سے رزق حاصل کرتے ہیں) تک صعود کیا ہے کی خدمت میں اس امید پر تقدیم کرتا ہوں کہ وہ ایک نگاہ لطف ہماری طرف بھی مبذول کریں۔

مولف

اس کتاب کا ترجمہ اس امید میں کر رہا ہوں کہ یہ میرے لئے صدقہ جاریہ قرار پاتے ہوئے پڑھنے والے اس پر عمل کر کے اس حقیر کے لئے دعا مغفرت کریں اور دعا کریں میرا انجام محبت ال محمدؐ پر قرار پائے۔ اور خداوند عالم مجھے مرنے کے بعد اپنی جوار رحمت میں قرار دے۔ آمین۔

مترجم

**پیش گفتار:۔** الحمد للہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین حبیب الہ العالمین ابی القاسم محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم الذی بعثہ رحمۃ للعالمین لیزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ والسلام علی عترتہ واہل بیتہ الطیبین الطاہرین۔

خدایا ہمیں انسانیت کے سیدھے راستے اور کمال مدارج کے طے کرنے کی ہدایت فرما اور ہمارے تاریک دلوں کو معرفت اور یقین کے نور سے روشن کر۔ خود پسندی، خود بینی خواہشات و تمینات نفسانی کے پردوں کو ہمارے دلوں سے ہٹا دے اور ہماری باطنی آنکھ کو بے مثال جمال کے دیکھنے کی بینائی عطا کر دے۔ اور ہمیں اپنے آپ کوسنوارنے اور روح کو پاک و پاکیزہ کرنے کے راستوں کی طرف مدد فرما۔ اپنے غیر کیطرف توجہ اور محبت کو ہمارے دلوں سے نکال دے اور غفلت کے پردوں کو ہمارے دلوں سے دور کر دے اور اپنی محبت اور انس کے شفاف چشمہ سے سیراب فرما۔ تاکہ ہم اپنی طرف متوجہ ہوں اور باقی ماندہ گرانقدر عمر کوگذری ہوئی زندگی کی طرح سستی اور غفلت میں بسر نہ کر دیں۔

اس ناچیز بندہ جو خواہشات اور تمینات نفسانی میں گرفتار اور حیران و پریشان اور مقامات معنوی اور درجات کمال سے بے خبر اور مراتب سیر و سلوک سے ناواقف نے اس کا ارادہ کیا ہے کہ خود سازی تہذیب اور تزکیہ نفس کی بحث کے میدان میں وارد ہو اور قرآنی آیات اور پیغمبر اکرم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے فرامین اور تزکیہ اور تہذیب نفس اور سیر اور سلوک الی اللہ کے قواعد کلیہ سے استفادہ کر کے پڑھنے والوں اور طالبین راہ معرفت کی خدمت میں پیش کرے اس امید پر کہ شاید سالکین راہ ہدایت کے لئے مدد گار ثابت ہو اور خداوند عالم اس حقیر اور محروم پر احسان کرے اور میرا ہاتھ پکڑ کر نادانی خود خواہی غفلت کی تاریکیوں سے خارج کر دے اور ذکر و انس و محبت و بقاء کی وادی کیطرف رہنمائی فرمائے شاید باقیماندہ عمر میں اگر ہو بعض گذرے ہوئے نقصانات کا جبران کر سکوں۔ احب الصالحین و لست منھم نیکوں کو

دوست رکھتا ہوں گرچہ ان میں سے نہیں ہوں۔

## اہم نقطہ

اس بحث میں وارد ہونے سے پہلے ایک اہم مطلب کا تذکرہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ خود سازی (اپنے آپ کو سدھارنا) اور تزکیہ نفس کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ انسان گوشہ نشین اور دنیاوی مشاغل کو ترک کردے اور اجتماعی اور معاشرتی ذمہ داریوں اور عہدوں سے دست بردار ہو جائے بلکہ خود اس کتاب کے مباحث میں واضح ہو جائیگا کہ گوشہ نشینی اور فردی اور اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول نہ کرنا خود سازی اور تکمیل و تہذیب نفس کے منافی ہے۔ اسلام مسلمانوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ باوجودیکہ عام لوگوں میں زندگی بسر کریں اور فردی اور اجتماعی وظائف انجام دیں اپنے آپ سے غافل نہ ہوں اور خود سازی اور تہذیب نفس کی تربیت کو اہمیت دین اور اسے مورد عنایت قرار دیں۔

مولف

## پیغمبروں کے بعثت کی اہم غرض نفوس کا پاکیزہ کرنا تھا۔

پیغمبروں کا سب سے بڑا ھدف اور غرض انسانی نفوس کی پرورش کرنا اور نفوس انسانی کو پاک وپاکیزہ بنانا تھا۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ خداوند عالم نے مومنین پر احسان کیا ہے کہ ان میں سے ایک رسول ان کے درمیان بھیجا ہے تاکہ وہ ان کے لئے قرآنی آیات کی تلاوت کرے اور ان کے نفوس کو پاک و پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گرچہ وہ اس سے پہلے ایک کھلی ہوئی گمراہی میں غرق تھے۔

تعلیم و تربیت کا موضوع اس قدر مہم تھا کہ پیغمبروں کے بھیجنے کی غرض قرار پایا اور خداوند عالم نے اس بارے میں اپنے بندوں پر احسان کیا۔ انسان کی فردی اور اجتماعی شخصیت کی سعادت اور دینوی اور اخروی شقاوت اس موضوع سے وابستہ ہے کہ کس طرح انسان نے اپنے آپ کو بنایا ہے اور بنائے گا۔ اسی وجہ سے انسان کا اپنے آپ کو بنانا ایک زندگی ساز سرنوشت ساز کام شمار ہوتا ہے۔ پیغمبرؑ آئے ہیں تاکہ خود سازی اور نفس انسانی کی پرورش اور تکمیل کا راستہ بتلائیں اور مہم اور سرنوشت ساز کام کی رہنمائی اور مدد فرمائیں پیغمبر آئے ہیں تاکہ نفوس انسانی کو رذائل اور برے اخلاق اور حیوانی صفات سے پاک اور صاف کریں اور اچھے اخلاق اور فضائل کی پرورش کریں۔

پیغمبر علیہم السلام آئے ہیں تاکہ انسانوں کو خود سازی کا درس دیں اور برے اخلاق کی شناخت اور ان پر کنٹرول اور خواہشات نفسانی کو قابو میں رکھنے کی مدد فرمائیں اور ڈرانے اور دھمکانے سے ان کے نفوس کو برائیوں اور ناپاکیوں سے پاک و صاف کریں۔ وہ آئے ہیں تاکہ فضائل اور اچھے اخلاق کے پودے کو انسانی نفوس میں پرورش دیں اور بار آور بنائیں اور اپنی راہنمائی اور تشویق اور ترغیب سے ان کے مددگار بنیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں اچھے اخلاق کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ خداوند عالم نے مجھے اسی غرض کے لئے بھیجا ہے۔

نیز پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے میں اسلئے بھیجا گیا ہوں تاکہ اچھے اخلاق کو نفوس انسانی میں مکمل کروں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے پیغمبروں کو اچھے اخلاق کے لئے منتخب کیا ہے جو شخص بھی اپنے آپ میں اچھے اخلاق موجود پائے تو خداوند عالم کا اس نعمت پر شکریہ ادا کرے اور جو شخص اپنے آپ میں اچھے اخلاق سے محروم ہو اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع اور زاری کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے اچھے اخلاق کو طلب کرنا چاہئے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر بالغرض میں بہشت کی امید نہ رکھتا ہوتا اور دوزخ کی آگ سے نہ ڈرتا ہوتا اور ثواب اور عقاب کا عقیدہ بھی نہ رکھتا ہوتا تب بھی یہ امر لائق تھا کہ میں اچھے اخلاق کی جستجو کروں کیونکہ اچھے اخلاق کامیابی اور سعادت کا راستہ ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایمان کے لحاظ سے کامل ترین مومنین وہ ہیں کہ جن کے اخلاق بہتر ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن نامہ اعمال میں کوئی چیز حسن خلق سے افضل نہیں رکھی جائیگی۔

ایک آدمی رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ دین کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ حسن خلق۔ وہ آدمی اٹھا اور آپؐ کے دائیں جانب آیا اور عرض کی کہ دین کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ حسن خلق یعنی اچھا اخلاق۔ پھر وہ گیا اور آپ کے بائیں جانب پلٹ آیا اور عرض کی کہ دین کیا ہے؟ آپؐ نے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کیا تو نہیں سمجھتا؟ کہ دین یہ ہے کہ تو غصہ نہ کرے۔

اسلام کو اخلاق کے بارے میں خاص توجہ ہے اسی لئے قرآن مجید میں اخلاق کے بارے میں احکام کی نسبت زیادہ آیات قرآنی وارد ہوئی ہیں یہاں تک کہ قرآن کے قصوں میں بھی غرض اخلاقی موجود ہے۔ تمہیں احادیث میں اخلاق کے بارے ہزاروں حدیثیں ملیں گی اگر دوسرے موضوعات سے زیادہ حدیثیں نہ ہوئیں تو ان سے کمتر بھی نہیں ہیں۔ اخلاق کے بارے میں ثواب اور خوشخبریاں جو ذکر ہوئی ہیں دوسرے اعمال

کے ثواب سے کمتر نہیں ہیں۔ اور برے اخلاق سے ڈرانا اور سزا جو بیان ہوئی ہے وہ دوسرے اعمال سے کمتر نہیں ہے۔ اسی لئے اسلام کی بنیاد اخلاقیات پر تشکیل پاتی ہے۔ مناسب نہیں کہ اسے دین کے احکام میں دوسرا درجہ دیا جائے اور دینداروں کے لئے آرائش اور خوبصورتی کا درجہ دیا جائے اگر احکام میں امر اور نہی ہیں تو اخلاق میں بھی امر اور نہی موجود ہیں اور اگر احکام میں تشویق اور تخویف ثواب اور عقاب اور جزاء اور سزا موجود ہے تو اخلاق میں بھی یہی امور موجود ہیں۔

پس احکام شرعی اور اخلاق میں کونسا فرق موجود ہے؟ اگر ہم سعادت اور کمال کے طالب ہیں تو اخلاقیات سے لاپرواہی نہیں برت سکتے ہم اخلاقی واجبات کو اس بہانے سے کہ یہ اخلاقی واجبات ہیں ترک کر دیں اور اخلاقی محرمات کو اس بنا پر کہ یہ اخلاقی محرمات ہیں بجا لاتے رہیں۔ اگر نماز واجب ہے اور اس کا ترک کرنا حرام اور موجب سزا ہے تو عہد کا ایفا بھی واجب ہے اور خلاف وعدہ حرام ہے اور اس پر بھی سزا ہو گی پس ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

واقعی متدین اور سعادت مند وہ انسان ہے کہ جو احکام شرعیہ اور تکالیف الٰہی کا پابند ہو اور اخلاقیات کا بھی پابند ہو بلکہ سعادت اور کمال معنوی اور نفسانی میں اخلاقیات بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں جیسے کہ بعد میں ذکر کریں گے۔

بزرگ شناسی خود سازی (یعنی اپنے آپ کو پہنچانا اور سنوارنا)۔

گرچہ انسان ایک حقیقت ہے لیکن یہ مختلف جہات اور اوصاف رکھتا ہے۔ انسان کے وجود کا ایک مٹی کے جوہر سے جو بے شعور ہے آغاز ہوا ہے اور پھر یہ جوہر مجرد ملکوتی تک جا پہنچتا ہے خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ خدا وہ ہے کہ جس نے ہر چیز کو اچھا پیدا کیا ہے اور انسان کو مٹی سے بنایا ہے اور اس کی نسل کو بے وقعت پانی یعنی نطفہ سے قرار دیا ہے پھر اس نطفہ کو اچھا اور معتدل بنایا ہے اور پھر اس میں اپنی طرف منسوب روح کو قرار دیا ہے اور تمہارے لئے کان' آنکھ اور دل بنایا ہے اس کے باوجود تم پھر بھی بہت کم اس کا شکریہ ادا کرتے ہو۔

انسان مختلف مراتب اور جہات رکھتا ہے ایک طرف تو وہ ایک جسم طبعی ہے اور

اس جسم طبعی کے آثار رکھتا ہے دوسری طرف وہ جسم نامی ہے کہ وہ اس کے آثار بھی رکھتا ہے اور دوسرے لحاظ سے وہ ایک حیوان ہے اور وہ حیوان کے آثار بھی رکھتا ہے لیکن بالاخرہ وہ ایک انسان ہے اور وہ انسانیت کے آثار بھی رکھتا ہے جو حیوانات میں موجود نہیں ہیں۔

لہٰذا انسان ایک حقیقت ہے لیکن یہ حقیقت وجود کے لحاظ سے مختلف مراتب اور درجات کی حامل ہے۔ جب یہ کہتا ہے کہ میرا وزن اور میری شکل و صورت تو وہ اپنے جسم نامی ہونے کی خبر دے رہا ہوتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میری شکل و صورت تو وہ اپنے جسم نامی ہونے کی حکایت کر رہا ہوتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میرا چلنا اور شہوت اور غضب تو وہ اپنے ایک حیوانی درجہ کی خبر دے رہا ہوتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میرا سوچنا اور عقل اور فکر تو وہ اپنے انسانی اعلیٰ درجہ کا پتہ دے رہا ہوتا ہے پس انسان کی میں اور خود مختلف موجود ہیں۔ ایک جسمانی میں اور ایک میں نباتی اور ایک میں حیوانی اور ایک میں انسانی لیکن ان میں سے انسانی میں پر ارزش اور اصالت رکھتی ہے وہ چیز کہ جس نے انسان کو انسان بنایا ہے اور تمام حیوانات پر برتری دی ہے وہ اس کی روح مجرد ملکوتی اور نفحہ الٰہی ہے۔

خداوند عالم انسان کی خلقت کو اس طرح بیان فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے خلق کیا ہے پھر اسے نطفہ قرار دیا ہے اور اسے ایک مضبوط جگہ رحم مادر میں قرار دیا ہے اور پھر نطفہ کو علقہ لوتھڑا اور پھر علقہ کو نرم گوشت بنایا ہے اور پھر نرم گوشت کو ہڈیاں بنایا ہے پھر ان ہڈیوں پر گوشت سے ڈھانپا ہے۔ پر اس میں روح مجرد ملکوتی کو پھونکا ہے جس سے اسے ایک نئی مخلوق بنایا ہے۔ شاباش اس کامل قادر پر جو بہترین خلق کرنے والا ہے۔

انسان کی خلقت کے بارے خدائے دانا فرماتا ہے۔ تبارک اللّٰہ احسن الخالقین اسی ملکوتی روح کی وجہ سے انسان ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ خداوند عالم کی طرف سے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میں نے آدمؑ کو پیدا کیا ہے اور اس روح کو جو میری طرف نسبت رکھتی ہے اس میں پھونکا ہے لہٰذا تم سب اس کی طرف

سجدہ کرو۔

اگر انسان تعظیم کا مورد قرار پایا ہے اور خدا نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم نے اولاد آدم کو محترم قرار دیا ہے اور انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا ہے اور ہر قسم کی پاکیزہ اور لذیذ غذا اس کی روزی قرار دی ہے اور اپنی بہت سی مخلوق پر اسے برتری دی ہے تو یہ سب اسی روح ملکوتی کے واسطے سے ہے لہذا انسان اگر خود سازی یعنی اپنے آپ کو سنوارتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی انسانی میں کو سنوارے اور تربیت دے نہ وہ اپنی حیوانی میں یا جسمانی میں کی پرورش کرے پیغمبروں کی غرض بعثت بھی یہی تھی کہ انسان کو خود سازی اور جذبہ انسانی کی پرورش میں اس کی مدد کریں اور اسے طاقت فراہم کریں۔ پیغمبرؐ انسانوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے انسانی میں کو فراموش نہ کرو اور اگر تم نے اپنے انسانی خود اور میں کو خواہشات حیوانی پر قربانی کر دیا تو بہت بڑا نقصان تمہارے حصہ اور نصیب میں آجائیگا۔

خدا قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ اے پیغمبر۔ ان سے کہہ دے کہ نقصان میں وہ اشخاص ہیں جو اپنے نفس انسانی اور اپنے اہل خانہ کے نفوس کو قیامت کے دن نقصان میں قرار دیں اور یہ بہت واضح اور کھلا ہوا نقصان ہے۔

جو لوگ حیوانی زندگی کے علاوہ کسی دوسری چیز کی سوچ نہیں کرتے درحقیقت وہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے انسانی شخصیت کو کھو دیا ہوا ہے کہ جس کی تلاش میں وہ کوشش نہیں کرتے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اس شخص سے تعجب کرتا ہوں کہ ایک گم کی ہوئی چیز کی تلاش تو کرتا ہے جب کہ اس نے اپنے انسانی روح کو گم کیا ہوا ہے اور اس کے پیدا کرنے کے درپے نہیں ہوتا۔ اس سے بدتر اور دردناک تر کوئی نقصان نہیں ہے کہ انسان اس دنیا میں اپنی انسانی اور واقعی اور حقیقی شخصیت کو کھو بیٹھے ایسے شخص کے لئے سوائے حیوانیت کے اور کچھ باقی نہیں رہے گا۔

## روح انسانی اور نفس حیوانی۔

جو روایات اور آیات روح اور نفس انسانی کی بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ دو

قسم پر ہیں ایک قسم نفس انسانی کو ایک در بے بہا اور شریف ملکوتی کہ جو عالم ربوبی سے آیا ہے اور فضائل اور کمالات انسانی کا منشا ہے بیان کرتی ہیں اور انسان کو تاکید کرتی ہیں کہ ایسے کمالات اور جواہر کی حفاظت اور نگہ داری اور تربیت اور پرورش میں کوشش کرے اور ہوشیار رہے کہ ایسے بے بہا در کو ہاتھ سے نہ جانے دے کہ اس سے اسے بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا نمونے کے طور پر. قرآن مجید میں آیا ہے کہ اے محمدؐ آپ سے روح کی حقیقت کا سوال کرتے ہیں ان کے جواب میں کہہ دے کہ یہ پروردگار کے عالم سے ہے اور وہ علم جو تمہیں دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔

اس آیت میں روح کو ایک موجود عالم امر سے جو عالم مادہ سے بالا تر ہے قرار دیا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے روح کے بارے میں فرمایا ہے کہ روح ایک در بے بہا ہے جس نے اس کی حفاظت کی اسے وہ اعلیٰ مرتبہ تک پہنچائیگا اور جس نے اس کی حفاظت میں کوتاہی کی یہ اسے پستی کی طرف لے جائیگا۔

آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی روح کی قدر پہچانی وہ اسے پست اور فانی کاموں کے بجالانے کی طرف نہیں لے جائی گی۔1

آپ نے فرمایا جس شخص نے روح کی شرافت کو پالیا وہ اسے پست خواہشات اور باطل تمینات سے حفاظت کردے گی۔3

روح جتنی شریف ہو گی اس میں اتنی زیادہ مہربانی ہو گی۔4

آپ نے فرمایا کہ جس کا نفس شریف ہو گا وہ اسے سوال کرنے کی خواری سے پاک کر دے گا۔

اس قسم کی آیات اور روایات کے بہت زیادہ نمونے موجود ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس انسانی ایک بیش بہا قیمتی در ہے کہ جس کی حفاظت و نگہ داری اور تربیت کرنے میں کوشش کرنی چاہیے۔

دوسری قسم کی روایات وہ ہیں کہ جس میں نفس انسانی کو ایک انسان کا سخت دشمن تمام برائیوں کا مبدا بتلایا گیا ہے لہذا اس سے جنگ کی جائے اور اسے سرکوب کیا جائے

ورنہ وہ انسان کے لئے بدبختی اور شقاوت کے اسباب مہیا کردے گا۔ نمونے کے طور پر جیسے قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو شخص مقام رب سے ڈرتا ہو اور اپنے نفس کی خواہشات پر قابو پاتا ہو اس کی جگہ جنت ہے۔1

قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا کیونکہ وہ ہمیشہ برائیوں کی دعوت دیتا ہے مگر جب خدا رحم کرے۔2

پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے تیرا سب سے بدترین دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دو پہلو میں موجود ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نفس ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے جو شخص اسے امین قرار دے گا وہ اس سے خیانت کرے گا جس نے اس پر اعتماد کیا وہ اسے ہلاکت کی طرف لے جائیگا جو شخص اس سے راضی ہو گا وہ اسے بدترین موارد میں وارد کردے گا۔1

نیز آپ نے فرمایا نفس پر اطمینان کرنا شیطان کے لئے بہترین اور مضبوط موقعہ ہوا کرتا ہے۔2

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اے پروردگار کہ میں آپ سے نفس کی شکایت کرتا جو ہمیشہ برائی کی دعوت دیتا ہے اور گناہ اور خطاء کی طرف جلدی کرتا ہے اور برائی سے علاقمند ہے اور وہ اپنے آپ کو تیرے غضب کا مورد قرار دیتا ہے اور مجھے ہلاکت کے راستوں کی طرف کھینچتا ہے۔

اس قسم کی آیات اور روایات بہت زیادہ ہیں کہ جن سے مستفاد ہوتا ہے کہ نفس ایک ایسا موجود ہے جو شریر اور برائیوں کا سرچشمہ ہے لہذا چاہئے کہ جہاد کرکے اس کی کوشش کو سرکوب کیا جائے۔

ممکن ہے کہ بعض لوگ تصور کریں کہ ان دو قسم آیات اور روایات میں تعارض اور تزاحم واقع ہے یا خیال کریں کہ انسان میں دو نفس اور دو روح ہیں کہ ایک اچھائیوں کا منبع ہے اور دوسرا نفس حیوانی ہے جو برائیوں کا سرچشمہ ہے لیکن یہ دونوں

تصور اور خیال غلط ہیں۔ پہلے تو ان دو قسم میں تعارض ہی موجود نہیں ہے دوسرے علوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کی ایک حقیقت ہے اور ایک روح ہے اور اس طرح نہیں ہے کہ انسانیت اور حیوانیت انسان میں ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہوں۔

بلکہ نفس انسانی میں دو مرتبے اور دو وجودی حیثیت ہیں نیچے اور پست مرتبے میں وہ ایک حیوان ہے کہ جس میں حیوان کے تمام آثار اور خواص موجو. ہیں اور ایک اعلیٰ مرتبہ ہے کہ جس میں وہ ایک انسان ہے اور وہ نحوہ الٰہی اور عالم ملکوت سے آیا ہے۔

جب یہ کہا گیا ہے کہ نفس شریف اور قیمتی اور اچھائیوں کا مبدا ہے اس کے بڑھانے اور پرورش اور تربیت میں کوشش کرنی چاہئے یہ اس کے اعلیٰ مرتبے کی طرف اشارہ ہے اور جب یہ کہا گیا ہے کہ نفس تیرا دشمن ہے اس پر اعتماد نہ کر وہ تجھے ہلاکت میں ڈال دے گا اور اسے جہاد اور کوشش کر کے قابو میں رکھ یہ اس کے پست مرتبے کی طرف اشارہ ہے یعنی اس کی حیوانیت کو بتلایا گیا ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ نفس کی تربیت اور پرورش کر اس سے مراد انسانی مرتبہ ہوتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اس کو سرکوب اور مغلوب کر دے تو اس سے مقصود اس کا پست حیوانی مرتبہ ہوتا ہے۔

ان دو مرتبوں اور دو حیثیتوں اور دو وجودوں میں ہمیشہ کشمکش اور جنگ رہتی ہے۔ حیوانی مرتبہ کی ہمیشہ کوشش رہتی ہے کہ اپنی خواہشات اور تمینات کو پورا کرنے میں لگا رہے اور قرب الٰہی اور ترقی اور تکامل سے نفس انسانی کو روکے رکھے اور اسے اپنا غلام بنائے رکھے اس کے برعکس نفس انسانی اور مرتبہ عالی وجود انسانی ہمیشہ کوشش میں رہتا ہے کہ کمالات انسانی کے اعلیٰ مراتب طے کرے اور قرب الٰہی کی مقام پر فائز ہو جائے اس مقام تک پہنچنے کے لئے وہ خواہشات اور تمایلات حیوانی کو قابو میں کرتا ہے اور اسے اپنا نوکر اور غلام بنا لیتا ہے اس کشمکش اور جنگ میں ان دو سے کون دوسرے پر غلبہ حاصل کرتا ہے اگر روح انسان اور ملکوتی نے غلبہ حاصل کر لیا تو پھر انسانی اقدار زندہ ہو جائیں گی اور انسان قرب الٰہی کے بلند مرتبے اور قرب الٰہی تک۔

سیر و سلوک کرتا جائیگا اور اگر روح حیوانی اور حیثیت بھی نے غلبہ حاصل کر لیا تو پھر عقل کا چراغ بجھ جائیگا اور وہ اسے گمراہی اور ضلالت کی وادی میں دھکیل دے گا اسی لئے پیغمبر آئے ہیں کہ انسان کو اس مقدس جہاد اور جنگ میں حتمی اور یقینی مدد دیں۔

انسانی ارزش۔ انسان کی دو حیثیتیں اور دو وجود ہیں ایک وجود انسانی اور ایک وجود حیوانی انسان کی قدر اور قیمت انسانی وجود سے ہے اور حیوانی وجود سے نہیں ہے۔ حیوانی وجود تو اس کا طفیلی ہے اور در حقیقت وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ گرچہ انسان حیوان تو ہے ہی اور اسے حیوانی وجود کے لئے اس کے لوازم زندگی حاصل کرنے کو اہمیت دینی بھی چاہئے۔ لیکن انسان اس دنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ وہ حیوانی زندگی بسر کرے بلکہ انسان اس جہان میں اسلئے آیا ہے کہ وہ اپنی حیوانی زندگی سے انسانی زندگی کی تکمیل کرے اور اس حیوانی زندگی سے انسانی زندگی کا فائدہ حاصل کرے انسان دونوں انسانی حیوانی زندگی میں کئی ایک چیزوں کا محتاج ہوتا ہے کہ جن کے تقاضے خود اس کے وجود میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ ایک حیوان ہے اور نامی ہے پانی غذا مکان لباس ہوا کا محتاج ہے تاکہ وہ زندہ رہے پانی اور غذا کا محتاج اور اس لحاظ سے کہ ان کو پورا کرے اسے تلاش اور کوشش کرنی ہوتی ہے۔ بھوک پیاس لذت پانی اور غذا کی طلب یہ اس کے وجود میں رکھ دی گئی ہوئی ہیں اور اس لحاظ سے کہ نسل انسانی باقی رہے جنسی عزیزہ اور بیوی کی طرف میلان اس کے وجود میں رکھ دیا گیا ہے۔ انسان اپنے باقی رہنے کا علاقمند ہوتا ہے زندگی کے باقی رکھنے میں حیوانی زندگی اور اس کے آثار کا پابند ہے جب غذا کو دیکھتا ہے اور بھوک کا احساس کرتا ہے تو غذا کھانے کی طرف میلان پیدا کرتا ہے اور اپنے آپ سے کہتا ہے کہ مجھے غذا حاصل کرنی چاہئے اور اسے کھانا چاہئے اور اس کے حاصل کرنے میں کوئی مانع آڑے آ رہا ہو تو اس سے مقابلہ کرتا ہے۔ یقیناً" ایسا احساس برا نہیں ہے کیونکہ اپنی زندگی کے دوام کے لئے انسان کو کام کرنا چاہئے تاکہ کھائے اور پیئے۔ اسلام میں نہ صرف اس سے روکا نہیں گیا بلکہ اس کی سفارش بھی کی گئی ہے لیکن اس مطلب کو بھی جاننا چاہئے کہ حیوانی زندگی اخروری زندگی کا مقدمہ اور تمہید ہے یہ خود انسان کی خلقت کی غرض نہیں ہے بلکہ یہ

طفیلی ہے اصیل نہیں ہے۔ اگر کسی نے حیوانی زندگی کو ہی اصل اور ہدف قرار دے دیا اور دن رات خواہشات و تمینات حیوانی زندگی میں لگا رہا اور اس کی کوشش اور تلاش کرتا رہا اور اپنی زندگی کا ہدف خورد و نوش پہننا اور آرام کرنا اور شہوت رانی اور غرائز حیوانی کا پورا کرنا قرار دے دیا تو وہ ضلالت اور گمراہی میں جا پڑے گا کیونکہ اس نے ملکوتی روح اور عقل انسانی کو حاکمیت سے دور کر کے فراموشی کے خانے میں ڈال دیا ہے ایسے شخص کو انسان شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ وہ ایک حیوان ہے جو انسان کی شکل و صورت میں ہے۔ اس کے پاس عقل ہے لیکن وہ ایسی دور ہوئی ہے کہ جس سے انسانی کمالات اور فضائل کو نہیں پہچان رہا وہ کان اور آنکھ رکھتا ہے لیکن حقائق اور واقعات کو نہیں سنتا اور نہیں دیکھتا۔ قران ایسے انسان کو حیوان بلکہ اس سے بھی گمراہ تر جانتا ہے کیونکہ حیوان تو عقل ہی نہیں رکھتا لیکن ایسا شخص عقل رکھتا ہے اور نہیں سمجھتا۔

قران مجید میں ہے کہ اے پیغمبر اگر تیری دعوت کو قبول نہیں کرتے تو سمجھ لے کہ یہ لوگ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں اور کونسا شخص اس سے گمراہ تر ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو کبھی ہدایت نہیں کرے گا قرآن مجید فرماتا ہے۔ کہ یقیناً" ہم نے بہت سے جنات اور انسان جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں کہ وہ اپنے سوء اختیار سے جہنم میں جائیں گے۔ اس واسطے کہ ان کے پاس دل تو ہے لیکن اس سے سمجھتے نہیں۔ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں۔ کان رکھتے ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں یہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر ہیں یہ غافل ہیں۔1

خداوند عالم فرماتا ہے کہ وہ شخص کہ جس نے خواہشات نفس کو اپنا خدا بنا رکھا ہے باجود یکہ وہ عالم ہے لیکن خدا نے اسے گمراہ کر رکھا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں آپ نے دیکھا؟ کہ سوائے خدا کے اسے کون ہدایت کرے گا؟ وہ کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتا۔2

کون سا شخص اس سے بدبخت تر ہے جو ملکوتی نفس اور اپنی انسانی سعادت اور کمالات کو خواہشات نفس اور حیوانی زندگی پر قربان کر دیتا ہے؟ اور نفس انسانی کو حیوانی

لذات کے مقابلے فروخت کر دیتا ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خسارے میں وہ شخص ہے جو دنیا میں مشغول ہے اور اخروی زندگی کے فوائد کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ رہا ہے۔3

آپ نے فرمایا۔ اپنے نفس کو پست کاموں سے روکے رکھ گرچہ تجھے ان امور کی طرف رغبت ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ جتنا تو اپنے نفس کو اس میں مشغول رکھتا ہے اس کا تجھے کوئی عوض حاصل نہ ہو گا۔1

اپنے آپ کو دوسروں کا غلام نہ بنا جب کہ خدا نے تجھے آزاد خلق کیا ہے۔ وہ خیر جو شر کے وسیلے سے حاصل ہو وہ خیر نہیں ہے اور گشائش حاصل نہیں ہوتی مگر سختی کے ذریعے سے۔2

آپ نے فرمایا وہ بری تجارت ہے کہ جس میں تو اپنے نفس کو اس کی قیمت قرار دے اور جو تیرا ثواب اور اجر اللہ کے ہاں موجود ہے اسے اس تجارت کا عوض قرار دے دے۔

انسان فقط حیوانی وجود کا خلاصہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک انسانی وجود بھی رکھتا ہے اسی حیثیت سے وہ جوہر مجرد اور ملکوتی موجود ہے جو عالم قدس سے آیا ہے اور حیوانی خواہشات کے علاوہ بھی ارزش رکھتا ہے۔ اگر انسان اپنی باطنی ذات اور ملکوتی روح میں فکر کرے اور اپنے آپ کو خوب پہچانے اور مشاہدہ کرے کہ وہ عالم قدرت و کرامت علم و رحمت وجود نور و احسان خیر و عدالت خلاصہ عالم کمال سے آیا ہے اور اسی عالم سے سنخیت اور مناسبت رکھتا ہے۔ تو اس وقت انسان ایک اور دید سے ایک اور عالم کو دیکھے گا اور کمال مطلق کو نگاہ کرے گا اور اسی عالم کی صفات سے علاقمند ہو گا اور اس گران بہار سرمایہ کیوجہ سے اپنے حیوانیت کے پست مرتبے سے حرکت کرے گا تاکہ کمال کے مدارج کے راستے طے کرے اور مقام قرب الٰہی تک جا پہنچے یہ وہ صورت ہے کہ اس کے سامنے اخلاقی اقدار واضح ہو جائیں گی اگر اخلاقی اقدار مثل علم احسان، خیر خواہی ایثار عدالت جو دو سخا محروم طبقے کی حمایت سچائی امانتداری کا خواہشمند ہوا تو اس لحاظ سے اپنے آپ کو عالم کمال سے دیکھے گا اور ایسے مراتب اور اقدار کو اپنے انسانی

بلند مقام کے مناسب پائیگا اور اسے اسی وجہ سے دوست رکھے گا یہاں تک کہ حاضر ہو گا کہ وہ حیوانی وجود اور اس کی خواہشات کو اس بلند مقام تک پہنچنے کے لئے قربان کر دے۔

اخلاقی اقدار اور مکارم کمالات روحانی اور معنوی جو ملکوتی روح انسان سے متناسب ہیں کے ایک سلسلہ کا نام ہے اور انسان کمال تک پہنچنے کے لئے ان کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے۔

اور اپنے آپ سے کہتا ہے کہ مجھے انہیں انجام دینا چاہئے اور اخلاقی انجام دی جانے والی اشیاء کا سرچشمہ شرافت اور کرامت نفس ہوا کرتا ہے۔ اور کمال روحانی اور بلندی مقام تک پہنچنے کے لئے بجالایا جاتا ہے۔ جب انسان یہ کہتا ہے کہ مجھے راہ حق میں ایثار کرنا چاہئے یعنی ایثار تکامل ذات اور بلندی مرتبے کے لئے فائدہ مند ہے اور ضروری ہے کہ ایسے مرتبہ تک پہنچنا چاہئے۔ معنوی کمالات تک پہنچنے کا راستہ صرف ایک ہے اور تمام انسان ان اقدار اور ان کی ضد کی پہچان میں مساوی خلق ہوئے ہیں۔ اگر انسان اپنی محبوب اور پاک فطرت کی طرف رجوع کرے اور خواہشات اور ہوی نفس کو دور پھینک کر خوب غور و فکر کرے تو وہ اخلاقی فضائل اور اس کی قدر و قیمت اور اس کی ضد اسی طرح اخلاقی پستیاں اور رذائل اور اس کی اضداد کو پہچان لے گا اور اس میں تمام انسان تمام زمانوں میں ایسے ہی ہوا کرتے ہیں اور اگر بعض انسان اس طرح کی مقدس سوچ سے محروم ہیں تو اس کی وجہ انکی حیوانی خواہشات اور ہوی نفس کی تاریکی نے اس کے نور عقل پر پردہ ڈال رکھا ہوتا ہے۔ قرآن مجید بھی فضائل اور رذائل کی پہچان اور شناخت کو انسان کا فطری خاصہ قرار دیتا ہے جیسے فرماتا ہے کہ قسم نفس کی اور اس کی کہ جس نے اسے نیک خلق کیا ہے اور انحراف اور تقویٰ کا اسے الہام دیا ہے جس نے اپنے نفس کی تربیت کی اسے پاک و پاکیزہ قرار دیا وہی کامیابی حاصل کرے گا اور جس نے اس کو گناہوں اور برے اخلاق سے آلودہ کیا وہ نقصان اٹھائے گا۔1

پیغمبرؑ اسی غرض کے لئے مبعوث ہوئے ہیں تاکہ انسان کی فطرت کو بیدار کریں

اور اس کے اخلاقی نا آگاہ شعور کو آگاہی کے شعور میں تبدیل کریں وہ آئے ہیں تاکہ انسان کے فضائل اور کمالات کے طریقوں کو پہچاننے کی طرف متوجہ کریں اور اس پر عمل کر کے مقام قرب الٰہی کو پانے اور مدارج کمال کو طے کرنے کی مدد اور راہ نمائی فرمائیں۔ وہ آئے ہیں تاکہ انسان کو انسانیت کے بلند مقام اور انسانی اقدار کی ضرورت اور انکی حفاظت اور زندہ رکھنے او قدر و قیمت کی طرف متوجہ کریں۔ وہ آئے ہیں تاکہ انسان کو یہ نقطہ سمجھائیں کہ تو حیوان نہیں ہے بلکہ تو انسان ہے اور فرشتوں سے بالا تر ہے۔ دنیاوی امور اور حیوانی تضاد تیرے ملکوتی بلند مقام کے شایان شان نہیں تو اپنے آپ کو اس کے عوض فروخت نہ کر۔

امام سجاد علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ "سب سے معزز ترین اور شریف ترین اور بااہمیت انسان کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو انسان دنیا کو اپنے لئے اہمیت نہ دے اور اس کو اپنے لئے خطرہ قرار نہ دے۔1

اگر انسان اپنی انسانی شخصیت کو پہچانے اور اپنی انسانی وجود کو قوی قرار دے اور فضائل اور کمالات کو اس میں زندہ کرے اور رذائل اور پستیوں پر قابو پائے تو اس وقت انسان کو یہ مجال نہ ہوگی کہ وہ انسانی اقدار کو ترک کر دے اور رذائل کے پیچھے دوڑے مثلاً" سچائی کو چھوڑ دنے اور جھوٹ کے پیچھے جائے امانت داری کو چھوڑ دے اور خیانت کی طرف جائے۔ عزت نفس کو چھوڑ دے اور اپنے آپ کو ذلت و خواری میں ڈالے احسان کو چھوڑ دے اور لوگ کو آزار اور تکلیف دینے کے پیچھے دوڑے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی عزت کرے اور اسے معزز قرار دے اس کی نگاہ میں خواہشات نفسانی ہیچ اور پست ہوں گی۔2

پیغمبروں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ انسان کی فطرت کو بیدار کریں تاکہ وہ اپنے اس گرانقدر وجود کے جوہر کو پہچانے اور اپنا تعلق اور ربط ذات خدا سے دریافت کر لے اور تمام چیزوں کو رضا اور قرب پروردگار کے حاصل کرنے میں صرف کرے یہاں تک کہ کھانا پینا سونا جاگنا دیکھنا بولنا کام کرنا مرنا جینا سب کے سب پاک اور اخلاقی ہوں۔ جب انسان اللہ کا بندہ ہو جائے تو پھر اس کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے کوئی اور

اس کی غرض و غایت نہ ہو گی اس کے تمام کام عبادت اور اخلاق اور ذی قدر ہونگے۔
قل ان صلواتی ونسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العالمین لا شریک لہ و بذلک امرت و انا اول لمسلمین

اسی لئے اپنے آپ کو پہچاننا اسلام میں ایک خاص قدر وقیمت رکھتا ہے۔1
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ نفس کا پہچاننا سب سے زیادہ منفعت دار فائد ہے۔
آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے آپ کو پہچانا اس کا کام بلند ہو گا۔2

اپنے آپ کو پہچاننے سے مراد شناختی کارڈ نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ انسان اپنے واقعی مقام کو اس دنیا میں پہچانے اور جان لے کہ وہ فقط خاکی حیوان نہیں ہے بلکہ وہ عالم ربوبی کا عکس اور پرتوی ہے اللہ کا خلیفہ اور اس کا امین ہے وہ ایک ملکوتی وجود ہے کہ جو دانا اور مختار اور آزاد خلق ہوا ہے تاکہ کمال غیر متناہی کی طرف سیر و سلوک کرے اور اپنی مخصوص خلقت کی وجہ سے اپنے آپ کو بنانے اور اس کی پرورش کرنے کا پابند ہے انسان اپنی اس شناخت کیوجہ سے شرافت اور کرامت کو محسوس کرتا ہے اور اپنے مقدس اور پرارزش وجود کو پہچانتا ہے اور کمالات اور فضائل اس کے لئے پر معنی اور قیمت پیدا کر لیتے ہیں اس صورت میں وہ ناامیدی اور بے فائدہ اور بیہودہ خلق ہونے سے نجات حاصل کر لیتا ہے پھر زندگی اس کے لئے پر بہا اور مقدس اور غرض دار اور خوشنما ہو جاتی ہے۔

## باطنی زندگی

انسان اس دنیا میں ایک ظاہری زندگی رکھتا ہے کہ جو اس کے جسم اور تن سے مربوط ہے کھاتا ہے پیتا ہے۔ سوتا ہے۔ چلتا ہے اور کام کرتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ باطن میں ایک نفسانی زندگی بھی رکھتا ہے اس حالت میں وہ دنیا میں زندگی کرتا ہے باطن میں وہ کمال اور سعادت اور نورانیت کی طرف بھی سیر و سلوک کرتا ہے یا تو وہ بدبختی اور شقاوت اور تاریکی کی طرف جا رہا ہوتا ہے یا وہ انسانیت کے سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا ہوتا ہے اور تاریک وادی اور حیوانیت کے پست درجہ میں غلطاں ہوتا ہے یا وہ کمال کے مدارج طے کر کے نور اور سرور و کمال و جمال کے راستے طے کرتا ہے یا

وہ عذاب اور تاریکی میں گر رہا ہوتا ہے گرچہ اکثر لوگ اس باطنی زندگی سے غافل ہیں لیکن وہ حقیقت اور واقعیت رکھتی ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ ظاہری دنیاوی زندگی کا علم تو رکھتے ہیں لیکن اخروی زندگی جو باطنی ہے سے غافل ہیں۔1

کسی چیز کا جان لینا یا نہ جاننا واقعیت میں موثر نہیں ہوتا قیامت کے دن جب انسان کی آنکھ سے مادیت کے سیاہ پردے اٹھا لے جائیں گے تو اس وقت وہ اپنی واقعیت اور اپنے آپ کو پہچانے گا۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ قیامت کے دن انسان سے کہا جائیگا کہ تو دنیا میں اس امر سے غافل تھا لیکن آج تیری آنکھیں تیز بین ہو چکی ہیں۔2

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اخروی امور اسی دنیا میں انسان کی ذات میں موجود ہیں لیکن انسان ان سے غافل ہے لیکن آخرت میں جب غفلت کے پردے ہٹا لے جائیں گے تو اس وقت ان تمام امور کا مشاہدہ کرے گا۔

آیات اور روایات سے یوں مستفادہ ہوتا ہے کہ انسان کا نفس اس جہان میں کئی ایک چیزوں کو بجالاتا ہے اور جن چیزوں کو وہ بجالاتا ہے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی جو اخرت میں اس کی زندگی کا ماحصل اور نتیجہ آور ہوتی ہیں۔

اوند ارشاد فرماتا ہے کہ ہر نفس اس عمل کے مقابلے میں گروی ہے جو وہ بجا لاتا ہے۔1

فرماتا ہے ہر نفس نے جو کچھ انجام دیا ہے اسے پورا کا پورا ملے گا۔2

خداوند فرماتا ہے کہ ہم کسی کو اس کی قدرت سے زیادہ حکم نہیں دیتے۔ انسان اچھائیں انجام دی ہیں وہ اسی کے لئے ہوں گی اور تمام برائیاں بھی اس کے اپنے نقصان کے لئے ہوں گی۔4

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ہر نفس نے جو خوبیاں انجام دی ہیں وہ اس کے سامنے حاضر ہوں گی اسی طرح جو برائی انجام دی ہے وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس کے اور برے کام کے درمیان فاصلہ ہوتا۔5

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے جو شخص نیک عمل انجام دیتا ہے وہ اپنے لئے انجام دیتا ہے اور جو شخص برے کام انجام دیتا ہے وہ اس کے لئے زیان آور ہونگے پھر تم سب اللہ کی طرف لوٹ آؤ گے۔6

خداوند عالم فرماتا ہے جو شخص ذرہ برابر اچھے کام انجام دیتا ہے وہ انہیں قیامت کے دن دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر برے کام انجام دیتا ہے وہ ان کو بھی دیکھے گا۔1

خدا فرماتا ہے انسان کے لئے نہیں ہوگا مگر وہ جسے تلاش اور حاصل کرتا ہے اور وہ اپنی کوشش اور تلاش کو عنقریب دیکھے گا۔2

خدا فرماتا ہے جو اچھائی تم نے آگے اپنے لئے بھیجی ہے اسے اللہ کے پاس تم پاؤ گے۔3

خدا فرماتا ہے جس دن مال اور اولاد تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیں گے مگر وہ جو سالم قلب کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے۔4

پیغمبر علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا اے قیس تو مجبور ہے کہ اپنے لئے کوئی ساتھی بنائے جو قبر میں تیرے ساتھ ہو گا وہ ساتھی زندہ ہو گا اور تو اس کے ساتھ دفن ہو گا اگر تو تیرا ساتھی اچھا اور عمدہ ہوا تو وہ تیری عزت کرے گا اور اگر وہ پست اور برا ہوا تو وہ تجھے بھی پست اور ذلیل کرے گا تو قیامت میں اسی ساتھی کے ساتھ محشور ہو گا اور تجھے اس کے متعلق پوچھا جائے گا پس کوشش کر کہ تو اپنا نیک ساتھی اپنے لئے اختیار کرے کہ اگر وہ نیک اور صالح ہوا تو وہ تجھ سے انس و محبت کرے گا اور اگر ساتھی برا ہوا تو تجھے اس سے وحشت اور عذاب کے علاوہ کچھ نہ ملے گا اور وہ تیرا ساتھی تیرا عمل ہے۔

انسان اس دنیا میں اخروی زندگی کے لئے اپنے نفس کی تربیت کرنے میں مشغول رہتا ہے اور عقائد اور افکار اور ملکات اور عادات محبت علاقمندی اور مانوس چیزوں کی طرف توجہات اور وہ کام جو روح انسانی پر اثر انداز ہوتے ہیں تدریجاً" ان سے ساختہ پر داختہ اور پرورش پاتا ہے انسان کس طرح سے ان چیزوں سے مربوط ہوتا ہے۔ معارف عقائد صحیح فضائل، مکارم اخلاق محبت اور خدا سے پیوند توجہ اور اللہ سے انس خدا کی

اطاعت اور اس کی رضایت کا حصول اور وہ نیک کام بجالانا کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے یہ انسان کی ملکوتی روح کو مدراج کمال تک پہنچاتے ہیں۔ اور مقام قرب الٰہی تک لے جاتے ہیں۔ انسان اسی جہان میں ایمان اور اعمال صالح کے سبب ایک پاکیزہ اور جدید زندگی حاصل کرتا ہے جو آخرت کے جہاں میں ظاہر اور آشکار ہو گی۔

خداوند قرآن میں فرماتا ہے جو بھی مرد یا عورت نیک کام انجام دے جب کہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم اسے پاک اور عمدہ زندگی میں زندہ کریں گے۔

انسان اسی دنیا میں علاوہ ان نعمتوں کے کہ جن سے اس کا جسم لذت حاصل کرتا ہے وہ اخروی نعمت سے بھی بابہرہ ہو سکتا ہے اور ان کے ذریعے روح اور نفس کی پرورش بھی کر سکتا ہے اور اپنی معنوی اور آخروی زندگی کو بھی بنا سکتا ہے کہ جس کا نتیجہ آخرت کے جہان میں ظاہر ہو گا=

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا اپنے بندوں سے فرماتا ہے اے میرے دوست بندے دنیا میں عبادت کی نعمت سے فائدہ حاصل کرو تاکہ اسی سے آخرت کے جہاں میں فائدہ حاصل کر سکو۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ کا دائمی ذکر کرنا روح کی غذا ہے۔

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ذکر کو فراموش نہ کرو کیونکہ وہ دل کا نور ہے۔

انسان کے لئے بہشت اور بہشتی نعمتیں جہنم اور جہنم کے عذاب عقائد اخلاق اور اعمال کے ذریعے سے ہی اسی دنیا میں بنتے ہیں گرچہ انسان اس سے غافل ہے لیکن آخرت کے جہان میں یہ سب حقیقت واضح ہو جائیگی امام سجاد علیہ السلام نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ متوجہ رہو جو بھی اولیاء خدا سے دشمنی کرے اور خدا کے دین کے علاوہ کسی دین کو اپنائے اور ولی خدا کے حکم کو پس پشت ڈالے اور اپنی رائ اور فکر پر عمل کرے وہ شعلہ ور آگ میں ہو گا کہ جو جسم کو کھا جائیگی وہ بدن کہ جنہوں نے ارواح کو اپنے سے خالی کیا ہوا ہے اور بدبختی نے ان پر غلبہ کیا ہوا ہے یہ وہ مردے ہیں جو آگ کی حرارت کو محسوس نہیں کرتے اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ درد

اور آگ کی حرارت کو محسوس کرتے۔ اے صاحبان بصیرت عبرت حاصل کر اور اللہ کا شکریہ ادا کرو کہ خداوند عالم نے تمہیں ہدایت کی ہے۔ 5

خداوند عالم فرماتا ہے جو لوگ یتیموں کا مال ظلم اور ناحق سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور یہ آگ عنقریب شعلہ ور ہو گی۔

انسان اس دنیا میں یا آخرت کے لئے نور و بصیرت فراہم کرتا ہے اور یا ظلمت اور تاریکی اگر اس دنیا میں اندھا اور بے نور ہوا تو آخرت میں بھی اندھا اور بے نور محشور ہو گا خدا فرماتا ہے جو شخص اس دنیا میں اس کے دل کی آنکھ اندھی ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ محشور ہو گا۔

علامہ طباطبائی رضوان اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نجف اشرف میں ایک شخص عابد زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا کہ جسے شیخ عبود کہا جاتا تھا کہا جاتا ہے کہ وہ ولی خدا اور اہل سیر و سلوک تھے ہمیشہ ذکر اور عبادت میں مشغول رہتے تھے کبھی قبرستان وادی السلام جاتے اور کئی گھنٹوں تک گوشہ و کنار میں بیٹھے رہتے تھے اور فکر کیا کرتے تھے اور کبھی ٹوٹی ہوئی قبروں میں چلتے اور نئی قبر کو بادقت ملاحظہ کرتے تھے ایک دن جب قبرستان میں سے واپس لوٹ رہے تھے کہ کئی ایک آدمیوں سے ان کی ملاقات ہو گئی اور انہوں نے ان سے ان کی احوال پرسی کی اور پوچھا اے شیخ عبود وادی السلام میں کیا خبر تھی؟ اس نے کہا کہ کوئی تازہ خبر نہ تھی۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے کہ میں نے جتنا پرانی قبروں کو دیکھا ہے ان میں سانپ بچھو اور عذاب کی علامتیں نہیں دیکھیں۔ میں نے ان میں سے ایک قبر والے سے سوال کیا (روایات میں ایا ہے کہ میت قبر میں سانپ اور دوسری موذی چیزوں سے عذاب دیا جاتا ہے لیکن میں تو آپ کی قبروں میں سانپ اور عقرب کو نہیں دیکھ رہا۔ قبر والے نے جواب دیا ٹھیک ہے کہ سانپ اور بچھو ہماری قبروں میں نہیں لیکن تم خود ہو کہ دنیا سے سانپ اور بچھو اپنے ساتھ لے آتے ہو اور یہاں ان سے عذاب دیئے جاتے ہو۔

انسان کی باطنی اور نفسانی زندگی ایک حقیقی اور واقعی زندگی ہوا کرتی ہے انسان اپنی باطنی ذات میں ایک واقعی راستہ طے کرتا ہے یا وہ سعادت اور کمال تک پہنچتا ہے

اور یا بدبختی اور ہلاکت لے جاتا ہے وہ واقعی ایک حرکت اور سیر کر رہا ہے اور عقائد اور اخلاق اور اعمال سے انسان مدد حاصل کرتا ہے۔

خداوند عالم فرماتا ہے جو شخص بھی عزت چاہتا ہے۔ تمام عزت خدا کے لئے اور اچھے کلمات اور (پاک نفوس) خدا کے لئے صعود کرتے ہیں اور عمل صالح کو خدا اوپر لے جاتا ہے۔

نفس کا فعلی ہونا کوشش اور کام کرنے کے نتیجہ میں ہوا کرتا ہے۔ عقائد اور اخلاق اور ملکات اور خصائل اور ہمارے اعمال سے وہ بنتا ہے جو آخرت کے جہان میں اچھا یا برا نتیجہ جا کر ظاہر ہوتا ہے۔

## اپنے آپ کو کیسے بنائیں۔

علوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کی روح جسمانی الحدوث اور روحانی البقا ہے یعنی اس کی ملکوتی روح کی وہی اس کی جسمانی صورت ہے کہ بالتدریج تکامل کرتے مرتبہ نازل روح انسانی تک آئی ہے اور اس کی حرکت اور تکامل ختم نہیں ہو گا بلکہ تمام عمر تک اسی طرح جاری اور ہمیشہ رہے گا۔

ابتداء میں روح انسانی ایک مجرد اور ملکوتی موجود ہے جو عالم مادہ سے برتر ہے لیکن وہ مجرد تمام اور کامل نہیں ہے بلکہ ایسا مجرد کہ جس کا مرتبہ نازل جسم اور بدن سے تعلق رکھتا ہے یہ ایک دو مرتبے رکھنے والا موجود ہے اس کا ایک مرتبہ مادی ہے اور اس کا بدن سے تعلق ہے اور مادی کاموں کو انجام دیتا ہے اسی وجہ سے اس کے لئے استکمال اور حرکت کرنا تصور کیا جاتا ہے۔

اس کا دوسرا مرتبہ مجرد ہے اور مادہ سے بالاتر ہے اسی وجہ سے وہ غیر مادی کام دیتا ہے ایک طرف وہ حیوان ہے اور جسم دار اور دوسری طرف انسان ہے اور ملکوتی۔

جب کہ وہ صرف ایک حقیقت ہے اور اس سے زیادہ نہیں لیکن وہ حیوانی غرائز اور صفات رکھتا ہے اور حیوانات والے کام انجام دیتا ہے اس کے باوجود وہ انسانی غرائز اور صفات انسان بھی رکھتا ہے اور انسانی کام انجام دیتا ہے۔ اس عجیب الخلقت موجود کے بارے میں خداوند فرماتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ ابتداء میں

ایک موجود خلق ہوا کہ جو کامل نہیں تھا بلکہ اپنے آپ کو بالتدریج بناتا ہے اور تربیت اور پرورش کرتا ہے۔

عقائد و افکار ملکات اور عادات جو اعمال اور حرکات سے پیدا ہوتے ہیں وہ انسان کی ذات اور وجود کو بناتے ہیں اور تدریجاً کمال تک پہنچاتے ہیں۔ ملکات ایسے امور نہیں جو انسان کے وجود پر عارض ہوں بلکہ وہی انسان کے وجود اور ہویت کو بناتے ہیں۔ تعجب انگیز یہ چیز ہے کہ افکار اور عقائد اور ملکات فقط انسان کے وجود میں موثر ہی نہیں ہوتے بلکہ اس کے ہونے میں بھی موثر ہیں یعنی عمل صالح کی وجہ سے جو افکار اور عقائد صحیح اور مکارم اخلاق اور عادات اور ملکات وجود میں آتے ہیں وہ انسان کو تدریجاً مراتب کمال تک پہنچاتے اور لے جاتے ہیں اور ایک کامل انسان کے مرتبہ اور قرب الٰہی تک پہنچا دیتے ہیں اسی طرح جہالت اور عقائد باطل اور رذائل اخلاق اور ملکات اور قساوتیں جو برے کاموں کے انجام دینے سے موجود ہوتی ہیں وہ انسانی روح کو ضعف اور پستی کی طرف لے جاتے ہیں اور تدریجاً اسے حیوانیت کے مرتبے تک لے جاتے ہیں اور نتیجتاً حیوانیت کی تاریک وادی میں ساقط کر دیتے ہیں اور انسان ان ملکات اور صفات حیوانی اور جہالت کے انبار اور استحکام سے اپنی باطنی ذات میں ایک حیوان کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جی ہاں وہ واقعاً حیوان ہو جاتا ہے اور حیوانی شخصیت پیدا کر لیتا ہے وہ پھر انسان نہیں ہوتا بلکہ حیوان ہو جاتا ہے بلکہ حیوانات سے بھی بدتر کیونکہ یہ وہ حیوان ہے جو انسانی طریق سے حیوان ہوا ہوا ہے گرچہ ظاہری صورت میں وہ انسانی زندگی بسر کرتا ہے لیکن اندرونی طور سے وہ حیوان ہے اور پھر اسے خود بھی نہیں جانتا۔ حیوانات کی حیوانیت ان کی شکل و صورت سے مخصوص نہیں ہوا کرتی بلکہ حیوانی نفس بغیر قید اور شرط اور تمایلات اور غرائز حیوانی کو بجا لانے کا نام ہے۔ بھیڑیا اپنی شکل و صورت کا نام نہیں ہے بلکہ درندگی اور بغیر قید اور شرط کے غریزہ درندگی کے بجالانے اور عدم تعقل کا نام ہے۔ عقل کی آنکھ اور اس کے درک کو اندھا کر دیا ہے۔ ایسا انسان ایک واقعی بھیڑیا میں تبدیل ہو چکا ہے۔ انسان ایک ایسا بھیڑیا ہے جو جنگل کے بھیڑوں سے بھی زیادہ درندہ ہے کیونکہ انسان اپنی عقل

اور فہم کو درندگی کی صفت میں استعمال کرتا ہے۔ بعض انسان ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں کہ جنہیں جنگل کے بھیڑیے بھی انجام نہیں دیتے کیا وہ بھیڑیے نہیں ہیں؟ نہ بلکہ وہ واقعی بھیڑیے ہیں لیکن خود نہیں سمجھتے اور دوسرے بھی اسے انسان سمجھتے ہیں قیامت کے دن جب آنکھوں سے پردے ہٹا دیئے جائیں گے ان کا باطن ظاہر ہو جائیگا اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت بھیڑیوں کی جگہ نہیں ہے بھیڑیا کبھی اولیاء خدا اور اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ بہشت میں نہیں رہ سکتا۔ ایسا بھیڑیا جو انسان کے راستے سے بھیڑیا ہوا ہے ضروری ہے کہ جہنم کے تاریک اور دردناک عذاب میں ڈالا جائے اور زندہ رہے۔ انسان اس دنیا میں ایک انسان غیر متعین ہے جو اپنی شخصیت خود بناتا ہے یا وہ انسان ہو جائیگا جو اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی بالاتر ہو جائیگا یا باطنی صورت میں مختلف حیوانات میں تبدیل ہو جائیگا یہ ایک ایسا مطلب ہے جو علوم عالی میں بھی ثابت ہو چکا ہے اور اسے اولیاء خدا بھی کشف اور مشاہدے کا ادعا کرتے ہیں اور نیز اسے پیغمبر اکرم اور آئمہ علیہم السلام نے بھی فرمایا یعنی جو حقیقی انسان کو پہچانتے ہیں انہوں نے اس کی خبر دی ہے۔

رسول خدا نے فرمایا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ایسی شکلوں میں محشور ہونگے کہ بندر اور خنزیر کی شکلیں ان سے بہتر ہوں گی۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے اس فاسد عالم کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کی شکل تو انسان کی شکل ہو گی لیکن اس کا دل حیوان کا دل ہو گا۔ وہ ہدایت کے راستے کو نہیں پہچانتا تاکہ اس کی پیروی کرے۔ اور گمراہی کے راستے کو نہیں جانتا تاکہ اس سے اجتناب کرے ایسا شخص زندوں میں ایک مردہ انسان ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ متکبر انسان چیونٹی کی شکل میں تبدیل ہو جائیگا جو محشر کے لوگوں کے پاؤں کے نیچے کچلا جائیگا یہاں تک کہ لوگوں کا حساب و کتاب ختم ہو جائے۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ قیامت کے دن وحشی حیوانات محشور ہونگے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی یوں تفسیر کی ہے کہ وحشی حیوانات سے مراد وہ انسان ہیں جو حیوانات کی شکلوں میں محشور ہونگے ورنہ حیوانات تو مکلف نہیں ہوتے کہ جنہیں محشور کیا جائے۔

خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جس دن تمہاری جدائی اور علیحدگی کا دن ہو گا کہ جس وقت صور میں پھونکا جائیگا اور تم گروہ گروہ ہو جاؤ گے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی یوں تفسیر کی ہے کہ قیامت کے دن انسان ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے اور ہر ایک انسان اپنی باطنی صورت کے ساتھ اپنے دوسرے ہم شکلوں کے ساتھ محشور ہو گا۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک عمدہ حدیث پیغمبر علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے۔

معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ اس آیت یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا کے متعلق میں نے رسول خدا سے سوال کیا۔ اپ نے فرمایا کہ اے معاذ تم نے ایک بہت اہم موضوع سے سوال کیا ہے آپ کے اس حالت میں آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ میری امت کے دس دستے مختلف شکلوں میں محشور ہوں گے جو ایک دوسرے سے مختلف ہونگے۔ بعض بندروں کی شکل میں دوسرے بعض خنزیر کی شکل میں محشور ہونگے۔ بعض کے سرزمین کی طرف اور پاؤں اوپر کی طرف ہونگے اور

حرکت کریں گے۔ بعض اندھے اور سرگرداں ہونگے۔ بعض گونگے اور بہرے ہوں گے کہ کچھ نہیں سمجھتے ہونگے۔

بعض اپنی زبانوں کو چباتے ہوں گے اور پیپ اور گندگی اور خون ان کے منہ سے نکل رہا ہو گا کہ جس سے محشر کے لوگ تنفر کریں گے۔ بعض کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہونگے۔ اور بعض اس حالت میں محشور ہونگے کہ آگ کے ستوں سے لٹکے ہوئے ہونگے۔ بعض مردار سے بدبو تر ہونگے۔ بعض مس کے لباس پہنے ہوئے ہونگے جو ان کے جسم سے چپکا ہوا ہو گا۔ آپ نے اس وقت فرمایا کہ جو لوگ بندروں کی شکل میں محشور ہونگے وہ وہ ہونگے جو چغلخور اور سخن چین تھے اور جو خنزیر کی شکل میں محشور ہونگے وہ رشوت خور اور حرام خور تھے اور جو الٹے لٹکے حرکت کر رہے ہونگے وہ سود خور تھے اور جو اندھے محشور ہونگے وہ ہونگے جو قضاوت اور حکومت میں ظلم وجور کرتے تھے اور جو اندھے اور بہرے محشور ہونگے وہ اپنے کردار میں خود پسند تھے اور جو اپنی زبان کو چبا رہے ہونگے وہ وہ علماء اور قاضی ہونگے کہ جن کا کردار ان کے اقوال کے مطابق نہ تھا اور جو ہاتھ پاؤں کٹے محشور ہونگے وہ ہمسایوں کو ازاد اور ازیت دیتے تھے اور جو آگ کے ستوں سے لٹکے ہوئے ہونگے وہ بادشاہوں کے سامنے لوگوں کی شکایت لگاتے تھے اور جن کی بدبو مردار سے بدتر ہو گی وہ دنیا میں خواہشات اور لذت نفس کی پیروی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا جو ان کے احوال میں حق تھا ادا نہیں کرتے تھے اور جن لوگوں نے مس کا لباس پہنا ہوا ہو گا وہ متکبر اور فخر کیا کرتے تھے۔

لہٰذا اخلاقی امور کو معمولی اور غیر مہم شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ بہت اہم امور ہیں جو انسان کی انسانی اور باطنی زندگی کو بناتے ہیں یہاں تک کہ وہ کیسا ہونا چاہئے میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ علم اخلاق نہ صرف ایسا علم ہے کہ جو کس طرح زندہ رہنے کو بتلاتا ہے بلکہ یہ وہ علم ہے جو انسان کو کیسا ہونا چاہئے بھی بتلاتا ہے۔

## قرآن میں قلب

قلب کی لفظ قرآن اور احادیث میں بہت زیادہ استعمال ہوئی ہے اور اسے ایک خاص اہمیت قرار دی گئی ہے لیکن یہ خیال نہ کیا جائے کہ قلب سے مراد وہ دل ہے جو انسان کے دائیں جانب واقع ہوا ہے اور اپنی حرکت سے خون کو انسان کے تمام بدن میں پہچانتا ہے اور حیوانی زندگی کو باقی رکھتا ہے یہ اس لئے کہ قرآن مجید میں قلب کی لفظ کی طرف ایسی چیزیں منسوب کی گئی ہیں کہ جو اس قلب کے جسم صنوبری سے مناسبت نہیں رکھتیں مثلاً"

فہم اور عقل :-

قرآن فرماتا ہے کہ کیوں زمین کی سیر نہیں کرتے تاکہ ایسا دل رکھتے ہوں کہ جس سے تعقل کریں۔ 1

عدم تعقل و فہم :-

قرآن فرماتا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے اور وہ نہیں سمجھتے۔
قرآن فرماتا ہے کہ انکے پاس دل موجود ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے اور آنکھیں موجود ہیں لیکن وہ نہیں دیکھتے۔

ایمان :-

قرآن فرماتا ہے کہ خداوند عالم نے ان کے دلوں میں ایمان قرار دیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید کی ہے۔

کفر و ایمان :-

قرآن فرماتا ہے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکار کرتے ہیں اور تکبر بجالاتے ہیں۔
نیز فرماتا ہے۔ کفار وہ لوگ ہیں کہ خدا نے ان کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر

ڈال دی ہے اور وہ غافل ہیں۔

نفاق :-

قرآن فرماتا ہے کہ منافق اس سے ڈرتے ہیں کہ کوئی سورہ خدا کی طرف سے نازل ہو جائے اور جو کچھ وہ دل میں چھپائے ہوئے ہیں وہ ظاہر ہو جائے۔

ہدایت پانا :-

قرآن میں ہے کہ جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کے دل کو ہدایت کرتا ہے اور خدا تمام چیزوں سے آگاہ ہے۔
نیز خدا فرماتا ہے کہ گذرے ہوئے لوگوں کے ہلاک کر دینے میں اس شخص کے لئے نصیحت اور تذکرہ ہے جو دل رکھتا ہو یا حقائق کو سنتا ہو اور ان کا شاہد ہو۔

اطمینان اور سکون :-

قرآن میں ہے کہ متوجہ رہو کہ اللہ کے ذکر اور یاد سے دل آرام حاصل کرتے ہیں اور نیز فرماتا ہے۔ خدا ہے کہ جس نے سکون کو دل پر نازل کیا ہے تاکہ ان کا ایمان زیادہ ہو۔

اضطراب و تحیر :-

خدا قرآن میں فرماتا ہے فقط وہ لوگ، جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور انکے دلوں میں شک اور تردید ہے وہ تم سے جہاد میں نہ حاضر ہونے کی اجازت لیتے ہیں اور وہ ہمیشہ شک اور تردید میں رہیں گے۔

مہربانی اور ترحم :-

قرآن میں ہے ہم نے ان کے دلوں میں جو عیسی علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں مہربانی اور ترحم قرار دیا ہے۔

نیز خدا فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! خدا ہے جس نے اپنی مدد اور مومنین کے وسیلے سے تیری تائید کی ہے اور ان کے دلوں میں الفت قرار دی ہے۔

**سخت دل :-**

قرآن میں خدا فرماتا ہے اے پیغمبر! اگر تو سخت دل اور تند خو ہوتا تو لوگ تیرے اردگرد سے پراگندہ ہو جاتے۔

خلاصہ دل قرآن مجید میں ایک ممتاز مقام رکھتا ہے اور اکثر کام اس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں جیسے ایمان کفر نفاق تعقل' فہم' عدم تعقل' قبول حق حق کا قبول نہ کرنا۔ ہدایت' گمراہی خطاء عہد طہارت۔ آلودگی۔ رافت و محبت غلاظت۔ رعب غصہ شک تردید۔ ترحم۔ قساوت۔ حسرت آرام۔ تکبر حسد' عصیان و نافرمانی' لغزش اور دوسرے اس طرح کے کام بھی دل کی طرف منسوب کیے گئے ہیں جب کہ دل جو گوشت کا بنا ہوا ہے اور بائیں جانب واقع ہے وہ ان کاموں کو بجا نہیں لاتا بلکہ یہ کام انسان کے نفس اور روح کے ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا ہو گا کہ قلب اور دل سے مراد مجرد ملکوتی جوہر ہے کہ جس سے انسان کی انسانیت مربوط ہے۔ قلب کا مقام قرآن میں اتنا عالی اور بلند ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے ارتباط جو وحی کے ذریعے سے انسان کو حاصل ہوتا ہے وہاں قلب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ خداوند قرآن مجید میں پیغمبر علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ روح الامین (جبرئیل) نے قران کو تیرے قلب پر نازل کیا ہے تاکہ تو لوگوں کو ڈرائے۔ نیز خدا فرماتا ہے اے پیغمبرؐ کہہ دے کہ جو جبرائیلؑ کا دشمن ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے کیونکہ جبرائیلؑ نے تو قرآن اللہ کے اذن سے تیرے قلب پر نازل کیا ہے۔ قلب کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ وہ وحی کے فرشتے کو دیکھتا اور اس کی گفتگو کو سنتا ہے خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ خدا نے اپنے بندے (محمدؐ) پر وحی کی ہے اور جو پیغمبرؐ کے قلب نے مشاہدہ کیا ہے اسے فرشتے نے جھوٹ نہیں بولا۔

**قلب کی صحت و بیماری:-**

ہماری زندگی قلب اور روح سے مربوط ہے روح بدن کو کنٹرول کرتی ہے۔
جسم کے تمام اعضاء اور جوارح اس کے تابع فرمان ہیں تمام کام اور حرکات روح سے صادر ہوتے ہیں۔ ہماری سعادت اور بدبختی روح سے مربوط ہے۔ قرآن اور احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ انسان کا جسم کبھی سالم ہوتا ہے اور کبھی بیمار اور اس کی روح بھی کبھی سالم ہوتی ہے اور کبھی بیمار۔ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ جس دن (قیامت) انسان کے لئے مال اور اولاد فائدہ مند نہ ہونگے مگر وہ انسان کہ جو سالم روح کے ساتھ اللہ تعالٰی کی طرف لوٹے گا۔

نیز ارشاد فرماتا ہے کہ اس ہلاکت اور تباہ کاری میں تذکرہ ہے جو سالم روح رکھتا ہو گا۔ اور فرماتا ہے کہ بہشت کو نزدیک لائینگے جو دور نہ ہو گی یہ بہشت وہی ہے جو تمام ان بندوں کے لئے ہے جو خدا کی طرف اس حالت میں لوٹ آئے ہیں کہ جنہوں نے اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور خدا نے ان کے لئے اس کا وعدہ کیا ہے کہ جو خدا مہربان سے ڈرتا رہا اور خشوع کرنے والی روح کے ساتھ اللہ کی طرف لوٹ آیا ہے۔

جیسے کہ آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ ان آیات میں روح کی سلامت کو دل کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور انسان کی اخروی سعادت کو روح سے مربوط قرار دیا ہے کہ جو سالم قلب اور خشوع کرنے والے دل کے ساتھ اللہ تعالٰی کی طرف لوٹ آیا ہو اور دوسری جانب خداوند عالم نے بعض دلوں یعنی روح کو بیمار بتلایا ہے جیسے خداوند عالم فرماتا ہے کہ منافقین کے دلوں میں بیماری ہے کہ خدا ان کی بیماری کو زیادہ کرتا ہے۔ نیز فرماتا ہے کہ وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ یہود اور نصاری کی دوستی کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ایمان لانے کیوجہ سے مصیبت اور گرفتاری موجود نہ ہو جائے۔ ان ایات میں کفر نفاق کفار سے دوستی کو قلب کی بیماری قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح کی آیات اور سینکڑوں روایات سے جو پیغمبرؐ اور آئمہ علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں یوں مستفاد ہوتا ہے کہ انسان کی روح اور قلب

بھی جسم کی طرح۔ سالم اور بیمار ہوا کرتی ہے لہذا کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ دل کی بیماری کو مجازی معنی پر محمول کیا جائے۔

خداوند عالم جو روح اور دل کا خالق ہے اور پیغمبرؐ اور آئمہ علیہم السلام کہ جو انسان شناس ہیں دل اور روح کی بعض بیماریوں کی اطلاع دے رہے ہیں ہم کیوں نہ اس بیماری کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کریں۔ وہ حضرات جو واقعی انسان شناس ہیں کفر نفاق حق کو قبول نہ کرنا۔ تکبر کینہ پروری غصہ چغل خوری خیانت خود پسندی خوف برا چاہنا تہمت۔ بدگوئی، غیبت، تند خوئی، ظلم، تباہ کاری، بخل، حرص، عیب جوئی، دروغ گوئی حب مقام ریاکاری حیلہ بازی، بد ظنی، قساوت، ضعف نفس اور دوسری بری صفات کو انسان کی روح اور قلب کی بیماری بتلا رہے ہیں پس جو لوگ ان بیماریوں کے ساتھ اس دنیا سے جائیں گے وہ ایک سالم روح و دل سے خدا کے پاس نہیں جا رہے ہونگے تاکہ اس آیت کا مصداق قرار پا سکیں یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔

دل اور روح کی بیماریوں کو معمولی شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ جسم کی بیماریوں سے کئی گناہ خطرناک ہیں اور ان کا علاج ان سے زیادہ سخت اور مشکل ہے۔ جسم کی بیماریوں میں جسم کے نظام تعادل میں گڑ بڑ ہوا کرتی ہے کہ جس سے درد اور بے چینی اور بسا اوقات کسی عضو میں نقص آ جاتا ہے لیکن پھر بھی وہ محدود ہوتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ آخری عمر تک باقی رہتی ہیں۔ لیکن روح کی بیماری بدبختی اور عذاب اخروی کو بھی ساتھ لاتی ہے اور ایسا عذاب اُسے دیا جائیگا جو دل کی گہرائیوں تک جائیگا اور اسے جلا کر رکھ دے گا۔ جو روح اس دنیا میں خدا سے غافل ہے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مشاہدہ نہیں کرتی اور اپنی تمام عمر کو گمراہی اور کفر اور گناہ میں گذار دیتی ہے درحقیقت وہ روح اندھی اور تاریک ہے وہ اسی اندھے پن اور بے نوری سے قیامت میں مبعوث ہو گا اور اس کا انجام سوائے دردناک اور سخت زندگی کے اور کچھ نہ ہو گا۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ جو ہماری یاد سے روگردانی کرتے ہیں ان کی زندگی

سخت ہو گی اور قیامت کے دن اندھے محشور ہونگے وہ قیامت کے دن کہے گا خدایا مجھے کیوں اندھا محشور کیا ہے؟ حالانکہ میں دنیا میں تو بینا تھا خداوند عالم اس کے جواب میں فرمائے گا کہ میری نشانیاں تیرے سامنے موجود تھیں لیکن تو نے انہیں بھلا دیا اسی لئے اج تمہیں فراموش کر دیا گیا ہے۔

خدا فرماتا ہے تم زمین میں کیوں سیر نہیں کرتے تاکہ تم ایسے دل رکھتے ہوگے کہ ان سے سمجھتے اور سننے والے کان رکھتے ہوتے یقیناً" کافروں کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ انکے دل کی آنکھیں اندھی ہیں۔

پھر فرماتا ہے جو شخص اس دنیا میں اندھی آنکھ رکھتا ہو گا آخرت میں بھی وہ نابینا اور زیادہ گمراہ ہو گا۔

خدا فرماتا ہے کہ جس شخص کو خدا ہدایت کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو شخص اپنے (اعمال کی وجہ) سے گمراہ ہو گا اس کے لئے کوئی دوست اور اولیاء نہ ہونگے اور قیامت کے دن جب وہ اندھے اور بہرے اور گونگے ہونگے ان کو ایسے چہروں سے ہم محشور کریں گے۔

ممکن ہے کہ اس گفتگو سے تعجب کیا جائے اور کہا جائے کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ قیامت کے دن انسان کی باطنی آنکھ آندھی ہو گی؟ کیا ہم اس آنکھ اور کان ظاہری سے کوئی اور آنکھ کان رکھتے ہیں؟ جواب میں عرض کیا جائیگا کہ ہاں جس نے انسان کو خلق فرمایا ہے اور جو اللہ کے بندے انسان شناس ہیں انہوں نے خبر دی ہے کہ انسان کی روح اور دل بھی آنکھ کان زبان رکھتی ہے گرچہ یہ آنکھ اور کان اور زبان اس کی روح سے سنخیت رکھتی ہے۔ انسان ایک پیچیدہ موجود ہے کہ جو اپنی باطنی ذات میں ایک مخصوص زندگی رکھتا ہے۔ انسان کی روح ایک تنہا مخصوص جہان ہے۔ اس کے لئے اسی جہان میں نور بھی ہے اور صفا اور پاکیزگی بھی اس میں پلیدی اور کدورت بھی اس میں اس کے لئے بینائی اور شنوائی اور نابینائی بھی ہے لیکن اس جہاں کا نور اور ظلمت عالم دنیا کے نور اور ظلمت کا ہم سنخ نہیں ہے بلکہ اللہ ا قیامت اور نبوت اور

قرآن پر ایمان روح انسانی کے لئے نور ہے۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ جو لوگ محمدؐ پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں انہوں نے اس نور کی جو ان کی ہمراہ ہے پیروی کی ہے یہی لوگ نجات یافتہ اور سعادتمند ہونگے۔

خدا فرماتا ہے۔ یقیناً" تمہاری طرف خداوند عالم سے ایک نور اور کتاب مبین نازل کی گئی ہے۔ نیز خدا فرماتا ہے کہ کیا وہ شخص کہ جس کے دل کو خدا نے اسلام کے قبول کر لینے کے لئے کھول دیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کو پا لیا ہے وہ دوسروں کے برابر ہے؟ افسوس اور عذاب ہے اس کے لئے کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قسی ہو گیا ہے۔ ایسے لوگ ایک واضح گمراہی میں ہونگے۔ خداوند عالم نے ہمیں خبر دی ہے کہ قرآن ایمان' اسلام کے احکام اور قوانین تمام کے تمام نور ہیں۔ انکی اطاعت اور پیروی کرنا قلب اور روح کو نورانی کر دیتے ہیں یقیناً" یہ اسی دنیا میں روح کو نورانی کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ آخرت کے جہان میں جا ظاہر ہو گا۔

خداوند عالم نے خبر دی ہے کہ کفر نفاق گناہ حق سے روگردانی تاریکی روح کو کثیف کر دیتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ آخرت کے جہان میں جا ظاہر ہو گا۔ پیغمبروں کو اسی غرض کے لئے مبعوث کیا گیا ہے تاکہ وہ لوگوں کو کفر کی تاریکی سے نکالیں اور ایمان اور نور کے محیط میں وارد کریں۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن کو تم پر نازل کیا ہے تاکہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکالے اور نور میں وارد کرے۔

مومنین اسی جہان میں نور ایمان تزکیہ نفس مکارم اخلاق یاد خدا اور عمل صالح کے ذریعے اپنی روح اور دل کو نورانی کر لیتے ہیں اور باطنی آنکھ اور کان سے حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سنتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ جب اس جہان سے جاتے ہیں تو وہ سرا سر نور اور سرور اور زیبا اور خوشنما ہونگے اور آخرت کے جہان میں اسی نور سے کہ جسے دنیا میں مہیا کیا ہو گا فائدہ حاصل کریں گے۔ خداوند عالم قران مجید میں فرماتا

ہے کہ اس دن کو یاد کرو جب مومن مرد عورت کا نور انکے آگے اور دائیں جانب کو روشن کئے ہو گا (اور ان سے کہا جائیگا) کہ آج تمہارے لئے خوشخبری ایسی بہشت ہے کہ جس کی نہریں درختوں کے نیچے سے جاری ہیں اور تم ہمیشہ کے لئے یہاں رہو گے اور یہ ایک بہت بڑی سعادت اور خوشبختی ہے۔1

درست ہے کہ آخرت کے جہان کے نور کو اسی دنیا سے حاصل کیا جاناہو تا ہے اسی لئے تو کافر اور منافق آخرت کے جہان میں نور نہیں رکھتے ہونگے۔

قرآن میں آیا ہے کہ اس دن کو یاد کرو جب منافق مرد اور عورت مومنین سے کہیں گے کہ تھوڑی سے مہلت دو تاکہ ہم تمہارے نور سے استفادہ کرلیں ان سے کہا جائیگا کہ اگر ہو سکتا ہے تو دنیا میں واپس چلے جاؤ اور اپنے لئے نور کو حاصل کرو۔

قلب اور روح احادیث میں۔

دین کے رہبروں اور حقیقی انسان کو پہچاننے والوں نے انسان کی روح اور قلب کے بارے بہت عمدہ اور مفید مطالب بتلائے ہیں کہ ان میں سے بعض کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے بعض احادیث کی بنا پر قلب اور روح کو تین گروہ میں تقسیم کیا گیاہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم تین طرح کے قلب رکھتے ہیں۔ پہلی نوع۔ ٹیڑھا قلب جو کسی خیر اور نیکی کے کاموں کو درک نہیں کرتا اور یہ کافر کا قلب ہے۔ دوسری نوع وہ قلب ہے کہ جس میں ایک سیاہ نقطہ موجود ہے یہ وہ قلب ہے کہ جس میں نیکی اور برائی کے درمیان ہمیشہ جنگ و جدال ہوتی رہتی ہے ان دو میں سے جو زیادہ قوی ہو گا وہ اس قلب پر غلبہ حاصل کریگا۔ تیسری نوع قلب مفتوح ہے اس قلب میں چراغ جل رہا ہے جو کبھی نہیں بجھتا اور یہ مومن کا قلب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قلب کے لئے گناہ سے کوئی چیز بدتر نہیں ہے۔ قلب گناہ کا سامنا کرتا ہے اور اس سے مقابلہ کرتا ہے یہاں تک کہ گناہ قلب پر غالب آ جاتا ہے اور وہ قلب کو الٹا اور ٹیڑھا کر دیتا ہے۔

اور امام سجاد علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ انسان کی چار آنکھیں ہیں اپنی دو ظاہری آنکھوں سے دین اور دنیا کے امور کو دیکھتا ہے اور اپنی دو باطنی آنکھوں سے ان امور کو دیکھتا ہے جو آخرت سے مربوط ہیں جب اللہ کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کے قلب کی دو باطنی آنکھوں کو کھول دیتا ہے تاکہ اس کے ذریعے غیب کے جہان اور آخرت کے امر کا مشاہدہ کر سکے اور اگر خدا اس کی خیر کا ارادہ نہ کرے تو اس کے قلب کو اس کی اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قلب کے دو کان ہیں ایمان کی روح آہستہ سے اسے کار خیر کی دعوت دیتی ہے اور شیطن آہستہ سے اسے برے کاموں کی دعوت دیتا ہے جو بھی ان میں سے دوسرے پر غالب آ جائے وہ قلب کو اپنے لئے مخصوص کر لیتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ سب سے بدترین اندھا پن قلب کا اندھا پن ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان کے قلب میں ایک سفید واضح نقطہ ہوتا ہے اگر گناہ کا ارتکاب کر لے تو اس کے قلب میں سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر اس کے بعد توبہ کر لے تو وہ سیاہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور اگر گناہ کرنے پر اصرار کرے تو وہ سیاہ نقطہ آہستہ سے بڑھنے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سفید نقطے کو گھیر لیتا ہے اس حالت میں پھر اس قلب کا مالک انسان نیکیوں کی طرف رجوع نہیں کرتا اور اس پر یہ آیت صادق آ جاتی ہے کہ ان کے اعمال نے ان کے قلوب پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور انہیں تاریک کر دیا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس میں تقویٰ اور خوف خدا کم ہو اس کا قلب اور دل مر جاتا ہے اور جس کا دل مر جائے وہ جنہم میں داخل ہو گا۔

حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے فرزند کو وصیت میں فرمایا کہ اے فرزند فقر اور ناداری ایک مصیبت اور بیماری ہے اور اس سے سخت بیماری جسم کی بیماری ہے اور دل

کی بیماری جسم کی بیماری سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مال کی وسعت اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اس سے افضل بدن کا سالم رہنا ہے اور اس سے افضل دل کا تقویٰ ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت داود پیغمبرؑ نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کیا خدایا تمام بادشاہوں کے خزانے میں تیرا خزانہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ میرا ایک خزانہ ہے جو عرش سے بڑا اور کرسی سے وسیع تر اور بہشت سے زیادہ خوشبودار اور تمام ملکوت سے زیادہ خوبصورت ہے اس خزانہ کی زمین معرفت اور اس کا آسمان ایمان۔

اس کا سورج شوق اور اس کا چاند محبت اور اس کے ستارے خدا کی طرف توجہات اس کا بادل عقل اس کی بارش رحمت اس کا میوہ اطاعت اور ثمرہ حکمت ہے۔ میرے خزانے کے چار دروازے ہیں پہلا علم' دوسرا عقل' تیسرا صبر' چوتھا رضایت' جان لے کہ میرا خزانہ میرے مومن بندوں کا قلب اور دل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کے جو قلب اور دل اور روح کو پہنچانتے ہیں ان احادیث میں بہت مفید مطالب بیان فرمائے ہیں کہ کچھ کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں۔

## قلب کافر

کافر کے دل کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ الٹا اور ٹیڑھا ہے اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اس طرح کا دل اپنی اصلی فطرت سے ہٹ چکا ہے اور عالم بالا کی طرف نگاہ نہیں کرتا وہ صرف دنیاوی امور کو دیکھتا ہے اسی لئے وہ خدا اور آخرت کے جہاں کا مشاہدہ نہیں کرتا اس کے بارے نیکی اور خوبی کا تصور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نیک کام اس صورت میں درجہ کمال اور قرب الٰہی تک پہنچتے ہیں جب وہ رضا الٰہی کے لئے انجام دیئے جائیں لیکن کافر نے اپنے دل کو الٹا کر دیا ہے تاکہ وہ خدا کو نہ دیکھ سکے وہ اپنے تمام کاموں سے سوائے دنیا کے اور کوئی غرض نہیں رکھتا وہ صرف دنیا تک رسائی چاہتا

ہے نہ خدا کا قرب۔ اس طرح کا دل گرچہ اصلی فطرت والی آنکھ رکھتا تھا لیکن اس نے اپنی آنکھ کو اندھا کر رکھا ہے۔ کیونکہ وہ واضح ترین حقیقت وجود خدا جو تمام جہاں کا خالق ہے کا مشاہدہ نہیں کرتا وہ اس دنیا میں اندھا ہے اور آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔ اس نے اس دنیا میں امور دنیا سے دل لگا رکھا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لئے امور دنیا سے ہی وابستگی باقی رہے گی لیکن وہ اسے وہاں حاصل نہ ہوں گے اور وہ اس کے فراق کی آگ میں جلتا رہے گا۔ اس قسم کے دل میں ایمان کا نور نہیں چمکتا اور وہ بالکل ہی تاریک رہتا ہے۔

2- کافر کے دل کے مقابل مومن کامل کا دل ہے۔ مومن کے دل کا دروازہ عالم بالا اور عالم غیب کی طرف کھلا ہوا ہوتا ہے ایمان کا چراغ اس میں جلتا ہوا ہوتا ہے اور کبھی نہیں بجھتا۔ اس کے دل کی دونوں آنکھیں دیکھ رہی ہوتی ہیں اور عالم غیب اور اخروی امور کو ان سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اس طرح کا دل ہمیشہ ہمیشہ کمال اور جمال اور خیر محض یعنی خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اس کا تقرب چاہتا ہے وہ خدا کو چاہتا ہے اور مکارم اخلاق اور اعمال صالح کے ذریعے ذات الٰہی کی طرف حرکت کرتا رہتا ہے۔ اس قسم کا دل عرش اور کرسی سے زیادہ وسیع اور بہشت سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے اور یہ قدرت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مرکز انوار الٰہی اور خزانہ الٰہی قرار پائے۔ اس طرح کے دل کی زمین اللہ کی معرفت اور اس کا آسمان اللہ پر ایمان اور اس کا سورج لقاء الٰہی کا شوق اور اس کا چاند اللہ کی محبت۔ مومن کے دل میں عقل کی حکومت ہوتی ہے اور رحمت الٰہی کی بارش کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہے کہ جس کا میوہ عبادت ہے اس طرح کے دل میں خدا اور اس کے فرشتوں کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں ہوتی۔

ایسا دل تمام کا تمام نور اور سرور اور شوق اور رونق اور صفا والا ہوتا ہے اور آخرت کے جہان میں بھی اسی حالت میں محشور ہو گا۔ (ایسے دل والے کو مبارک ہو)۔

3- مومن کا دل جب کبھی گناہ سے آلودہ ہو جاتا ہے تو ایسے مومن کا دل بالکل تاریک اور بند نہیں رہتا بلکہ ایمان کے نور سے روشن ہو جاتا ہے اور کمال الٰہی اور تابش رحمت کے لئے کھل جاتا ہے لیکن گناہ کے بجالانے سے اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ موجود ہو جاتا ہے اور اسی طریق سے شیطن اس میں راستہ پالیتا ہے۔ اس کے دل کی آنکھ اندھی نہیں ہوتی لیکن گناہ کی وجہ سے بیمار ہو گئی ہے اور اندھے پن کی طرف آگئی ہے۔ اس طرح کے دل میں فرشتے بھی راستے پالیتے ہیں اور شیطن بھی۔ فرشتے ایمان کے دروازے سے اس میں وارد ہوتے ہیں اور اسے نیکی کی طرف دعوت دیتے ہیں شیطن اس سیاہ نقطہ کے ذریعے سے نفوذ پیدا کرتا ہے اور اسے برائی کی دعوت دیتا ہے۔ شیطن اور فرشتے اس طرح کے دل میں ہمیشہ جنگ اور جدال میں ہوتے ہیں۔ فرشتے چاہتے ہیں کہ تمام دل پر نیک اعمال کے ذریعے چھا جائیں اور شیطن کو وہاں سے خارج کر دیں اور شیطن بھی کوشش کرتا ہے کہ گناہ کے بجالانے سے دل کو تاریک بلکہ تاریک تر کر دے اور فرشتوں کو وہاں سے باہر نکال دے اور پورے دل کو اپنے قبضے میں لے لے اور ایمان کے دروازے کو بالکل بند کر دے۔ یہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کو دھکیلنے پر لگے رہتے ہیں اور پھر ان میں کون کامیاب ہوتا ہے اور اس کی کامیابی کتنی مقدار ہوتی ہے۔ انسان کی باطنی زندگی اور اخروی زندگی کا انجام اسی سے وابستہ ہوتا ہے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں نفس کیساتھ جہاد کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ جس کی تفصیل بیان کی جائیگی۔

## قسی القلب

انسان کی روح اور دل ابتداء میں نورانیت اور صفاء اور مہربانی اور ترحم رکھتے ہیں۔ انسان کا دل دوسروں کے دکھ اور درد یہاں تک کہ حیوانات کے دکھ اور درد سے بھی رنج کا احساس کرتا ہے اسے بہت پسند ہوتا ہے کہ دوسرے آرام اور اچھی زندگی بسر کریں اور دوسروں پر احسان کرنے سے لذت حاصل کرتا ہے اور اپنی پاک فطرت

سے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور عبادت اور دعا راز و نیاز اور نیک اعمال کے بجالانے سے لذت حاصل کرتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب سے فوراً متاثر اور پشیمان ہو جاتا ہے۔ اگر اس نے فطرت کے تقاضے کو قبول کر لیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو دن بدن اس کے صفا قلب اور نورانیت اور مہربان ہونے میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ عبادت اور دعا کے نتیجے میں دن بدن عبادت اور دعا اور خدا سے انس و محبت میں زیادہ علاقمند ہوتا جاتا ہے۔ اور اگر اس نے اپنے اندرونی اور باطنی خواہشات کو نظرانداز کیا اور اس کے مخالف عمل کیا تو آہستہ آہستہ وہ پاک احساسات نقصان کی طرف جانا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ ممکن ہے وہ بالکل ختم اور نابود ہو جائیں۔ اگر اس نے دوسروں کے درد کے موارد کو دیکھا اور ان کے خلاف اپنے رد عمل کا مظاہرہ نہ کیا تو آہستہ آہستہ ان سے مانوس ہو جاتا ہے اور ان کے دیکھنے سے معمولی سا اثر بھی نہیں لیتا بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ دوسروں کے فقر اور فاقہ اور ذلت و خواری بلکہ ان کے قید و بند اور مصائب سے لذت حاصل کرنا شروع کر دے۔ انسان ابتداء میں گناہ کرنے پر پشیمان اور ناخوش ہوتا ہے لیکن اگر ایک دفعہ گناہ کا ارتکاب کر لیا تو دوسری دفعہ گناہ کرنے پر تیار ہو جاتا ہے اور اسی طرح دوسری دفعہ گناہ کے بعد تیسری دفعہ گناہ کرنے کے لئے حاضر ہو جاتا ہے اور گناہ کرنے کے اصرار پر ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ پھر گناہ کرنے سے پشیمانی کا احساس تو بجائے خود بلکہ گناہ کرنے کو اپنی کامیابی اور خوشی قرار دیتا ہے۔ ایسے انسانوں کے اس طرح کے دل سیاہ اور الٹے ہو چکے ہوتے ہیں اور قرآن اور احادیث کی زبان میں انہیں قسی القلب کہا جاتا ہے شیطین نے ایسے دلوں پر قبضہ کر لیا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو وہاں سے نکال دیا ہوتا ہے۔ اس کے نجات کے دروازے اس طرح بند ہو جاتے ہیں کہ اس کے لئے توبہ کرنے کی امید بھی نہیں کی جا سکتی۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ جب ہماری مصیبت ان پر وارد ہوتی ہے تو توبہ اور زاری کیوں نہیں کرتے؟ ان کے دلوں پر قساوت طاری ہو چکی ہے اور شیطن نے ان

کے برے کردار کو ان کی آنکھوں میں خوشنما بنا دیا ہے۔

نیز خدا فرماتا ہے۔ افسوس ہے ان دلوں پر کہ جنہیں یاد خدا سے قساوت نے گھیر رکھا ہے ایسے لوگ ایک واضح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر مومن کے دل میں ایک سفید نقطہ ہوتا ہے اگر اس نے گناہ کا ارتکاب کیا اور دوبارہ اس گناہ کو بجالایا تو ایک سیاہ نقطہ اس میں پیدا ہو جاتا ہے اور اگر اس نے گناہ کرنے پر اصرار کیا تو وہ سیاہ نقطہ آہستہ سے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس دل کے سفید نقطہ کو بالکل ختم کر دیتا ہے اس وقت ایسے دل والا آدمی کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور یہی خداوند عالم کے اس فرمان سے کہ ان کے کردار نے ان کے دلوں کو چھپا رکھا ہے مراد ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان کے آنسو قساوت قلب کی وجہ سے خشک ہو جاتے ہیں اور قلب میں قساوت گناہوں کے اثر کیوجہ سے ہوتی ہے۔

رسول خدا نے فرمایا ہے چار چیزیں انسان میں قساوت قلب کی علامتیں ہیں۔ آنسوں کا خشک ہو جانا۔ قساوت قلب۔ روزی کے طلب کرنے میں زیادہ حریص ہونا۔ اور گناہوں پر اصرار کرنا۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اے میرے خدا میں دل کے سخت ہو جانے سے آپ سے شکایت کرتا ہوں ایسا دل جو وسواس سے ہمیشہ تغیرپذیر ہے اور آلودگی اور خشم سے جڑا ہوا ہے۔ میں آپ سے ایسی آنکھ سے شکایت کرتا ہوں جو تیرے خوف سے نہیں روتی اور اس کی طرف متوجہ ہے جو اسے خوش رکھتی ہے۔

پس جو انسان قلب کی سلامتی اور اپنی سعادت سے علاقمند ہے اس کو گناہ کے ارتکاب سے خواہ گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو بہت زیادہ پرہیز کرنی چاہئے۔ اور ہمیشہ اپنی روح کو نیک کاموں عبادت دعا اور خدا سے راز و نیاز مہربانی احسان اور دوسروں کی مدد مظلوموں اور محروموں کی حمایت اور خیر خواہی نیک کاموں میں مدد عدالت خواہی اور عدالت برپا کرنے میں مشغول رکھے تاکہ آہستہ آہستہ نیک اعمال بجالانے کی عادت پیدا

کرے اور باطنی صفا اور نورانیت کو حاصل کر لے تاکہ اس کی روح ملائکہ کا مرکز قرار پائے۔

**قلب کے طبیب اور معالج:۔**

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ دل اور روح بھی جسم کی طرح سالم ہوا کرتا ہے اور بیمار۔ انسان کی اخروی سعادت اس سے مربوط ہے کہ انسان سالم روح کے ساتھ اس دنیا سے جائے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ روح کی سلامتی اور بیماریوں سے واقف ہوں۔

ان بیماریوں کی علامات کو پہچانیں تاکہ روح کی مختلف بیماریوں سے مطلع ہوں ان بیماریوں کے اسباب اور علل کو پہچانیں تاکہ ان بیماریوں کو روک سکیں کیا ان بیماریوں کی پہچان میں ہم خود کافی معلومات رکھتے ہیں یا ان کی پہچان میں پیغمبروں کے محتاج ہیں۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ہم روح کی خلقت اور اس کے اسرار اور رموز سے جو اس موجود ملکوتی میں رکھے گئے کافی معلومات نہیں رکھتے۔

قاعدتاً ہم اپنی روحانی اور باطنی زندگی سے بے خبر ہیں۔ نفسانی بیماریوں کے اسباب کو اچھی طرح نہیں جانتے اور ان بیماریوں کی علامتوں کی بھی اچھی طرح تشخیص نہیں کر سکتے اور ان مختلف بیماریوں کا علاج اور توڑ بھی نہیں جانتے اسی لئے پیغمبروں کے وجود کی طرف محتاج ہیں تاکہ وہ ہمیں اس کے طریق کار کی ہدایت اور رہبری کریں۔ پیغمبر روح کے معالج اور ان بیماریوں کے علاج کے جاننے والے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور الہامات سے روح کے درد اور اس کے علاج کو خوب جانتے ہیں وہ انسان شناسی کی درسگاہ میں بذریعہ وحی انسان شناس بنے ہیں اور اس ملکوتی وجود کے اسرار اور رموز سے اچھی طرح مطلع اور آگاہ ہیں۔ وہ صراط مستقیم اور اللہ کی طرف سیر و سلوک کو خوب پہچانتے ہیں اور انحراف کے اسباب اور عوامل سے واقف ہیں اسی لئے وہ انسان کی اس سخت راستے کو طے کرنے میں مدد کرتے ہیں اور انحراف

اور کجروی سے روکتے ہیں۔ جی ہاں! پیغمبراللہ کی طرف سے معالج ہیں کہ تاریخ انسانی میں انہوں نے انسان کی خدمت انجام دی ہے اور ان کی ایسی خدمات کئی درجہ زیادہ بدن کے معالجین سے بڑھ کر کی ہے پیغمبروں نے جوہر ملکوتی روح کو کشف کرتے ہوئے انسانوں کو اس کی پہچان کرائی ہے اور ان کی انسانی شخصیت کو زندہ کیا ہے۔ پیغمبرؑ تھے کہ جنہوں نے انسانوں کو مکارم اخلاق اور معارف اور معنویات سے روشناس کیا ہے اور قرب الٰہی کے راستے اور سیر و سلوک کی نشاندہی کی ہے۔ پیغمبر تھے کہ جنہوں نے انسان کو خدا اور جہان غیب سے آشنا اور واقف کیا ہے اور انسان کے تزکیہ نفس اور تہذیب کے پرورش کرنے میں کوشش اور تلاش کی ہے۔ اگر انسانوں میں معنویت محبت اور عطوفت اور مکارم اخلاق اور اچھی صفات موجود ہیں تو یہ اللہ کے بھیجے ہوئے معالجین کی دائمی اور متصل کوشش بالخصوص خاتم پیغمبر علیہ السلام کی دائمی کوشش کی برکت سے ہیں واقعاً" پیغمبر اللہ تعالیٰ کے صحیح اور ممتاز بشریت کے معالج ہیں اسی لئے احادیث میں ان کی عنوان طبیب اور معالج کے عنوان سے پہچان کرائی گئی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام پیغمبر گرامی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ محمدؐ چلتا پھرتا طبیب ہے کہ ہمیشہ انسانی روحوں کی طبابت کرنے میں کوشان تھا اور بیماریوں کے علاج کے لئے مرہم فراہم کر رکھی تھی اور اسے مناسب مورد میں کام میں لاتا تھا۔ اندھی روح اور بہرے کان گنگی زبان کو شفا دیتے تھے۔ اور داؤوں کو انسانوں پر استعمال کرتے تھے جو حیرت اور غفلت میں غرق اور تھے ان انسانوں کو جو حکمت اور علم کے نور سے استفادہ نہیں کرتے تھے اور حقائق اور معارف الٰہی کے ناشناس تھے اسی لئے تو ایسے انسان حیوانات سے بھی بدتر زندگی بسر کرتے تھے۔

قرآن کو روح کے لئے شفاء دینی والی دواء بیان کیا گیا ہے۔

خدا ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موعظہ نازل ہوا ہے اور وہ قلب یعنی روح کے درد کے لئے شفا ہے۔

نیز خدا فرماتا ہے کہ قرآن میں ہم نے بعض ایسی چیزیں نازل کی ہیں جو مومنین

کے لئے شفاء اور رحمت ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام قرآن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قرآن کو سیکھو کہ وہ بہترین کلام ہے اس کی بات میں خوب غور کرو کہ عقل کی بارش روح کو زندہ کرتی ہے اور قرآن کے نور سے شفاء حاصل کرو کہ حوہ دلوں کو یعنی روحوں کو شفا بخشتا ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن رکھتا ہو وہ کسی دوسری چیز کا محتاج نہ ہو گا اور جو شخص قرآن سے محروم ہو گا وہ کبھی غنی نہ ہو گا۔ قرآن کے واسطے سے اپنے روح کی بیماریوں کا علاج کرو اور مصائب کے ساتھ مٹھ بھیڑ میں اس سے مدد لو کیونکہ قرآن بزرگترین بیماری کفر اور نفاق اور گمراہی سے شفا دیتا ہے۔

جی ہاں! قرآن میں آیا ہے کہ پیغمبر اسلام نفوس کے طبیب ہیں۔ ہمارے درد اور اس کے علاج کو خوب جانتا ہے اور ایسے قرآن کو لایا ہے جو ہمارے باطنی درد کے لئے شفا دینے کا ضابطہ ہے اور ہمیں ایسا قرآن دیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی اقسام کی باطنی بیماریوں اور ان کے علاج کو پیغمبر علیہ السلام اور آئمہ اطہار نے واضح کیا ہے اور وہ حدیث کی شکل میں ہمارے لئے باقی موجود ہیں لہٰذا اگر ہمیں اپنے آپ کے لئے روح کی سعادت اور سلامتی مطلوب ہے تو ہمیں قرآن اور احادیث سے استفادہ کرنا چاہئے اور اپنی روح کی سعادت اور سلامتی کے طریق علاج کی مراعات کرنی چاہئے اور قرآن اور پیغمبر علیہ السلام اور آئمہ اطہار کی رہنمائی میں اپنی روح کی بیماریوں کو پہچاننا چاہئے اور ان کی علاج کے لئے کوشش اور سعی کرنی چاہئے اور اگر ہم اس امر حیاتی اور انسان ساز میں کوتاہی کریں گے تو ایک بہت بڑے نقصان کے متحمل ہونگے کہ جس کا نتیجہ ہمیں آخرت کے جہان میں واضح اور روشن ہو گا۔

## تکمیل اور تہذیب نفس:۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ روح کی پرورش اور تربیت ہمارے لئے سب سے ضروری ہے کیونکہ دنیا اور آخرت کی سعادت اسی سے مربوط ہے اور پیغمبر علیہم السلام

بھی اسی غرض کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ روح کی تربیت اور خود سازی دو مرحلوں میں انجام دینی ہو گی۔

پہلا مرحلہ: روح کو برائیوں سے پاک کرنا یعنی روح کو برے اخلاق سے صاف کرنا اور گناہوں سے پرہیز کرنا اس مرحلہ کا نام تصفیہ اور تخلیہ رکھا گیا ہے۔

دوسرا مرحلہ: روح کی تحصیل علم اور معارف حقہ فضائل اور مکارم اخلاق اور اعمال صالحہ کے ذریعے تربیت اور تکمیل کرنا اس مرحلہ کا نام تحلیہ رکھا گیا ہے یعنی روح کی پرورش اور تکمیل اور اسے زینت دینا۔

انسان کو انسان بنانے کے لئے دونوں مرحلوں کی ضرورت ہوتی ہے اس واسطے کہ اگر روح کی زمین برائیوں سے پاک اور منزہ نہ ہوئی تو وہ علوم اور معارف حقہ مکارم اخلاق اعمال صالح کی تربیت کی قابلیت پیدا نہیں کرے گا وہ روح جو نلپاک اور شیطان کا مرکز ہو کس طرح انوار الٰہی کی تابش کا مرکز بن سکے گا؟ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے کس طرح ایسی روح کی طرف آ سکیں گے؟ اور پھر اگر ایمان اور معرفت اور فضائل اخلاق اور اعمال صالح نہ ہوئے تو روح کس ذریعے سے تربیت پا کر تکامل حاصل کر سکے گی۔ لہٰذا انسان کو انسان بنانے کے لئے دونوں مرحلوں کو انجام دیا جائے ایک طرف روح کو پاک کیا جائے تو دوسری طرف نیک اعمال کو اس میں کاشت کیاجائے۔ شیطن کو اس سے نکالا جائے اور فرشتے کو داخل کیا جائے غیر خدا کو اس سے نکالا جائے اور اشراقات الٰہی اور افاضات کو اس کے لئے جذب کیا جائے یہ دونوں مرحلے لازم اور ملزوم ہیں یوں نہیں ہو سکتا کہ روح کے تصفیہ کے لئے کوشس کی جائے اور نیک اعمال کو بجا لانے کو بعد میں ڈالا جائے جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ باطنی امور کی اہمیت کو نظر انداز کیا جائے اور نیک اعمال بجا لانے میں مشغول ہوا جائے بلکہ یہ دونوں ایک ہی زمانے میں بجا لائے جانے چاہئیں برائیوں اور برے اخلاق کو ترک کر دینا انسان کو اچھائیوں کے بجا لانے کی طرف بلاتا ہے اور نیک اعمال کا بجا لانا بھی

گناہوں اور برے اخلاق کے ترک کر دینے کا موجب ہوتا ہے لہٰذا اس بحث میں ہم مجبور ہیں کہ ان دونوں مرحلوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیں لہٰذا پہلے ہم تہذیب نفس اور روح کی پاکی کی بحث کرتے ہیں۔

## پہلی بحث

# تخلیہ اور تہذیب نفس

# تہذیب نفس

اس مرحلے میں ہمیں تین کام انجام دینے ہونگے۔

1- باطل عقائد اور غلط افکار اور خرافات سے نفس کو پاک کرنا۔

2- برے اخلاق اور رذائل سے نفس کو پاک کرنا۔

3- گناہوں اور معاصی کا ترک کرنا۔

خرافات اور عقائد باطل عین جہالت اور نادانی ہوتے ہیں اور انسان کی روح کو تاریک کر دیتے ہیں اور صراط مستقیم اور قرب الہی اور تکامل سے منحرف کر دیتے ہیں باطل عقائد رکھنے والے تکامل کے راستے کو نہیں پہچانتے اسی واسطے گمراہی اور ضلالت کی وادی میں قدم رکھتے ہیں اور یقیناً" مقصد تک نہیں پہنچتے جو روح تاریک ہو کس طرح وہ انوار الہی کی تابش کا مرکز قرار پا سکتی ہے؟ اسی طرح برے اخلاق اور ان کے ملکات حیوانی عادات کو تقویت پہچانتے ہیں اور انسانی روح کو آہستہ آہستہ خاموش اور تنہا ہو جانے کی طرف لے جاتے ہیں ایسا انسان انسانی غرض خلقت جو قرب الہی اور کمال تک پہنچنا ہوتا ہے کبھی نہیں پہنچے گا اسی طرح گناہوں اور معصیت کو بجالانا انسان کی روح کو تاریک اور آلودہ کر دیتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ تکامل اور قرب الہی سے دور ہو جاتا ہے اور اس طرح کا انسان آخری غرض اور غایت تک نہیں پہنچ پاتا۔ اسی واسطے نفس کا پاک و پاکیزہ کرنا ہمارے لئے انتہائی اہم اور ضروری کام شمار ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ پہلے برے اخلاق اور گناہوں کو پہچانیں اور پھر عمل کے مرحلے میں قدم رکھیں اور اپنی روح کو پاک و پاکیزہ بنائیں۔ اتفاق سے ہمیں پہلے مرحلے میں کوئی

مشکل پیش نہیں آتی اس واسطے کہ ارواح کے اطباء اور خدا کے بھیجے ہوئے انسان شناس یعنی پیغمبروں اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے برے اخلاق کو بطور کامل ہمارے لئے بیان کر دیا ہے اور ان کا علاج کرنا بھی بتلا دیا ہے۔ معصیت اور نافرمانیوں کو ہمارے لئے شمار کر کے انکا علاج بھی بیان کر دیا ہے ہم تمام برے اخلاق کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور ان کی برائیوں سے آگاہ ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ نفاق تکبر حسد کینہ پروری غضب چغلخوری خیانت، خود پسندی، برا چاہنا شکایت کرنا، تہمت لگانا، برا بھلا کہنا، بدزبان ہونا، تند خوئی۔ ظلم بے اعتمادی خوف، بخل، حرص، عیب جوئی، جھوٹ بولنا، حب دنیا اور مقام اور ریاست کی محبت ریاکاری، دھوکا دینا، حیلہ باز ہونا، برا گمان، قسی القلب ہونا، ضعف نفس اور اس طرح کی دوسری صفات بری اور زشت ہیں۔ اس کے علاوہ ہم فطرت کی رو سے ان کی برائیوں کو سمجھ پاتے ہیں۔ سینکڑوں روایات اور آیات ان کی برائیوں اور قبیح ہونے کی گواہی دے رہی ہیں ہماری احادیث اس کے متعلق اتنی زیادہ ہیں کہ ان میں کسی کمی کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح تمام محرمات اور گناہوں کی وضاحت قرآن مجید اور انکی تشریح اور ان کا عذاب اور سزا احادیث میں موجود ہے۔ غالباً" ہم تمام کو جانتے ہیں لہذا برے اخلاق اور صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی پہچان میں ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اس کے باوجود ہم غالباً" شیطان اور نفس امارہ کے قیدی ہیں اور توفیق حاصل نہیں کرتے کہ اپنے نفس کو گناہوں اور برے اخلاق سے پاک کریں اور یہی اساسی مشکل ہے کہ جس کا علاج ہمیں سوچنا چاہئے۔ میری نگاہ میں اس کا اہم ترین سبب دو چیزیں ہیں۔ پہلی کہ ہم اپنی اخلاقی بیماریوں کو نہیں پہچانتے اور اپنے بیمار ہونے کا اقرار نہیں کرتے اور دوسرے اخلاقی بیماری کو معمولی قرار دیتے ہیں اور اس کے برے اور دردناک انجام سے غافل ہیں اسی لئے تو اس کے علاج کرنے میں کوشش نہیں کرتے یہی وہ دو اہم سبب ہیں کہ جنہوں نے ہمیں اپنی اصلاح اور تہذیب نفس سے غافل کر رکھا ہے ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس میں بحث کریں اور اس کا علاج بتلائیں۔

**بیماری سے غفلت :-** ہم غالباً اخلاقی بیماریوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے برے ہونے کو بھی جانتے ہیں لیکن یہ صرف دوسروں میں نہ اپنے وجود میں۔ اگر ہم کسی دوسرے میں برے اخلاق اور بری رفتار کو دیکھیں تو اس کی برائی کو اچھی طرح جان لیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہی بری صفت بلکہ اس سے بدتر ہم میں موجود ہو تو اس کی طرف ہم بالکل متوجہ نہیں ہوتے مثلاً دوسرے کے حقوق کو ضائع کرنا برا سمجھتے ہیں اور اس کے بجا لانے والے سے نفرت کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ہم خود دوسروں کے حقوق ضائع کر رہے ہوں لیکن اسے بالکل نہیں سمجھتے بلکہ اپنے کام کو تو دوسرے کے حقوق کو ضائع کرنا ہی نہیں جانتے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اپنے ایسے کام کو ایک اپنی نگاہ میں بہت عمدہ اور اخلاقی قدر والا گردانتا ہو اسی طریقے سے اپنے نفس کو مطمئن کر دیتے ہیں یہی حال دوسرے بری صفات کا بھی ہو سکتا ہے یہی تو وجہ ہوتی ہے کہ ہم اپنی کبھی اصلاح کرنے کی فکر میں نہیں جاتے کیونکہ اگر بیمار اپنے آپ کو بیمار نہ سمجھے تو وہ علاج کرنے کی فکر میں نہیں جاتا اور چونکہ ہم اپنے آپ کو بیمار نہیں سمجھتے لہٰذا اس کے علاج کرنے کے درپے بھی نہیں ہوتے ہماری سب سے بڑے مصیبت اور مشکل یہی ہے۔ لہٰذا اگر ہم اپنی سعادت کی فکر میں جائیں تو اس مشکل کا حل ہمیں تلاش کرنا ہو گا اور جس ذریعے سے بھی ممکن ہو ہمیں اپنی نفسانی بیماریوں کے پہچاننے میں کوشش کرنی چاہیے۔

**نفس کی بیماریوں کے تشخیص کے راستے :-** بہتر ہو گا کہ نفس کی مختلف بیماریوں کی پہچان میں ان وسائل سے کہ جن سے ممکن ہے استفادہ کیا جائے یہاں چند ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

1- **تقویت عقل:-** ملکوتی انسان کا اعلیٰ مرتبہ اور اس کے وجود کا کاملترین امتیاز جو انسان کے لئے تمام مخلوقات سے امتیاز دینے کا منشا اور مبدا ہے اسے قرآن اور احادیث میں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے روح نفس قلب عقل یہ تمام نام ایک حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں لیکن اس حقیقت کو مختلف جہات کیوجہ سے مختلف نام دیئے گئے ہیں۔

اس لحاظ سے کہ وہ حقیقت موجب فکر اور سوچ اور سمجھنا اور تعقل ہے اسے عقل کا نام دیا گیا ہے احادیث کی کتابوں میں عقل کو ایک ممتاز مقام دیا گیا ہے یہاں تک کہ اس کے لئے ایک علیحدہ فصل احادیث کے کتابوں میں مخصوص کی گئی ہے۔ احادیث میں عقل کو موجودات سے شریف ترین موجود اور احکام اور ثواب اور عقاب کا منشاء بتلایا گیا ہے جیسے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اسے بولنے پر قدرت دی اور پھر اسے کہا کہ اے عقل آگے آ؟ عقل نے اطاعت کی اور آگے آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوٹ جا۔ عقل نے پھر اطاعت کی اور لوٹ گئی اس وقت خداوند عالم نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کہ میں نے تجھ سے بہتر اور محبوب ترین مخلوق خلق نہیں کی تجھے کامل نہیں کرونگا مگر اس میں کہ جسے میں دوست رکھتا ہونگا۔ جان لو کہ میرے اوامر اور نواہی تیری طرف متوجہ ہونگے اور تجھی ہی سے ثواب اور عقاب دونگا۔

انسان عقل کے ذریعے فکر کرتا ہے اور حقائق کو معلوم کرتا ہے اچھائی اور برائی فائدہ مند اور ضرر رساں ذمہ داریوں کی تشخیص کرتا ہے اگر انسان کے پاس عقل نہ ہوتی تو اس کے اور حیوانات کے درمیان کوئی فرق نہ ہوتا اسی لئے خداوند عالم نے قران کریم میں تعقل اور تفکر اور تامل اور تفقہ پر اعتماد کیا ہے اور انسان سے چاہتا ہے کہ اپنی عقل کو اپنے آپ میں کام میں لائے۔

قران مجید میں آیا ہے کہ خداوند ایسی نشانیاں تمہارے لئے بیان کرتا ہے۔ شاید تم تعقل کرو اور تفکر کرو۔ نیز خدا فرماتا ہے وہ زمین میں کیوں سیر نہیں کرتے تاکہ ان کے لئے دل ہو کہ فکر و غور کریں۔

نیز خدا فرماتا ہے۔ سب سے بدتر حرکت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بہرے گونگے اور سوچ نہیں کرتے۔

خداوند عالم ان لوگوں کو جو عقل کان اور زبان رکھتے ہیں لیکن حقائق کی پہچان میں ان سے کام نہیں لیتے انہیں حیوانات کے زمرے میں شمار کرتا ہے بلکہ حیوانات

سے بھی بدتر قرار دیتا ہے کیونکہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔

خدا فرماتا ہے خدا پلیدی کو ان پر قرار دیتا ہے جو تعقل نہیں کرتے۔

انسان میں جتنی اچھائی ہے وہ عقل سے ہے۔ عقل سے خدا کو پہچانتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے اور قیامت کو قبول کرتا ہے اور اس کے لئے مہیا ہوتا ہے۔ پیغمبروں کو قبول کرتا ہے اور ان کی اطاعت کرتا ہے۔ اچھے اخلاق کو پہچانتا ہے اور اپنے آپ کو ان میں ڈھالتا ہے برائیوں کو پہچانتا ہے اور ان سے پرہیز کرتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن اور احادیث میں عقل کی عظمت اور جلالت بیان کی گئی ہے۔

امام صادق علیہ السلام ایک سوال کرنے والے کے جواب میں فرماتے ہیں کہ عقل وہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے سے بہشت حاصل کی جاتی ہے۔

نیز امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص عاقل ہو گا دین رکھتا ہو گا اور جو شخص دین رکھتا ہو گا وہ بہشت میں داخل ہو گا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا کہ خدا کی لوگوں پر حجت اور دلیلیں دو ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی۔ ظاہری حجت انبیاء اور آئمہ علیہم السلام ہیں اور باطنی عقل ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ عقل کے لحاظ سے کامل تر لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق تمام سے بہتر ہوں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مومن کا راہنما عقل ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کا دوست عقل ہے اور اس کا دشمن جہالت۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے انسان کا خود پسند ہونا اس کے عقل کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔

امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ھشام سے فرمایا کہ جو شخص بغیر مال کے بے

نیازی اور روح کو حسد سے آرام اور اطمینان میں رکھے اور دین میں سالم رہے اسے تضرع اور زاری سے خدا سے دعا مانگنی چاہئے کہ خدا اس کی عقل کو کامل کر دے۔ جو شخص عاقل ہو گا وہ قدر کفایت پر قناعت کرے گا اور جو شخص کفایت کی مقدرار پر قناعت کرے گا وہ غنی اور بے نیاز ہو گا اور جس نے مقدار کفایت پر قناعت نہ کی وہ ہرگز بے نیاز نہ ہو گا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں عقلمند انسان دنیا کے زائد امور کو ترک کرتے ہیں چہ جائیکہ گناہوں کو جب کہ ترک دنیا افضل ہے تو گناہوں کا ترک کرنا تو واجب ہے۔

آپ نے فرمایا کہ عقلمند انسان جھوٹ نہیں بولتا گرچہ اس کی روح اس کی طرف مائل ہی کیوں نہ ہو۔

آپ نے فرمایا کہ جو شخص مروت نہیں رکھتا اور جو شخص عقل نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا وہ مروت نہیں رکھتا سب سے قیمتی انسان وہ ہے جو دنیا کو اپنے نفس کی قیمت قرار نہ دے اور جان لو کہ تمہارے جسم کی قیمت سوائے بہشت کے اور کوئی نہیں ہے لہٰذا اسے بہشت کے عوض کسی اور چیز کے مقابلے فروخت نہ کرو۔

ان تمام احادیث سے عقل کے پرارزش اور قیمتی ہونے کو سمجھا جا سکتا ہے اور اس سے معارف اور علوم اور ایمان کا لانا عبارت خدا اور اس کی شناخت مکارم اخلاق سے استفادہ کرنا اور رذائل اور گناہوں سے اجتناب کرنا حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن اس نقطہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اس سے استفادہ کیا جانا چاہئے۔ عقل انسان کے بدن میں ایک عادل قاضی ہے اور حاکم ہے لیکن یہ اس صورت میں اچھا فیصلہ دیتا ہے جب اس کے لئے امن کا ماحول میسر ہو اور اس کے فیصلے کو مورد قبول قرار دیا جائے یہ اس دانا اور قدرت مند اور مدبر اور خیر اندیش حاکم کے قائم مقام ہے لیکن بشرطیکہ اس کے فیصلے اور حکومت کی تائید کی جائے یہ ایک دانا مشورہ دینے والے اور مورد اعتماد اور خیر اندیش کے قائم مقام ہے لیکن بشرطیکہ اس سے مشورہ طلب کیا جائے اور اس کے

فرمان کو درست سنا جائے۔

اگر بدن پر عقل کی حکومت ہو اور خواہشات اور غرائز نفسانی پر اس کا تسلط ہو تو وہ بدن کی مملکت پر بہترین طریقہ سے حکومت کرے گا۔ غرائز اور قوی میں تعادل برقرار کرے گا۔ اور تمام کو تکامل اور سیر و صعود الی اللہ پر برقرار رکھے گا لیکن اس سادگی سے حیوانی خواہشات اور تمایلات عقل کی حکومت کو قبول کرلیں گے اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے نہ بلکہ یہ اتنی فتنہ انگیزی اور خرابکاری کریں گے۔ تاکہ وہ عقل کو میدان سے باہر نکال دیں اس کا علاج یہ ہے کہ عقل کو قوی کیا جائے کیونکہ عقل جتنا طاقت ور اور نافذ تر ہو گا وہ داخلی دشمنوں کو بہتر پہچانے گا اور ان پر تسلط حاصل کرنے اور انہیں دبانے پر زیادہ قادر ہو گا۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم عقل کو مضبوط بنانے کی کوشش اور جہاد کریں۔

2- عمل سے پہلے فکر کرنا:- عقل کے قوی کرنے میں ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ کسی کام کے انجام دینے سے پہلے سوچنا چاہئے اور اس کام کے نتائج اور آثار اور دنیاوی اخروی اثرات کو خوب دیکھنا چاہئے اور یہ عہد کرلیں کہ کسی کام کو بھی اس کی عاقبت اندیشی سے پہلے انجام نہ دیں تاکہ آہستہ آہستہ سوچنے اور تفکر کے ذریعے اپنی روح کو آگاہ کیا کریں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تفکر انسان کو اچھے کاموں اور ان پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

نیز حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کام کرنے سے پہلے انجام کو سوچنا تجھے پشیمانی سے محفوظ کر دے گا۔

ایک شخص رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کسی کام کی فرمائش کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میرے کہنے پر عمل کرو گے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہؐ۔ اس سے یہ سوال اور آپؐ کا یہ جواب تین دفعہ رد و بدل ہوا۔ اس وقت رسول خدا نے فرمایا کہ میری فرمائش یہ ہے کہ جب

تم کسی کام کو انجام دینا چاہو تو اس کے انجام کے بارے میں پہلے خوب غور و فکر کر لو، اگر اچھا ہوا تو اسے بجا لاؤ اور اگر شک اور اشتباہ ہو تو اسے بجا نہ لاؤ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جلد بازی لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے اگر لوگ اپنے کاموں میں تدبر کرتے تو کبھی ہلاک نہ ہوتے۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ انجام کو سوچنا اور جلد بازی نہ کرنا خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور جلد بازی کرنا شیطان کی طرف سے۔

معصوم کی حدیث میں یوں آیا ہے کہ غور و فکر شیشہ کی طرح ہے جو تمہیں اچھائی اور برائی ظاہر کر دے گا۔

حیوانات اپنے کاموں میں غرائز اور حیوانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور غور اور فکر نہیں رکھتے لیکن انسان چونکہ اس کے پاس عقل ہے لہٰذا اسے پہلے کاموں میں غور و فکر کرنا چاہئے اور اسے عاقبت اندیش ہونا چاہئے گرچہ انسان بھی وہی حیوانی غرائز اور خواہشات رکھتا ہے اسی وجہ سے جب کسی حیوانی خواہش کا طالب ہوتا ہے تو فوراً اس کے بجا لانے میں دوڑتا ہے اور اس کی حیوانی خواہش اور غریزہ اسے غور و فکر کی مہلت نہیں دیتا کہ کہیں عقل اس میدان میں نہ آجائے اور اس کی حیوانی خواہش کے لئے سد راہ نہ بن جائے لہٰذا اگر ہم سے ہو سکے کہ ہم اپنے آپ کو یوں عادت دیں کہ ہر قدم اٹھانے سے پہلے اس میں خوب غور اور فکر کریں عقل کے راستے کو کھول دیں اور اسے اس میدان میں کام کرنے دیں اور جب عقل اس میدان میں وارد ہو گا تو وہ اس اقدام کے واقعی مصالح اور مفاسد کو درک کرے گا اور حیوانی خواہش اور تمایلات میں اعتدال پیدا کرے گا اور ہمیں تکامل انسانی کے صراط مستقیم کی راہنمائی کرے گا اور جب عقل طاقتور ہو گا اور جسم کی مملکت میں حاکم ہو جائے گا تو پھر وہ انسانیت کے داخلی دشمنوں اور نفسانی بیماریوں سے ہمیں آگاہ کر دے گا اور اس کے علاج اور روکنے کی طرف متوجہ ہو جائیگا اسی لئے قرآن اور احادیث میں غور و فکر اور تعقل و تدبر کی بہت زیادہ تاکید اور سفارش کی گئی ہے۔

3. نفس کے بارے میں بدبینی:۔ اگر انسان اپنے اندر کو دیکھے اور اپنی نفسانی صفات کو انصاف کی نگاہ سے تو لے تو پھر وہ اپنی نفسانی بیماریوں اور عیوب سے آگاہ ہو جائے گا کیونکہ انسان سب سے زیاد سے زیادہ آگاہ ہے (یعنی اپنے اندر نیکی اور بدی کے وجود کو سب سے زیادہ سمجھتا ہے لیکن عذر لانے کے پردے اپنی بصیرت کی آنکھ پر ڈالتا رہتا ہے۔

لیکن ہم میں سب سے مشکل اور مصیبت یہ ہے کہ ہم فیصلے اور حکم دینے میں غیر جانبدار نہیں رہتے بلکہ اکثر اوقات ہم اپنے بارے میں خوش بین اور خود پسند ہوتے ہیں ہم اپنے آپ کو اور اپنے افعال اور صفات اور گفتار کو اچھا اور بلا عیب سمجھتے ہیں۔ انسانی نفس امارہ ہمارے حیوانی کاموں کو ہمارے سامنے ایسا خوشنما بناتا ہے کہ ہم اپنے برے کاموں کو بھی اچھا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ وہ شخص کہ جس کے کام اس کے سامنے خوشنما بنائے گئے ہیں اور انہیں نیک سمجھتا ہے (آیا تو نے نہیں دیکھا؟)

پس خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔

اسی لئے ہم اپنے عیبوں کو نہیں دیکھ پاتے تاکہ ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ اس مشکل کا حل یہ ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے نفس پر بدگمان اور بدبین رہیں اور یہ احتمال دیں بلکہ یقین کریں ہم بہت سی برائیوں اور بیماریوں میں گرفتار ہیں ایسی حالت میں ہم اپنے نفس کے بارے میں سوچیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے متقیوں کے صفات میں فرمایا ہے کہ انکا نفس ان کے نزدیک مورد تہمت اور بدگمانی میں قرار پاتا ہے اور وہ اپنے کاموں میں خوف کھاتے ہیں جب بھی ان میں سے کوئی کسی کی تعریف کا مورد قرار پاتا ہے تو وہ اپنی تعریف کئے جانے میں ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے نفس سے زیادہ واقف ہیں اور خدا ہم سے بہت زیادہ آگاہ ہے۔

بزرگ موانع میں سے ایک مانع جو اجازت نہیں دیتا کہ انسان اپنی نفسانی بیماریوں

سے آگاہ ہو اور اس کی اصلاح کرے یہی اپنے آپ کو اچھا سمجھنا اور اپنے بارے میں حسن ظن رکھنا ہوتا ہے اگر یہ مانع دور کر دیا جائے اور بطور انصاف اور یہ احتمال دیتے ہوئے کہ ہم میں عیب موجود ہیں اپنے آپ کو پایا جائے تو اس وقت ہم اپنی بیماریوں کو بھی پہچان لیں گے اور ان کی اصلاح بھی کریں گے۔

4- روحانی طبیب کی طرف رجوع:۔ انسان کا اپنے عیبوں کو پہچاننے کے لئے ایک ایسے اخلاق کے عالم کی طرف کہ جس نے اپنے نفس کی تہذیب کر رکھی ہو اور اچھے اخلاق سے متصف ہو چکا ہو رجوع کرنا چاہئے اپنے اندرونی صفات اور احوال کو بطور کامل اس کے سامنے بیان کرنا چاہئے اور اس عالم سے خواہش کرے کہ وہ اس کے نفسانی عیوب اور بری صفات سے اسے آگاہ کرے۔

ایک روحانی طبیب جو اسلامی' اخلاق اور نفسیات کو جانتا ہو اور خود عامل اور مکارم اخلاق کا پابند ہو وہ تہذیب نفس اور سیر و سلوک کے راستے بتلانے کے لئے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے اور موثر ہوا کرتا ہے اگر انسان اس قسم کا آدمی پیدا کرلے تو اسے خداوند عالم کا اس بزرگ نعمت پر شکریہ ادا کرنا چاہئے لیکن صد افسوس کہ اس قسم کے ادمی بہت کمیاب ہیں۔ قابل توجہ یہ بات ہے کہ روح کی بیماریوں کی تشخیص کرنا بہت مشکل ہے لہٰذا بیمار پر فرض ہے کہ اپنی اندرونی صفات اور افعال کو بغیر چھپائے روحانی طبیب کے سامنے وضاحت سے بیان کردے تاکہ وہ اس کی بیماری کی تشخیص کرسکے اور اگر بیمار نے اس بارے میں روحانی طبیب کی مدد نہ کی اور واقعات کے اظہار میں پس و پیش کیا تو وہ اس مطلوبہ نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔

5- دانا دوست کی طرف رجوع کرنا:۔ اچھا اور دانا اور خیر خواہ دوست اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہوتا ہے جو تہذیب نفس اور بری صفات کے پہچان کے راستے میں انسان کی مدد کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ دانا ہو اور بری اور اچھی صفات کو پہچانتا ہو اس کے علاوہ وہ خیر خواہ اور مورد اعتماد بھی ہو اس واسطے کہ اگر وہ اچھی اور بری صفات کو نہ پہچانتا ہو تو وہ اس کے متعلق اس کی مدد نہیں کرسکے گا اور اگر وہ مورد اعتماد اور خیر

خواہ نہ ہوا تو ممکن ہے کہ وہ دوستی کی حفاظت اور ناراضگی کے مول نہ لینے کیوجہ سے اپنے دوست کے عیب کو چھپا لے بلکہ ممکن ہے کہ وہ خوشامد کرتے ہوئے اس کے عیب کو اس کے سامنے اچھا بیان کرے اور اس عیب پر اس کی تعریف اور تمجید شروع کر دے اگر کوئی اس قسم کا دوست پیدا کرے اور اس سے خواہش کرے کہ جو نقص اور عیب اس میں دیکھے اسے اس کا تذکرہ کر دے تو اسے اس کی یاد دھانی اور تذکر پر اس کی عزت اور قدر دانی کرنی چاہئے۔

اپنے نفس کی اصلاح کے لئے ایسے دوست سے استفادہ کرنا چاہئے اس کے تذکرات سے استفادہ اور اس کی عزت اور قدر دانی پر اسے یہ باور کرائے کہ اس کے عیب بیان کرنے پر نہ صرف اسے برا معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس سے وہ خوشحال بھی ہو جاتا ہے۔ اس دوست پر کہ جسے خیر خواہ قرار دیا گیا ہے ضروری ہے کہ وہ بھی اپنے اخلاص اور صداقت کو عملی طور پر ثابت کرے۔ بطور انصاف اور بغیر محبت اور بغض کے دوست کے صفات کو پرکھے اور دقت کرے اور اس بارے جو اس کا نظریہ ہو اسے وہ خیر خواہی اور دوستانہ زبان میں اسے بتلائے اور جہاں تک ہو سکے یہ اسے تنہائی اور مخفی طور سے بتلائے اور اس کے عیب کو لوگوں کے سامنے اظہار کرنے سے پرہیز کرے اس کی غرض واقع کا بتلانا ہو اور مبالغہ آمیزی سے پرہیز کرے کیونکہ وہ اپنے مومن بھائی کے لئے بطور آئینہ ہوتا ہے جو خوبیوں اور اچھائیوں کو بغیر کم اور زیادہ کے ظاہر کرتا ہے۔ البتہ ایسے مہربان اور اصلاح طلب دوست جو انسان کے عیوب کو اصلاح کے لئے بیان کر دیں بہت ہی کمیاب ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ایسا دوست مل جائے تو وہ ایک بہت بڑی سعادت پر فائز ہوتا جائیگا اسے اس کی قدر پہچانی چاہئے اور اس کی یاد دھانیوں پر خوشحال ہونا چاہئے اس کے شکریہ کا اظہار کرے اور اسے متوجہ ہونا چاہئے کہ جو دوست اصلاح کی غرض سے انسان کے عیب کی یاد دھانی کرا رہا ہے وہ انسان کا بہترین اور فائدہ مند دوست ہوا کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی خیر خواہی اور یاد دھانی سے رنجیدہ خاطر ہو اور اس کے دفاع یا انتقام لینے پر اتر آئے۔ اگر کسی نے تجھے

بتلایا کہ کئی ایک بچھو تیرے لباس پر موجود ہیں کیا اس کے اس بتلانے سے تو رنجیدہ خاطر ہو گا اور اس سے انتقام لینے پر اتر آئے گا اس کے اس کہنے سے خوشحال ہو گا اور اس کی قدر دانی کرے گا؟

برے صفات بھی بچھو کی طرح ہوا کرتے ہیں بلکہ اس سے بد تر ہوتے ہیں اور انسان کے جسم پر ڈنگ مارتے ہیں اور ہمیشہ اس کے اندر چھپے رہتے ہیں جو ایسے بچھو سے بچانے میں ہماری مدد کرے اس نے ہماری بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا بہترین بھائی وہ ہے جو میرے عیب کو میرے لئے بیان کرے۔

6- دوسروں کے عیب سے نصیحت لینا:۔ انسان غالباً اپنے عیب سے غافل ہوتا ہے لیکن دوسروں کے عیب کو دیکھتا ہے اور اس کی برائی کو خوب سمجھتا ہے اور مثال مشہور ہے کہ دوسروں کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے اور اسے پہاڑ سمجھتا ہے لیکن پہاڑ کو اپنی آنکھ میں نہیں دیکھتا لہذا ایک راستہ اپنے نفسانی عیوب کی پہچان کا دوسروں کے عیوب کو دیکھتا ہے۔ جب کسی عیب کو دوسروں میں دیکھے تو اس پر اعتراض کرنے سے پہلے اسے اپنے میں ڈھونڈے اور اپنے آپ میں اسے مورد تفتیش قرار دے اور اپنے آپ میں رجوع کرے اگر وہی عیب اس میں موجود ہو تو اس کی اصلاح کرنے کی سعی اور کوشش کرے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ دوسروں کے عیب سے نصیحت حاصل کرے اور اپنے نفس کو اس سے پاک کر لے رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ سعادتمند انسان ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

7- اعتراض کئے جانے سے نصیحت حاصل کرے:۔ دوست اکثر عیب کے ذکر کرنے سے اجتناب کرتے ہیں اس کے برعکس دشمن اکثر عیب پر اعتراض اور تنقید کرتے ہیں گرچہ وہ اعتراض کرنے میں مخلص نہیں ہوتے بلکہ حسد بغض انتقام لینے کی غرض انہیں تنقید کرنے پر ابھارتی ہے بہر حال انسان اپنے دشمنوں کے اعتراض اور

تنقید اور عیب جوئی سے استفادہ کر سکتا ہے انسان اپنے دشمنوں کے اعتراض سے دو طریق میں سے کسی ایک سے روبرو ہو سکتا ہے پہلے یا تو وہ اپنے آپ کو ان اعتراضات سے دفاع کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عیب جوئی دشمن سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اس کے بیان کرنے میں اچھائی کی نیت نہیں رکھتا لہذا جس طرح سے بھی ہو وہ اپنے لئے دفاع کی حالت پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اس کی اس طرح کی آواز کو خاموش کرنے کے درپے ہوتا ہے اس طرح کا انسان نہ فقط اپنے عیب کی اصلاح نہیں کرتا بلکہ اس سے بڑھ کر دوسری غلطی اور خطا اور اشتباہ میں اپنے آپ کو گرفتار کر لیتا ہے دوسرے وہ دشمنوں کے اعتراضات کو اچھی طرح سے سنتا ہے اور پھر حقیقت شناسی کی نیت سے اپنے آپ میں رجوع کرتا ہے اور بطور انصاف اس اعتراض کی تحقیق کرتا ہے اگر اس نے دیکھا کہ دشمن کا اعتراض درست ہے اور اس کا نفس معیوب ہے تو فوراً اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اگر مصلحت کا تقاضا ہو کہ ایسے دشمن سے کہ جس نے اس کا عیب بیان کیا ہے اور وہ اس کے نفس کے پاک کرنے کا وسیلہ بنا ہے شکریہ ادا کرے ایسا دشمن اس لحاظ کرنے والے دوست سے کہ جو اس کے عیب کو چھپاتا ہے اور اس کی اس عیب پر تعریف کرتے ہوئے چاپلوسی کر کے اسے جہالت اور نادانی میں رکھے رہتا ہے بہت زیادہ بہتر اور مفید ہو گا اور اگر اس نے سوچ و بچار کے بعد دیکھا کہ دشمن کا بیان کردہ عیب اس میں موجود نہیں ہے تو پھر خدا کا شکریہ ادا کرے اور اپنے نفس کی حفاظت کرے کہ کہیں اس برے عیب میں بعد میں مبتلا نہ ہو جائے اس صورت میں انسان ایسے دشمن سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اس کا اس طرح کرنا اس سے مانع نہیں ہو گا کہ وہ عقلائی اور شرعی طریقے سے دشمن کی سازش اور خیانت کے نقشے کو ناکام بنا دے۔

8- روح کی بیماریوں کی علامتیں:- بیماری کی پہچان کا ایک بہترین طریقہ اس کی علامتوں سے ہوا کرتا ہے۔ جسم کی بیماری دو میں سے ایک طریقے سے پہچانی جاتی ہے یا تو درد کے محسوس کرنے سے اور یا کسی عضو کے اس کام کے انجام دینے سے کمزور پڑ

جانے سے جو اس کے ذمہ قرار پایا ہے کیونکہ بدن کے نظام کے برقرار رہنے میں اس کے ہر عضو کا مخصوص عمل ہوا کرتا ہے اگر کوئی عضو اس کام کے انجام دینے میں کمزور ہو جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ وہ عضو مریض ہو گیا ہے مثلاً آنکھ اگر سالم ہو تو وہ خاص شرائط کے ساتھ دیکھتی ہے پس اگر شرائط کے ہوتے ہوئے یا تو بالکل نہ دیکھے یا اچھی طرح نہ دیکھے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ بیمار ہے اسی طرح بدن کے بقیہ تمام اعضاء اور جوارح مثل کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل، جگر، گردے وغیرہ ان میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص کام ہوا کرتا ہے کہ جسے وہ سلامتی کی حالت میں انجام دیتے ہیں اگر انہوں نے وہ مخصوص کام انجام نہ دیئے تو معلوم ہو جائیگا کہ وہ بیمار ہیں انسان کی روح اور نفس بھی اسی طرح ہے کہ اس کے لئے فطرت اور خلقت کے لحاظ سے مخصوص کام قرار دیئے گئے ہیں جنہیں اس کو بجا لانے ہوتے ہیں۔ روح عالم ملکوت سے آئی ہے علم اور رحمت قوت احسان انصاف پسندی محبت معرفت نورانیت اور دوسرے کمالات اور مکارم اخلاق سے اسے سنخیت حاصل ہے اور ان سے مربوط ہے یہ فطرت کے لحاظ سے علت کو معلوم کرتی ہے اور خدا طلب ہے ایمان اور خدا کی طرف توجہ اور اس ذات سے محبت اور علاقمندی اس کی عبادت اور اس سے دعا اور راز و نیاز روح کی سلامتی اور صحت کی علامتیں ہیں۔ اسی طرح علم و دانش اور اللہ کے بندوں کی رضا الٰہی کے لئے خدمت۔ قربانی اور ایثار۔ عدالت خواہی اور دوسرے مکارم اخلاق روح کی صحت اور سلامتی کی علامتیں شمار ہوتی ہیں اگر انسان اس قسم کی صفات اپنے آپ میں موجود پائے تو معلوم ہو جائیگا کہ اس کی روح سالم اور صحیح ہے اور اگر اسے احساس ہو کہ وہ خدا کی طرف توجہ نہیں رکھتا اور عبادت اور دعا اور مناجات سے لذت حاصل نہیں کرتا اور اس سے بھاگتا ہے خدا کو دوست نہیں رکھتا اور صرف مقام اور مرتبہ جاہ و جلال دولت اور ثروت اور اولاد اور بیوی شہوترانی اور لذات حیوانی کو اللہ کی رضا پر ترجیح دیتا ہے اور زندگی سے صرف منافع شخصی کا ہدف رکھتا ہے اور فداکاری اور قربانی اور ایثار اور احسان اور خدمت خلق سے لذت حاصل نہیں کرتا اور دوسروں کے درد

اور مصیبت سے دردناک نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کو جان لینا چاہئے کہ اس کی روح واقعاً بیمار ہے اگر وہ اپنی سعادت کو چاہتا ہے تو اسے بہت جلدی اپنی روح کی اصلاح اور علاج کرنا چاہئے۔

علاج کرنے کا عزم :۔ جب ہم نے نفس اور روح کی بیماریوں کو پہچان لیا اور یقین کر لیا کہ ہم بیمار ہیں تو ہمیں فوراً علاج شروع کرنا چاہئے اور سب سے اہم اس مرحلہ میں انسان کا ارادہ اور عزم ہے اگر واقعاً ہم چاہئیں اور حتمی ارادہ کر لیں کہ ہم اپنے اپ کو برائیوں اور برے اخلاق سے اپنی روح کو پاک کریں گے تو ایسا کر سکتے ہیں لیکن اگر اس کو معمولی شمار کریں اور ارادہ اور عزم نہ کریں تو پھر روح کی سلامتی اور اس کا صحیح ہو جانا غیر ممکن ہو گا یہ وہ وقت ہے کہ شیطن اور نفس امارہ اپنا کام کرنا شروع کر دیتا ہے اور مختلف بہانوں کو سامنے لاتا ہو تاکہ ہمیں روح کی اصلاح کرنے سے روکے رکھے لیکن ہمیں بہت زیادہ ہوشیار ہونا چاہئے تاکہ اس کے حیلے اور بہانوں کا فریب نہ کھائیں۔ ممکن ہے کہ ہماری بری عادت کو یوں بتلایا جائے کہ تم نے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے دوسرے بھی ایسی صفت رکھتے ہیں۔ فلان فلان کو دیکھو اسی صفت بلکہ اس سے بدتر صفت رکھتا ہے کیا تم تنہا زندگی گذار سکتے ہو؟ اگر تو چاہتا ہے کہ رسوائے زمانہ نہ ہو تو زمانے کی طرح چال چلو۔ لیکن انسان کو اس فریب اور دھوکے کے سامنے ڈٹ جانا ہو گا۔ اگر دوسرے اس مرض میں مبتلا ہیں تو ان کا مجھ سے کیا ربط ہے کسی دوسروں کا اس بیماری میں گرفتار ہو جانا میرے اس کے ارتکاب کا جواز نہیں بنتا۔ اسے یوں کہنا ہو گا کہ یہ عیب اور بیماری تو مجھ میں موجود ہے اگر میں اس بیماری کے ساتھ مر گیا تو ہمیشہ بدبختی اور اور شقاوت میں جا پڑوں گا۔ لہذا مجھے اس کا علاج کرنا چاہئے اور اپنے نفس کو اس سے پاک کرنا ہو گا۔

ممکن ہے کبھی ایک اور حیلے کے ذریعے سے کہ جس سے وقت گذرتا جائے اور تاخیر ہو جائے شیطن میدان میں آ جائے اور ہمارے ارادہ کو منصرف کر دے اور یوں خیال میں لائے کہ یہ ٹھیک ہے کہ یہ عیب تو تجھ میں موجود ہے اور اس کی اصلاح

بھی کرنی چاہئے لیکن اتنی جلدی کیا ہے اور کیا دیر ہو گئی ہے؟ رہنے دو میں فلاں کام انجام دے لوں۔ اس وقت فارغ البال ہو کر نفس کے پاک کرنے میں مشغول ہو جاؤنگا۔ ابھی تو میں جوان ہوں اور عیش کرنے کا زمانہ ہے جب بوڑھاپے میں جاؤنگا تو پھر توبہ کر لونگا اور نفس کے پاک کرنے میں مشغول ہو جاؤنگا۔ انسان کو متوجہ رہنا چاہئے کہ یہ بھی شیطن کا ایک فریب اور حیلہ ہے۔ کیا معلوم کہ اس وقت تک انسان زندہ رہے گا؟ شاید اس سے پہلے مر جائے اور انہیں نفسانی بیماریوں میں فوت ہو جائے اس وقت ہمارا انجام کیا ہو گا؟ اور بالفرض اس وقت تک زندہ بھی رہ جائے تو کیا اس وقت شیطن اپنی حیلہ گری اور فریب دینے کو چھوڑ دے گا۔ اور ہمیں آزاد چھوڑ دے گا تاکہ اپنے نفس کو پاک کر سکیں اس وقت شیطن کوئی اور فریب دے کر نفس کے پاک کرنے سے ہمیں روک دے گا لہٰذا کتنا ہی اچھا ہے کہ ابھی سے نفس کے پاک کرنے میں شروع ہوا جائے اور نفس امارہ پر قابو پایا جائے۔ ممکن ہے کہ نفس امارہ ہمیں کہے کہ تم نے فلاں صفت کی عادت کر رکھی ہے اور عادت کا چھوڑنا تیرے لئے ممکن نہیں ہو گا تو خواہشات نفس کا قیدی ہے کس طرح تو اپنے آپ کو اس قید سے رہائی دلا سکتا ہے؟ تیری روح گناہ اور معصیت کی وجہ سے تاریک ہو چکی ہے ابھی اسے گلو خلاصی ممکن نہیں ہے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بھی شیطن کی ایک فریب کاری اور دھوکا دہی ہے تجھے اپنے نفس کو کہہ دینا چاہئے کہ عادت کا چھوڑنا غیر ممکن نہیں ہوتا بلکہ یہ ممکن ہے گرچہ یہ مشکل تو ہے لیکن اصلاح کرنے کے عمل میں شروع ہو جانا چاہئے اور اپنے نفس کو پاک کرنے میں کوشش کرنی چاہئے اگر گناہ اور بری عادات کا چھوڑنا ممکن نہ ہوتا تو یہ سارے حکم جو پیغمبر علیہ السلام اور آئمہ اطہار کے اس بارے میں آئے ہیں تو ان سے صادر نہ ہوتے اور توبہ کے دروازے کسی وقت بند نہ ہوتے توبہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے لہٰذا حتمی ارادہ کر لینا چاہئے اور روح کے پاک کرنے میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ شیطن نفسانی بیماریوں اور بری صفات کو معمولی اور کم بتلائے اور کہے کہ تم واجبات کے بجالانے کے تو پابند ہو اور فلان فلان مستحب کام

بھی بجالاتے ہو خدا تمہیں بخش دے گا اور تیری جگہ بہشت ہے اور یہ کئی ایک بری صفات جو تم میں موجود ہیں یہ اتنی اہم نہیں ہیں تیرے مستحبات کے بجالانے کی وجہ سے ان کا تدارک ہو جائیگا اور وہ بخش دی جائیں گی اس صورت میں بھی ملتفت رہنا چاہئے کہ اس قسم کے خیالات اور امیدیں دلانا بھی شیطن کا ایک مکر اور فریب ہوتا ہے اور ہمیں اپنے نفس لمارہ سے کہنا چاہئے کہ نیک اعمال تو صرف متقیوں سے قبول ہوتے ہیں اور تقویٰ کا حاصل کرنا نفس کو پاک کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اگر ہمارا نفس برائیوں سے پاک نہ ہوا تو نفس میں اچھائیوں کی نشوونما نہیں ہو سکے گی اور اگر نفس سے شیطن باہر نہ گیا تو فرشتہ رحمت اس میں داخل نہیں ہو سکے گا اگر گناہ اور برے اخلاق سے نفس آلودہ ہوا تو آخرت کے جہان میں اس کے لئے نور نہ ہو گا۔

ہمیں ہمیشہ ان بیماریوں کے انجام کی طرف جو پہلے بیان کی جا چکی ہیں متوجہ رہنا چاہئے اس کے ساتھ احادیث اور اخلاق کی کتابوں کے مطالعہ سے ان نفسانی بیماریوں اور ان کی اخروی سزا اور عقاب کو مورد توجہ قرار دینا چاہئے اس ذریعے سے ہمیں نفس لمارہ کے حیلے اور بہانے اور نفس لمارہ کے توہمات کا مقابلہ کرنا چاہئے اور نفس کی اصلاح اور اسے پاک کرنے میں حتمی اور جزمی ارادہ کرلینا چاہئے اگر ہم نے ارادے کا مرحلہ طے کرلیا تو پھر عمل کرنے کا مرحلہ قریب تر ہو جائیگا۔

نفس پر غلبہ کرنا۔ تمام اعمال اور افعال اور برائیاں اور اچھائیوں کو بجا لانے والی درحقیقت روح ہوا کرتی ہے اگر روح سالم اور صحیح ہو تو انسان کی دنیا اور آخرت آباد ہو گی اور اگر روح فاسد ہوئی تو پھر وہ برائیوں کے بجالانے کا موجب ہو گی اور دنیا اور آخرت کی ہلاکت اسے لاحق ہو جائیگی اگر انسان نے انسانیت کے راستے پر قدم رکھا تو اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی بالا تر ہو جائیگا اور اگر اس نے انسانی شرافت کو نظر انداز کیا اور حیوانیت کے راستے پر گامزن ہوا تو حیوانات سے بھی بدتر ہو جائیگا بلکہ وہ شیطنت کے مقام تک پہنچ جائیگا ان دونوں راستوں کے طے کرنے کے اسباب اور عوامل انسان کی فطرت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔

وہ عقل بھی رکھتا ہے اور فطرت کے ماتحت انسانی فضائل اور کمالات کا چاہنے والا بھی ہوتا ہے اور یہ حیوان بھی ہے اور حیوانی غرائز اور خواہشات بھی رکھتا ہے اور یوں بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حیوانی خواہشات اور غرائز بالکل باطل اور نقصان دہ ہوتی ہیں اور انسان کو پستی کی طرف دھکیل دیتی ہیں نہ بلکہ ان کا ہونا بھی انسان کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ اگر ان سے صحیح اور ٹھیک استفادہ کیا جائے تو انہیں انسانی تکامل اور اللہ کی طرف سیر و سلوک کے لئے کام میں لایا جا سکتا ہے لیکن اصل مشکل یہ ہے کہ حیوانی خواہشات اور تمنیات ایک معین حد تک نہیں ٹھہرتیں اور دوسروں کا لحاظ نہیں کرتیں اور نہ ہی انسانی خصوصیات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور نہ ہی دوسرے غرائز کا لحاظ کرتی ہیں بلکہ ان کی غرض اور غایت صرف اپنے آپ کو آخر تک پہچانا ہوتا ہے۔

حیوانی غریزہ کی غرض صرف اسی غریزہ کو بطور کامل حاصل کرنا ہوتا ہے اور اس کے علاوہ اس کی کوئی غرض نہیں ہوتی تمام حیوانی خواہشات اور غرائز جیسے کھانے پینے کی چیزوں سے لذت حاصل کرنا مقام اور منصب کی محبت حکومت اور شہرت مال اور دولت سے وابستگی زندگی کے تجملات اسی طرح غریزہ غصہ انتقام لینا اور تمام وہ صفات جو ان سے پھوٹتی ہیں یہ تمام کی تمام کسی ایک معین حد تک نہیں ٹھہرتیں بلکہ ان مین سے ہر ایک کو آخر تک حاصل کرنا مقصود ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے انسان کا نفس اور روح مختلف خواہشات اور غرائز کے لئے میدان جنگ اور شکست و ریخت کا میدان بنا رہتا ہے اور کبھی آرام اور سکون میں نہیں رہتا جو بھی اس جنگ میں کامیاب ہو جاتا ہے وہی روح اور نفس کو پوری طرح اپنا اسیر اور قیدی بنا لیتا ہے لیکن ان کے درمیان عقل بہت قدرت اور بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ عقل شریعت کی راہنمائی میں حیوانی خواہشات اور تمینات پر کنٹرول کر سکتی ہے اور انہیں اعتدال کی حالت میں قرار دے سکتی ہے اور افراط اور تفریط سے مانع بن سکتی ہے عقل اپنی حکومت کو کام میں لا سکتی ہے۔ خواہشات کے درمیان اعتدال برقرار کر

سکتی ہے۔ عقل اس وسیلے سے نفس اور روح کی مملکت کو گڑبڑ اور ناآرامی اور زیادہ طلبی سے نجات دلا سکتی ہے اور انسانیت کے سیدھے راستے اور سیر اور سلوک کی راہ نمائی کر سکتی ہے۔

لیکن عقل کا اسپر حاکم اور مسلط ہو جانا کوئی آسان کام نہیں ہے کیونکہ وہ باقی طاقت ور قوتوں اور خواہشات کے روبرو ہوتی ہے اور دھوکے باز دشمن کہ جس کا نام نفس آمارہ ہے اور اس کے بہت زیادہ مدد گار اور ساتھی ہیں جو اس کی حمایت کرتے ہیں۔ اسے اس کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ نفس ہمیشہ برے کاموں کا حکم دیتا ہے. مگر خدا رحم کر دے۔

رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلو میں موجود ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عقل اور شہوت ایک دوسرے کی ضد ہیں علم عقل کی مدد کرتا ہے اور ہوی اور ہوس شہوت کی تائید کرتے ہیں۔ انسانی نفس دو قوتوں کی لڑائی کا میدان ہوتا ہے ان میں سے جو دوسری قوت پر غلبہ حاصل کر لے انسانی نفس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ برائی اور شر ہر ایک نفس میں موجود ہیں اگر نفس کے مالک نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا تو وہ مخفی ہو جاتا ہے اور اگر اس پر غلبہ نہ کیا تو وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

لہٰذا عقل بہت اچھا حاکم ہے لیکن مدد کئے جانے کا محتاج ہے اگر اس جنگ میں عقل کی مدد کریں اور نفسانی خواہشات اور شہوات اور اور ہوی و ہوس پر شورش کریں اور جسم کی مملکت کے انتظام کا کام عقل کے سپرد کر دیں تو ایک بہت بڑی فتح اور کامرانی کو حاصل کر لیں گے۔

یہی وہ چیز ہے کہ جو دین کے پیشواؤں اور رہبروں اور شریعت اور طریقت پر

چلنے والوں نے ہم سے طلب کی ہوئی ہے اور اس کے متعلق بہت زیادہ تاکید کر رکھی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہوشیار رہنا کہ کہیں شہوات تمہارے دلوں پر غالب نہ آ جائیں کیونکہ پہلے وہ تمہیں اپنی ملکیت میں لیں گی اور آخر میں تجھے ہلاک کر دیں گی۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے اپنی خواہشات کو اپنی ملکیت میں قرار نہ دیا تو وہ اپنی عقل کا مالک بھی نہیں رہے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص خوف اور رغبت اور شہوت اور غضب کے وقت اپنے نفس پر مسلط ہوا تو خدا اس کے بدن کو جہنم کی آگ پر حرام قرار دے دے گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم اپنے نفس پر مسلط ہو جاؤ اور اسے گناہوں سے روکو تاکہ تم اسے اللہ کی اطاعت کی طرف آسان کر دو۔

روح انسانی کو پاکیزہ بنانے کے لئے نفس اور اس کی خواہشات اور ھوی اور ہوس پر کنٹرول کرنا ایک ضروری اور زندگی ساز کام ہے۔ انسان کا نفس اور روح مثل ایک سرکش گھوڑے کی طرح ہے اگر وہ ریاضت کے ذریعے مطیع اور آرام میں ہوا اور اس کی لگام اپنے ہاتھ میں رکھی اور اس کی پشت پر سوار ہوا تو پھر اس سے فائدہ حاصل کر سکے گا اور اگر وہ مطیع اور فرمانبردار نہ ہوا اور جس طرف چاہے وہ جانے لگا تو وہ تجھے اپنی پشت سے تہہ غار میں گرا دے گا لیکن سرکش نفس کو مطیع اور فرمانبردار بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے وہ ابتداء ہی میں تجھ سے مقابلہ کرے گا۔ لیکن اگر تو مقاومت کرے اور مضبوط بنے تو وہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہو جائے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر تیرا نفس تیرے سامنے سختی سے پیش ائے اور مطیع اور فرمانبردار نہ ہو تو بھی اس پر سختی کر تاکہ وہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہو جائے تو اس کے ساتھ حیلے اور بہانے سے پیش آتا کہ وہ تیری اطاعت میں آ

جائے۔

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسانی خواہشات اور شہوات مار دینے والی بیماریاں ہیں اور انکا بہترین علاج اور دوا صبر اور استقامت اور اس کے مقابلے میں ڈٹ جانا ہے۔

## نفس اور روح کے ساتھ جہاد کرنا

انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے اور وہ برابر عقل کے ساتھ جنگ اور تجاوز کی حالت میں رہتا ہے۔ شیطان کے وسوسوں سے الہام لیتا ہے اور لاو لشکر کے ساتھ عقل پر حملہ آور ہوتا ہے تاکہ اسے جدا اور خاموش کر دے اور وہ تن تنہا میدان پر قابو پائے رکھے اس کی غرض یہ ہے کہ فرشتوں کو نفس کی دنیا سے باہر نکال دے اور اسے پوری طرح شیطن کے قبضے میں دے دے ایسے غدار دشمن کو سرنگوں کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ارادہ حتمی اور مقابلہ بلکہ جہاد کرنا اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے اور وہ بھی ایک دفعہ اور دو دفعہ یا ایک دن یا دو دن ایک سال یا دو سال نہیں بلکہ تمام عمر پے درپے جہاد کرنا ضروری ہے۔ اس سے سخت مقابلہ اور متصل جہاد چاہئے اور نفس اور روح کو رام کرنے اور اس کی خواہشات پر قابو پانے کے لئے بہت سخت جنگ کرنی پڑتی ہے۔

پیغمبر علیہ السلام اور آئمہ طاہرین سے الہام لے کر عقل کی مدد سے اس کے لاؤ لشکر سے جنگ کریں اور نفس کے تجاوزات اور زیادتیوں کو روکے رکھیں اور اس کی فوج کو گھیرا ڈال کر ختم کر دیں تاکہ عقل جسم کی مملکت پر حکومت کر سکے اور شریعت سے الہام لے کر کمال انسانی اور سیر و سلوک تک پہنچ سکے۔ نفس کے ساتھ صلح اور آشتی نہیں کی جا سکتی بلکہ اس سے جنگ کرنی چاہئے تاکہ اسے زیر کیا جائے اور وہ اپنی حد تک رہے اور سازش کرنے سے باز رہے سعادت تک پہنچنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی راستہ موجود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے نفس کے ساتھ جنگ کرنے کو احادیث میں جہاد کہا گیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے نفس پر پے در پے جہاد کرنے سے تسلط پیدا کرو۔

آپ نے فرمایا نفسی خواہشات اور ھوی اور ہوس پر غلبہ حاصل کرو اور ان سے جنگ کرو اگر یہ تمہیں جکڑ لیں اور اپنی قید و بند میں قرار دے دیں تو تمہیں بدترین

درجہ میں جا ڈالیں گے۔

آپ نے فرمایا کہ نفس کے ساتھ جہاد ایک ایسا سرمایہ ہے کہ جس کے ذریعے بہشت خریدی جا سکتی ہے۔ پس جو آدمی اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے وہ اس پر مسلط ہو جائیگا۔ اور بہشت اس کے لئے جو اس کی قدر پہچان لے بہترین جزا ہو گی۔

آپ نے فرمایا جہاد کر کے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرو۔ اس کے ساتھ یہ جہاد ویسا ہو جیسے دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس پر ایسا غلبہ کرو جو ایک ضد دوسری ضد پر غلبہ کرتی ہے لوگوں سے قوی ترین آدمی وہ ہے جو اپنے نفس پر فتح حاصل کرے۔

آپ نے فرمایا کہ عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے آپ کو نفس کے ساتھ جہاد میں مشغول رکھے اور اس کی اصلاح کرے اور اسے ھوی اور ہوس اور خواہشات سے روکے رکھے اور اس طرح سے اس کو لگام دے اور اپنے کنٹرول میں لے آئے۔ عقلمند انسان اس طرح اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول رہتا ہے کہ وہ دنیا اور جو کچھ دنیا اور اہل دنیا میں ہے اس میں اتنا مشغول نہیں رہتا۔

نفس کے ساتھ جہاد ایک بہت بڑی اہم جنگ اور نتیجہ خیز ہے ایسی جنگ کہ ہمیں کس طرح دنیا اور آخرت کے لئے زندگی بسر کرنی اور ہمیں کس طرح ہونا اور کیا کرنا ہے سے مربوط ہے اگر ہم جہاد کے ذریعے اپنے نفس کو کنٹرول کر کے نہ رکھیں اور اس کی لگام اپنے ہاتھ میں نہ رکھیں وہ ہم پر غلبہ کر لے گا اور جس طرف چاہئے گا لے جائیگا اگر ہم اسے قید میں نہ رکھیں وہ ہمیں اسیر اور اپنا غلام قرار دے دیگا اگر ہم اسے کردار اور اچھے اخلاق اپنانے پر مجبور نہ کریں تو وہ ہمیں برے اخلاق اور برے کردار کی طرف لے جائیگا۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد بہت اہم کام اور سخت ترین راستہ ہے جو اللہ کی طرف سیر و سلوک کرنے والے کے ذمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جتنی اس راستے میں طاقت خرچ کی جائے وہ قیمتی ہو گی۔

جہاد اکبر:۔ نفس کے ساتھ جہاد اس قدر مہم ہے کہ اسے پیغمبر اکرم نے جہاد اکبر سے

تعبیر فرمایا ہے اتنا اہم جہاد ہے کہ جنگ والے جہاد سے بھی اسے بڑا قرار دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے نقل فرمایا ہے کہ رسول خدا نے ایک لشکر دشمن سے لڑنے کے لئے روانہ کیا اور جب وہ جنگ سے واپس آیا آپ نے ان سے فرمایا مبارک ہو ان لوگوں کو کہ جو چھوٹے جہاد کو انجام دے آئے ہیں لیکن ابھی ایک بڑا جہاد ان پر واجب ہے آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہؐ! بڑا جہاد کونسا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اپنے نفس سے جہاد کرنا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بہترین جہاد اس شخص کا جہاد ہے کہ جو اپنے نفس سے جو اس کے دو پہلو میں موجود ہے جہاد کرے۔

پیغمبر اکرمؐ نے اس وصیت میں جو حضرت علیؑ سے کی تھی فرمایا کہ جہاد میں سے بہترین جہاد اس شخص کا ہے کہ جب وہ صبح کرے تو اس کا قصد یہ ہو کہ میں کسی پر ظلم نہیں کرونگا۔

ان احادیث میں نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر اور افضل جہاد کے نام سے پہنچوانا گیا ہے یہ ایسا جہاد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے فضیلت اور برتری رکھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد بہت ہی پرارزش اور بہترین عبادت شمار ہوتا ہے اس سے جہاد نفس کا پرارزش اور بااہمیت ہونا واضح ہو جاتا ہے نفس کے جہاد کا برتر ہونا تین طریقوں سے درست کیا جا سکتا ہے۔

1- ہر ایک عبادت یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا بھی نفس کے جہاد کرنے کا محتاج ہے۔ ایک عبادت کو کامل اور تمام شرائط کے ساتھ بجالانا نفس کے ساتھ جہاد کرنے پر موقوف ہے کیا نماز کا حضور قلب کے ساتھ بجالانا اور پھر اسکے تمام شرائط کی رعایت کرنا جو معراج مومن قرار پاتی ہے اور فحشا اور منکر سے روکتی ہے بغیر جہاد اور کوشش کرنے کے انجام پذیر ہو سکتا ہے؟ آیا روزہ کا رکھنا جو جہنم کی آگ کے لئے ڈھال ہے بغیر جہاد کے میسر ہو سکتا ہے۔ کیا نفس کے جہاد کے بغیر کوئی جہاد کرنے والا انسان اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر جنگ کے میدان میں حاضر ہو سکتاہے اور اسلام

کے دشمنوں سے اچھی طرح جنگ کر سکتا ہے؟ اسی طرح باقی تمام عبادات بغیر نفس کے ساتھ جہاد کرنے کے بجالائی جا سکتی ہیں؟

2- ہر ایک عبادت اس صورت میں ادا کی جاتی ہے اور موجب قربِ الٰہی واقع ہوتی ہے جب وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انجام دی جائے اور ہر قسم کے تظاہر اور ریاء خود پسندی اور نفسانی اغراض سے پاک اور خالص ہو اس طرح کے کام بغیر نفس کے ساتھ جہاد کئے واقع ہونا ممکن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ جنگ کرنے والا جہاد اور شہادت بھی اس صورت میں قیمت رکھتی ہے اور تقرب اور تکامل کا سبب بنتی ہے جب خالص اور صرف اللہ کی رضاء اور کلمہ توحید کی سربلندی کے لئے واقع ہو اگر یہ اتنی بڑی عبادت اور جہاد صرف نفس کی شہرت یا دشمن سے انتقام لینے یا نام کے باقی رہ جانے یا خود نمائی اور ریاکاری یا مقام اور منصب کے حصول یا زندگی کی مصیبتوں سے فرار یا دوسری نفسانی خواہشات کے لئے واقع ہو تو یہ کوئی معنوی ارزش اور قیمت نہیں رکھتی اور اللہ تعالیٰ کے پاس تقرب کا موجب نہیں بن سکتی اسی وجہ سے نفس کے ساتھ جہاد تمام عبادات اور امور خیر یہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے راستے والے جہاد پر فضیلت اور برتری اور تقدم رکھتا ہے اس واسطے کہ ان تمام کا صحیح ہونا اور باکمال ہونا نفس کے جہاد پر موقوف ہے یہی وجہ ہے کہ نفس کے جہاد کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔

3- جنگ والا جہاد ایک خاص زمانے اور خاص شرائط سے واجب ہوتا ہے اور پھر وہ واجب عینی بھی نہیں ہے بلکہ واجب کفائی ہے اور بعض افراد سے ساقط ہے اور بعض زمانوں میں تو وہ بالکل واجب ہی نہیں ہوتا اور پھر واجب ہونے کی صورت میں بھی واجب کفائی ہوتا ہے یعنی بقدر ضرورت لوگ شریک ہو گئے تو دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے اور پھر بھی عورتوں اور بوڑھوں اور عاجز انسانوں اور بیمار لوگوں پر واجب نہیں ہوتا لیکن اس کی برعکس نفس کا جہاد کہ جو تم پر تمام زمانوں اور تمام حالات میں اور شرائط میں واجب عینی ہوا کرتا ہے اور زندگی کے آخر لمحہ تک واجب ہوتا ہے اور سوائے معصومین علیہم السلام کے کوئی بھی شخص اس سے بے نیاز نہیں ہوتا۔

4۔ نفس سے جہاد کرنا تمام عبادات سے یہاں تک کہ جنگ والے جہاد سے کہ جس میں انسان اپنی جان سے صرفنظر کرتے ہوئے اپنے آپ کو شہادت کے لئے حاضر کر دیتا ہے۔ مشکل تر ہے اور دشوار اور سخت تر ہے اس واسطے کہ محض اللہ کے لئے تسلیم ہو جانا اور تمام عمر نفسانی خواہشات سے مقابلہ کرنا اور تکامل کے راستے طے کرنا اس سے زیادہ دشوار اور مشکل ہے کہ انسان جنگ میں جہاد کرنے والا تھوڑے دن دشمن سے جنگ کے میدان میں جنگ کرے اور مقام شہادت پر فیض یاب ہو جائے۔ نفس کے ساتھ مقابلہ کرنا اتنا سخت ہے کہ سوائے پے در پے نفس کے ساتھ جہاد کرنے اور بہت زیادہ تکالیف کو برداشت کرنے کے حاصل نہیں ہو سکتا اور سوائے اللہ تعالیٰ کی تائید کے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے نماز میں ہمیشہ اھدنا الصراط المستقیم پڑھتے ہیں۔ صراط مستقیم پر چلنا اتنا دشوار اور سخت ہے کہ رسول گرامی اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے

- الھی لا تکلنی الی نفسی طرفة عین ابدا۔

تائیدات الٰہی:۔ یہ ٹھیک ہے کہ نفس کے ساتھ جہاد بہت سخت اور مشکل ہے اور نفس کے ساتھ جہاد کرنا استقامت اور پائیداری اور ہوشیاری اور حفاظت کا محتاج ہے لیکن پھر بھی ایک ممکن کام ہے اور انسان کو تکامل کے لئے یہ ضروری ہے اگر انسان ارادہ کر لے اور نفس کے جہاد میں شروع ہو جائے تو خداوند عالم بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے کی ہدایت کرتے ہیں۔

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مبارک ہو اس انسان کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے نفس اور خواہشات نفس کے ساتھ جہاد کرے۔ جو شخص خواہشات نفس کے لئے لشکر پر غلبہ حاصل کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضایت حاصل کریگا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور فروتنی سے پیش آئے اور اپنی عقل کو نفس کا ہمسایہ قرار دے تو وہ ایک بہت بڑی سعادت حاصل کریگا۔

انسان اور پروردگار کے درمیان نفس امارہ اور اس کی خواہشات کے تاریک اور

وحشت ناک پردے ہوا کرتے ان پردوں کے ختم کرنے کیلئے خدا کی طرف احتیاج خضوع اور خشوع بھوک اور روزہ رکھنا اور شب بیداری سے بہتر کوئی اسلحہ نہیں ہوا کرتا اس طرح کرنے والا انسان اگر مرجائے تو دنیا سے شہید ہو کر جاتا ہے اور اگر زندہ رہ جائے تو اللہ تعالیٰ کے رضوان اکبر کو جا پہنچتا ہے خداوند عالم فرماتا ہے جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستوں کی راہنمائی کر دیتے ہیں۔اور خدا نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اگر کسی کو تو اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے میں اپنے سے زیادہ کوشش کرنے والا دیکھے تو تو اپنے نفس کو ملامت اور سرزنش کر اور اسے اپنے نفس کی حفاظت کرنے میں زیادہ شوق دلا۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو اس کے لئے لگام بنا کر اسے نیکیوں کی طرف لے جا جس طرح کہ کوئی اپنے ناپختہ غلام کی تربیت کرتا ہے اور اس کے کان پکڑ کر اسے ٹھیک کرتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی نماز پڑھتے کہ آپؐ کے پاؤں مبارک ورم کر جاتے تھے اور لوگوں کے اعتراض کرنے پر انہیں یوں جواب دیتے تھے کہ کیا میں شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں؟ پیغمبر اکرم عبادت کر کے اپنی امت کو درس دے رہے تھے۔ اے انسان تو بھی کبھی عبادت اور ریاضت اور کوشش کرنے سے غافل نہ رہ۔ اور جان لے کہ اگر تو نے عبادت اور اس کی برکات کے مٹھاس کو محسوس کر لیا اور اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے انوار سے نورانی کر لیا تو پھر تو ایسا ہو جائیگا کہ ایک گھڑی بھی عبادت سے نہیں رک سکے گا گرچہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ کر دیا جائے۔

عبادت سے روگردانی اور اعراض کی وجہ سے انسان عبادت کے فوائد اور گناہ اور معصیت سے محفوظ رہنے اور توفیقات الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے۔

نفس کیساتھ جہاد بالکل جنگ والے جہاد کی طرح ہوتا ہے جو وار دشمن پر کریگا اور جو مورچہ دشمنوں سے فتح کرے گا اسی مقدار اس کا دشمن کمزور اور ضعیف ہوتا جائیگا اور فتح کرنے والی فوج طاقت ور ہوتی جائیگی۔

اور دوبارہ حملہ کرنے اور فتح حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ کا

طریق کار اور سنت یوں ہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان تنصرو اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

نفس کے ساتھ جہاد کرنا بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ جتنا وار نفس آمادہ پر وارد ہو گا اور اس کی غیر شرعی خواہشات اور ھوی و ہوس کی مخالفت کی جائیگی اتنی ہی مقدار نفس کمزور ہو جائیگا اور تم قوی ہو جاؤ گے اور دوسری فتح حاصل کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ گے برعکس جتنی سستی کرو گے اور نفس کے مطیع اور تسلیم ہوتے جاؤ گے تم ضعیف ہوتے جاؤ گے اور نفس قوی ہوتا جائے گا اور تمہیں فتح کرنے کے لئے نفس آمادہ تر ہوتا جائیگا اگر ہم نفس کے پاک کرنے میں اقدام کریں تو خداوندعالم کی طرف سے تائید کئے جائیں گے اور ہر روز زیادہ اور بہتر نفس امارہ پر مسلط ہوتے جائیں گے لیکن اگر خواہشات نفس اور اس کی فوج کے لئے میدان خالی کر دیں تو وہ قوی ہوتا جائیگا اور ہم پر زیادہ مسلط ہو جائیگا۔

اپنا طبیب خود انسان :- یہ کسی حد تک ٹھیک ہے کہ پیغمبر اور آئمہ اطہار انسانی نفوس کے طبیب اور معالج ہیں لیکن علاج کرانے اور نفس کے پاک بنانے اور اس کی اصلاح کرنے کی ذمہ داری خود انسان پر ہے۔ پیغمبر علیہ السلام اور آئمہ اطہار انسان کو علاج کرنے کا درس دیتے ہیں اور نفس کی بیماریوں اور ان کی علامتیں اور برے نتائج اور علاج کرنے کا طریقہ اور دواء کی وضاحت بیان کرتے ہیں تاکہ خود انسان اپنے درد اور اس کی دواء سے آگاہی پیدا کرے اور اپنے نفس کی اصلاح کی ذمہ داری سنبھال لے کیونکہ خود انسان سے کوئی بھی بیماری کی تشخیص بہتر طریقے سے نہیں کر سکتا ور اس کے علاج کرنے کے درپے نہیں ہو سکتا۔ انسان نفسانی بیماریوں اور اس کے علاج کو واعظین سے سنتا یا کتابوں میں پڑھتا ہے لیکن بالاخر جو اپنی بیماری کو آخری پہچاننے والا ہو گا اور اس کا علاج کرے گا وہ خود انسان ہی ہو گا۔ انسان دوسرں کی نسبت درد کا بہتر احساس کرتا ہے اور اپنی مخفی صفات سے آگاہ اور عالم ہے اگر انسان اپنے نفس کی خود حفاظت نہ کرے تو دوسروں کے وعظ اور نصیحت اس میں کس طرح اثر انداز اور

مفید واقع ہو سکتے ہیں؟ اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اصلاح نفس کو انسان داخلی حالت سے شروع کرے اور اپنے نفس کو پاک کرنے اور بیماریوں سے محفوظ رکھنے کی رعایت کرتے ہوئے اسے اس کے لئے آمادہ کرے اور اسلام نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے آپ کی خود حفاظت کرے اور یہی بہت بڑا تربیتی قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ ہر انسان اپنی نیکی اور برائی سے خود آگاہ اور عالم ہے گرچہ وہ عذر گھڑتا رہتا ہے۔

حضرت صادق علیہ السلام نے ایک آدمی سے فرمایا کہ تمہیں اپنے نفس کا طبیب اور معالج قرار دیا گیا ہے تجھے درد بتلایا جا چکا ہے اور صحت و سلامتی کی علامت بھی بتلائی گئی ہے اور تجھے دواء بھی بیان کر دی گئی ہے پس خوب فکر کر کہ تو اپنے نفس کا کس طرح علاج کرتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو وعظ کرنے والا خود اس کا اپنا نفس نہ ہو تو دوسروں کی نصیحت اور وعظ اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا۔ اے آدم کے بیٹے تو ہمیشہ خوبی اور اچھائی پر ہو گا جب تک تو اپنے نفس کو اپنا واعظ اور نصیحت کرنے والا بنائے رکھے گا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کمزور ترین وہ انسان ہے جو اپنے نفس کی اصلاح کرنے سے عاجز اور ناتواں ہو۔

نیز امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے لائق یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی سرپرستی کو اپنے ذمہ قرار دے۔ ہمیشہ اپنی روح کی اور زبان کی حفاظت کرتا رہے۔

# تہذیب نفس کے مراحل

**حفاظت قبلی :-** اخلاقی اصول صحت کا لحاظ اور گناہوں اور برے اخلاق سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا نفس کو پاک کرنے کا آسان ترین اور بہترین مرحلہ ہوا کرتا ہے جب تک نفس انسانی گناہ میں آلودہ نہیں ہوا اور اس کا ارتکاب نہیں کیا تب تک فطری نورانیت اور صفا قطب رکھتا ہے۔ اچھے کاموں کے بجا لانے اور اچھے اخلاق سے متصف ہونے کی زیادہ قابلیت رکھتا ہے۔

ابھی تک اس کا نفس تاریک اور سیاہ نہیں ہوا اور شیطن نے وہاں راستہ نہیں پایا اور برائیوں کی عادت نہیں ڈالی اسی وجہ سے گناہ کے ترک کر دینے پر زیادہ آمادگی رکھتا ہے۔ جوان اور نوجوان اگر ارادہ کرلیں کہ اپنے نفس کو پاک رکھیں گے اور گناہ کے ارتکاب اور برے اخلاق سے پرہیز کریں گے تو ان کے لئے ایسا کرنا کافی حد تک آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا یہ اقدام حفظ نفس میں آتا ہے اور حفظ نفس عادت کے ترک کرنے کی نسبت بہت زیادہ آسان ہوتا ہے لہذا جوانی اور نوجوانی بلکہ بچپن کا زمانہ نفس کے پاک رکھنے کا بہترین زمانہ ہوا کرتا ہے انسان جب تک خاص گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا وہ گناہ کے ترک پر زیادہ آمادگی رکھتا ہے لہذا جوانوں نوجوانوں اور وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا انہیں ایسی حالت کی فرصت کو غنیمت شمار کرنا چاہئے اور کوشش کریں کہ بالکل گناہ کا ارتکاب نہ کریں اور اپنے نفس کو اسی پاکیزگی اور طہارت کی حالت میں محفوظ رکھیں۔ حفاظت کرنا گناہ کے ترک کرنے سے

زیادہ آسان ہوا کرتا ہے اور ضروری ہے کہ اس نقطے کی طرف متوجہ رہیں کہ اگر گناہ کا ارتکاب کر لیا اور برے اخلاق کو اپنا لیا ور شیطن کو اپنے نفس کی طرف راستہ دے دیا تو پھر ان کے لئے گناہ کا ترک کرنا بہت مشکل ہو جائیگا۔

شیطن اور نفس امارہ کی کوشش ہو گی کہ ایک دفعہ اور دو دفعہ گناہ کے انجام دینے کو اس کے لئے معمولی اور بے اہمیت قرار دے تاکہ اس حیلہ سے اپنا اثر رسوخ اس میں جما لے اور نفس کو گناہ کرنے کا عادی بنا دے لہٰذا جو انسان اپنی سعادت اور خوشبختی کی فکر میں ہے اسے چاہئے کہ حتمی طور سے نفس کی خواہشات کے سامنے مقابلہ کرے اور گناہ کے بجا لانے میں گرچہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو اپنے آپ کو روکے رکھے۔

امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ کسی برے کام یا کلام کو اپنے نفس کو بجالانے کی اجازت نہ دو۔

آپ نے فرمایا کہ اپنے نفس کی خواہشات پر اس سے پہلے کہ وہ طاقتور ہو جائے غلبہ حاصل کرو کیونکہ اگر وہ طاقتور ہو گیا تو پھر وہ تجھے اپنا قیدی بنا لے گا اور جس طرف چاہے گا تجھے لے جائیگا اس وقت تو اس کے سامنے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

آپ نے فرمایا کہ عادت چھا جانے والا دشمن ہے۔

آپ نے فرمایا کہ عادت انسان کی ثانوی طبیعت ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اپنی خواہشات پر اس طرح غلبہ حاصل کرو جس طرح ایک دشمن دوسرے دشمن پر غلبہ حاصل کرتا ہے اور اس کے ساتھ اس طرح جنگ کرو کہ جس طرح دشمن دشمن کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ شاید کہ اس ذریعے سے اپنے نفس کو رام اور مغلوب کر سکو۔

آپ نے فرمایا کہ گناہ کا نہ کرنا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے ہو سکتا ہے کہ ایک گھڑی کی شہوت رانی طولانی غم کا باعث ہو جائے۔ موت انسان کے لئے دنیا کی پستی اور فضاحت کو واضح اور کشف کرنے کا سبب ہوتی ہے۔ اور عقلمند انسان کے لئے

کسی خوشی اور سرور کو نہیں چھوڑتی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے نفس کو ان چیزوں سے جو نفس کے لئے ضرر رساں ہیں روح کے نکلنے سے پہلے روکے رکھ اور اپنے نفس کے لئے آزادی اس طرح آزادی کی کوشش کر کہ جس طرح زندگی کے اسباب کے طلب کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ تیرا نفس تیرے اعمال کے عوض گروی رکھا جا چکا ہے۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے مقام و مرتبت سے خوف کھائے اور اپنے نفس کو اس کی خواہشات سے روکے رکھے اس کی جگہ اور مقام بہشت میں ہے۔

بہر حال حفاظت قبلی سب سے آسان راستہ ہے اور جتنا انسان اس راستے کی تلاش اور عمل کرنے میں کوشش کرے گا یہ اس کے لئے پرارزش اور قیمتی ہو گا۔ اس جوان کو مبارک ہو جو زندگی کے آغاز سے ہی اپنے نفس امارہ پر قابو پائے رکھتا ہو اور اسے گناہ کرنے کی اجازت نہ دے اور آخری عمر تک اسے پاک و پاکیزہ اور اللہ کے تقرب کے لئے سیر و سلوک میں ڈالے رکھے تاکہ قرب الٰہی کے مرتبے تک پہنچ جائے۔

## یکدم ترک کرنا

اگر قبلی حفاظت کے مرحلے سے روح نکل جائے اور گناہ سے آلودہ ہو جائے تو اس وقت روح اور نفس کے پاک کرنے کی نوبت آ جائیگی۔ روح کے پاک کرنے میں کئی ایک طریق استعمال کئے جا سکتے ہیں لیکن سب سے بہترین طریقہ اندرونی انقلاب اور ایک دفعہ اور بالکل ترک کر دینا ہوا کرتا ہے۔ جو انسان گناہ اور برے اخلاق میں آلودہ ہو چکا ہوا ہے اسے یکدم خدا کی طرف رجوع اور توبہ کرنی چاہئے اور اپنی روح کو گناہ کی کثافت اور آلودگی سے دھونا چاہئے اور اسے پاک و پاکزیہ کرے ایک حتمی اور یقینی ارادے سے شیطن کو روح سے دور کرے اور روح کے دروازوں کو شیطن کے

لئے ہمیشہ کے لئے بند کر دے اور دل کے گھر کو اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کے نازل ہونے اور انوار الٰہی کے مرکز قرار پانے کے لئے کھول دے اور ایک ہی حملہ میں نفس امارہ اور شیطان کو مغلوب کر دے اور نفس کی لگام کو مضبوط اور ہمیشہ کے لئے اپنے ہاتھ میں لئے رکھے کتنے لوگ ہیں کہ جنہوں نے اس طریقے سے اپنے نفس پر غلبہ حاصل کیا ہے اور اپنے نفس کو یکدم اور یک دفعی طریقہ سے پاک کرنے کی توفیق حاصل کر لی ہے اور پھر آخری عمر تک اسی کے پابند رہے ہیں یہ اندرونی انقلاب کبھی واعظ اور اخلاق کے پاک بنانے والے استاد کے ایک جملے یا اشارے سے پیدا ہو جاتا ہے یا ایک واقعہ غیر عادی سے کہ کسی دعا ذکر اور کی مجلس میں ایک آیت یا روایت یا چند دقیقے فکر کرنے سے حاصل ہو جایا کرتا ہے۔ کبھی ایک معمولی واقعہ مثل ایک چنگاری کے داخل ہونے سے دل کو بدل اور روشن کر دیتا ہے۔ ایسے لوگ گذرے ہیں جنہیں اسی طریقے سے اپنے نفس کو پاکیزہ بنانے کی توفیق حاصل ہوئی ہے اور وہ راہ خدا کے سالک قرار پائے ہیں جیسے بشر حافی کا واقعہ۔ بشر حافی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک اشراف اور ثروتمند انسان کی اولاد میں سے تھا اور دن رات عیاشی اور فسق و فجور میں زندگی بسر کر رہا تھا اس کا گھر فساد رقص اور سرود عیش و نوش اور غنا کا مرکز تھا کہ غنا کی آواز اس کے گھر سے باہر بھی سنائی دیتی تھی لیکن اسی شخص نے بعد میں توبہ کر لی اور زاہد اور عابد لوگوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ اس کے توبہ کرنے کا واقعہ یوں لکھا ہے کہ ایک دن اسی بشر کی لونڈی کوڑا کرکٹ کا ٹھوکرا لے کر دروازے کے باہر پھینکنے کے لئے آئی اسی وقت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس کے دروازے کے سامنے سے گزر رہے تھے اور گھر سے ناچنے گانے کی آواز آپ کے کان میں پڑی آپ نے اس لونڈی سے پوچھا کہ اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام؟ اس نے جواب دیا کہ آزاد اور آقا زادہ ہے۔ امام نے فرمایا تم نے سچ کہا ہے کیونکہ اگر یہ بندہ اور غلام ہوتا تو اپنے مالک اور مولیٰ سے ڈرتا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی معصیت میں غرق اور گستاخ نہ ہوتا۔ وہ لونڈی گھر میں لوٹ گئی۔ بشر جو شراب کے دستر خوان پر بیٹھا تھا اس نے لونڈی

سے پوچھا کہ تم نے دیر کیوں کی؟ لونڈی نے اس غیر معروف آدمی کے سوال اور جواب کو اس کے سامنے نقل کیا۔ بشر نے لونڈی سے پوچھا کہ آخری بات اس آدمی نے کیا کہی؟ لونڈی نے کہا کہ اس کا آخری جملہ یہ تھا کہ تم نے سچ کہا ہے کہ اگر وہ غلام ہوتا اور اپنے کو آزاد نہ سمجھتا یعنی اپنے اپ کو خدا کا بندہ اور غلام سمجھتا تو اپنے مولی اور آقا سے خوف کھاتا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے میں اتنا گستاخ اور جری نہ ہوتا۔ امام علیہ السلام کا یہ مختصر جملہ تیر کے طرح بشر کے دل پر لگا اور آگ کی چنگاری کی طرح اس کے دل کو نورانی اور دگرگون کر گیا۔ شراب کے دسترخوان کو دور پھینکا اور ننگے پاؤں باہر دوڑا اور اپنے آپ کو اس غیر معروف آدمی تک جا پہنچایا اور دوڑتے دوڑتے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تک جاپہنچا اور عرض کی اے میرے مولی میں اللہ تعالیٰ اور آپ سے معذرت کرتا ہوں۔ جی ہاں میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور غلام تھا اور ہوں لیکن میں نے اپنے اللہ تعالیٰ کی غلامی اور بندگی کو فراموش کر دیا اسی وجہ سے اس طرح کی گستاخیاں کرنے لگا لیکن اب میں نے اپنے آپ کو بندہ سمجھ لیا اور اپنے گذرے ہوئے کردار سے توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول کر لے گا اور تو اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دے۔ بشر نے توبہ کی۔ اور عبادت گذار اور زہاد اور اولیاء خدا میں داخل ہو گیا اور اس نعمت کے شکریہ کے طور پر اپنی ساری عمر ننگے پاؤں چلتا رہا (جس کی وجہ سے اس کا نام بشر حافی یعنی ننگے پاؤں والا ہو گیا)

ابو بصیر کہتے ہیں کہ ایک آدمی جو ظالم بادشاہوں کا ملازم اور مددگار تھا میری ہمسائیگی میں رہتا تھا اس نے بہت کافی مال حرام طریقے سے جمع کیا ہوا تھا اور اس کا گھر فساد اور عیاشی لہو و لعب رقص اور غنا کا مرکز تھا میں اس کی ہمسائیگی میں بہت ہی تکلیف اور دکھ میں تھا لیکن اس کے سوا کوئی راہ فرار بھی نہ تھی کئی دفعہ اسے نصیحت کی لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا لیکن ایک دن میں نے اس کے متعلق بہت زیادہ اصرار کیا۔ اس نے کہا اے فلاں۔ مین شیطن کا قیدی اور اس کے پھندے میں آچکا ہوں

اور عیاشی اور شراب خوری کا عادی ہو چکا ہوں اور اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ بیمار ہوں لیکن میں اپنا علاج بھی نہیں کرنا چاہتا۔ تو میرا اچھا ہمسایہ ہے لیکن میں تیرا برا ہمسایہ ہوں کیا کروں خواہشات نفس کا قیدی ہو گیا ہوں کوئی نجات کا راستہ نہیں دیکھ پاتا۔ جب تو امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں جائے تو آپ کے سامنے میری حالت بیان کرنا شاید میرے لئے کوئی نجات کا راستہ نکال سکیں ابو بصیر کہتا ہے کہ میں اس کی اس گفتگو سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ کئی دن کے بعد جب میں کوفہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیادرت کے قصد سے مدینہ منورہ گیا اور جب آپ کی خدمت میں مشرف ہوا تو اپنے اس ہمسایہ کے حالات اور اس کی گفتگو کا تذکرہ آپ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو کوفہ واپس جائے وہ آدمی تیرے ملنے کے لئے آئے گا۔ اس سے کہنا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس حالت میں تو ہے یعنی گناہوں کو چھوڑ دے تو میں تیرے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ جب میں اپنے کام مدینہ میں پورے کر چکا تو کوفہ واپس لوٹ آیا۔ لوگ میرے ملنے کے لئے آ رہے تھے انہیں میں میرا وہ ہمسایہ بھی مجھے ملنے کے لئے آیا احوال پرسی کے بعد اس نے واپس جانا چاہا تو میں نے اسے اشارے سے کہا کہ بیٹھا رہ مجھے آپ سے کام ہے۔ جب میرا گھر لوگوں کے چلے جانے سے خالی ہو گیا تو میں نے اس سے کہا۔ کہ میں نے تیری حالت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی تھی۔ آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ جب تو کوفہ جائے تو میرا سلام اسے پہنچا دینا اور اسے کہنا کہ اس حالت یعنی گناہوں کو ترک کر دے میں تیری جنت کا ضامن ہوں۔ اس تھوڑے سے امام کے پیغام نے اس شخص پر اتنا اثر کیا کہ وہ وہیں بیٹھ کر رونے لگ گیا اور اس کے بعد مجھ سے کہا کہ اے ابو بصیر تجھے خدا کی قسم کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہے؟ میں نے اس کے سامنے قسم اٹھائی کہ یہ پیغام بعینہ وہی ہے جو امام علیہ السلام نے دیا ہے۔ وہ کہنے لگا بس یہی پیغام میرے لئے کافی ہے۔ یہ کہا اور وہ میرے گھر سے باہر چلا گیا۔ کافی دن تک مجھے اس کی کوئی خبر نہ ملی۔ ایک دن اس نے

میرے لئے پیغام بھیجا کہ میرے پاس آ مجھے تم سے کام ہے۔ میں نے اس کی دعوت قبول کی اور اس کے گھر کے دروازے پر گیا۔ دروازے کے پیچھے سے مجھے آواز دی اور کہا۔ اے ابو بصیر۔ جتنا مال میں نے حرام سے اکٹھا کیا ہوا تھا وہ سب کا سب میں نے لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنا لباس بھی دے دیا ہے۔ اب ننگا اور بے لباس دروازے کے پیچھے کھڑا ہوں۔ اے ابو بصیر میں نے امام جعفر صادق کے حکم پر عمل کیا ہے اور تمام گناہوں کو چھوڑ دیا ہے یعنی توبہ کر لی ہے۔ ابو بصیر کہتا ہے کہ میں اس ہمسائے کے گناہوں کے چھوڑ دینے اور توبہ کر لینے سے بہت خوشحال ہوا اور امام علیہ السلام کی کلام کے اس میں اثر کرنے سے حیرت زدہ ہوا۔ گھر واپس لوٹ آیا تھوڑے سے کپڑے اور خوراک لی اور اس کے گھر لے گیا۔ کئی دن کے بعد پھر مجھے بلایا۔ میں اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ بیمار اور علیل ہے اور وہ کافی دن تک بیمار رہا میں اس کی برابر عیادت اور بیمار پرسی اور تیمار داری کرتا رہا۔ لیکن اس کے لئے کوئی علاج فائدہ مند واقع نہ ہوا۔ ایک دن اس کی حالت بہت سخت ہو گئی اور جان کنی کے عالم میں ہو گیا۔ میں اس کے سرہانے بیٹھا رہا جب کہ وہ جان سپرد کرنے کی حالت میں تھا یکدفعہ ہوش میں آیا اور کہا۔ اے ابو بصیر۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے یہ جملہ کہا اور اس جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ میں کئی دنوں کے بعد حج کو گیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں مشرف ہوا۔ میرا ایک پاؤں دروازے کے اندر اور ایک پاؤں دروازے سے باہر تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابو بصیر ہم نے تیرے ہمسائے کے بارے میں جو وعدہ کیا تھا۔ ہم نے وہ پورا کر دیا ہے ہم نے جو اس کے لئے بہشت کی ضمانت کی تھی اسے دلوا دی ہے۔

اس طرح کے لوگ تھے اور اب بھی ہیں کہ حتمی ارادے اور شجاعانہ اقدام سے اپنے نفس امارہ کو مغلوب کر لیتے ہیں اور اس کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ ایک اندرونی اور باطنی انقلاب سے نفس کو پاک کر دیتے ہیں اور تمام برائیوں کو چھوڑ کر اسے صاف اور شفاف بنا دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس طرح کا راستہ اختیار کر لینا

ہمارے لئے بھی ممکن ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عادت کے ترک کرنے کے لئے اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرو اور ہوی اور ہوس اور خواہشات کے ساتھ جہاد کرو شاید تم اپنے نفس کو اپنا قیدی بنا سکو۔

نیز امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سب سے بہترین عبادت اپنی عادات پر غلبہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن تمام آنکھیں سوائے تین آنکھوں کے رو رہی ہوں گی۔

1- آنکھ جو خدا کے راستے کے لئے بیدار رہی ہو۔

2- وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے روتی رہی ہو۔

3- وہ آنکھ جس نے محرمات الہی سے چشم پوشی کی ہو۔

4- جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے جناب موسی علیہ السلام کو وحی کی کہ کوئی انسان میرا قرب محرمات سے پرہیز کر کے کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتا یقیناً" میں بہشت عدن کو اس کے لئے مباح کر دوں گا اور کسی دوسرے کو وہاں نہیں جانے دوں گا۔

یہ بھی مانا جاتا ہے کہ نفس امارہ کو مطیع بنانا اور بطور کلی گناہ کا انجام نہ دینا اتنا آسان کام نہیں ہے لیکن اگر انسان ملتفت ہو اور فکر اور عاقبت اندیشی رکھتا ہو اور ارادہ اور ہمت کر لے تو پھر اتنا یہ مشکل بھی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالی کی تائید بھی اسے شامل حال ہو گی اور خدا فرماتا ہے کہ جو لوگ ہمارے راستے کے لئے جہاد کرتے ہیں ہم انہیں ہدایت کر دیتے ہیں اور اللہ ہے ہی احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللّٰہ مع المحسنین۔

3- آہستہ آہستہ ترک کرنا۔

اگر ہم اتنی اپنے آپ میں طاقت اور ہمت نہیں رکھتے کہ یکدم تمام گناہوں کو ترک کر دیں تو اتنا تو مصمم ارادہ کر لیں کہ گناہوں کو آہستہ آہستہ انجام دے دیں پہلی دفعہ امتحان کے طور پر ایک گناہ یا کئی ایک گناہوں کو ترک کرنا شروع کر دیں اور مصمم ارادہ کر لیں۔ اس کام کو دوام دیں کہ اس کے ترک پر اپنے نفس کو کامیاب قرار دے دیں اور ان گناہوں کو بالکل ختم کر دیں پھر یہی کام دوسرے چند ایک گناہوں کے بارے میں انجام دینا شروع کر دیں اور اس پر کامیابی حاصل کر لیں اور اسی حالت میں خوب ملتفت رہیں کہ کہیں اس ترک کئے ہوئے گناہ کو پھر سے انجام نہ دے دیں اور یہ واضح ہے کہ ہر گناہ یا چند گناہوں کے ترک کرنے پر نفس آمارہ اور شیطن کمزور ہوتا جائیگا اور جتنا شیطن نفس سے باہر نکلے گا اس کی جگہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ لے لے گا۔ جس گناہ کا سیاہ نقطہ نفس سے دور ہو گا اتنی مقدار وہاں نورانیت اور سفیدی زیادہ ہو جائے گی۔ اسی طریقے سے گناہوں کے ترک کو برابر انجام دیتے جائیں تو پھر بطور کامل نفس پاک ہو جائیگا اور نفس کو اس کے نفسانی خواہشات پر قابو پانے اور فتح حاصل کرنے کی پوری طرح کامیابی حاصل ہو جائیگی اور ممکن ہے کہ اسی دوران ایک ایسے مرتبے تک پہنچ جائیں کہ تمام گناہوں کو یکدم ترک کرنے کی طاقت اور قدرت پیدا کر لیں ایسی صورت میں ایسی قیمتی اور پرارزش فرصت سے استفادہ کرنا چاہئے اور یکدم تمام گناہوں کو ترک کر دینا چاہئے اور شیطن اور نفس امارہ کو باہر پھینک ڈالنے پر قابو پالینا چاہئے اور نفس کے گھر کو خدا اور اس کے فرشتوں کے لئے مخصوص کر لینا چاہئے اگر اس کے لئے کوشش اور جہاد کریں تو یقیناً" اس پر کامیاب ہو جائیں گے۔ نفس کے ساتھ جہاد بعینہ دشمن کے ساتھ جہاد کرنے جیسا ہوتا ہے۔ دشمن سے جہاد کرنے والا ہر وقت دشمن پر نگاہ رکھے اپنی طاقت کو دشمن کی طاقت سے موازنہ کرے اور اپنی طاقت کو قوی کرنے میں لگا رہے اور فرصت ملتے ہی ممکن طریقے سے دشمن پر حملہ کر دے اور اس کی فوج کو ہلاک کر دے یا اپنے ملک سے باہر نکال دے۔

## وہ کام جو نفس کے پاک کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

### 1۔ فکر کرنا۔

نفس کے پاک کرنیکا ایک اہم مانع غفلت ہوا کرتی ہے اگر ہم دن رات دنیا کی زندگی میں غرق رہیں اور موت کی یاد سے غافل رہیں اور ایک گھڑی بھی مرنے کے بعد کے بارے میں سوچنے پر حاضر نہ ہوں اور اگر کبھی مرنے کی فکر آئی بھی تو اسے فوراً بھلا دیں ہیں اور اگر برے اخلاق کے نتائج سے غافل ہیں اور اگر گناہوں کی اخروی سزا اور عذاب کا فکر نہیں کرتے خلاصہ خدا اور آخرت پر ایمان ہمارے دل کی گہرائیوں میں راسخ نہیں ہوا اور خدا صرف ایک ذھنی مفھوم سے آگے نہیں بڑھا تو پھر ایسی غفلت کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح اپنے نفس کو پاک کرنے کا عزم بالجزم کر سکتے ہیں؟ کس طرح نفس کو اس کی خواہشات پر کنٹرول کر سکتے ہیں؟ کیا اس سادگی سے نفس امارہ کے ساتھ جہاد کیا جا سکتا ہے؟ غفلت خود ایک نفس کی بڑی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے اور یہ دوسری بیماریوں کے لئے جڑ واقع ہوتی ہے۔ اس بیماری اور درد کا علاج صرف فکر کرنا عاقبت اندیشی اور ایمان کی قوت کو مضبوط اور قوی کرنا ہے۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ اپنے نفس کا محافظ اور مراقب رہے۔ کسی وقت بھی اسے فراموش نہ کرے اور نفسانی بیماریوں کے بد انجام اور گناہوں کی سزا اور دوزخ کی سخت عذا کو سوچتا رہے۔ قیامت کے حساب اور کتاب کو ہمیشہ نگاہ میں رکھے اس صورت میں نفس کو پاک کرنے کے لئے آمادہ کیا جا سکتا ہے اور حتمی فیصلہ کر سکتا ہے اور اپنے نفس کو برے اخلاق اور گناہوں سے پاک کر سکتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے دل کو دائمی فکر سے آباد

کرے گا اس کے ظاہری اور باطنی کام اچھے ہونگے۔

تادیب و مجازات۔

اگر ہم نفس کے پاک کرنے پر کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہم تنبیہہ اور ادب دیئے جانے اور جزائے اخروی سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ ابتداء میں ہم نفس کو خطاب کرتے ہوئے تہدید اور ڈرائیں کہ میں نے حتمی ارادہ کر لیا ہے کہ گناہوں کو ترک کر دوں اور اگر اے نفس تو میری اس میں مدد نہیں کرے گا اور گناہ کا ارتکاب کرے گا تو میں فلاں سزا تیرے بارے میں جاری کر دونگا مثلاً" اگر تو نے کسی کی غیبت کی تو میں ایک دن روزہ رکھ لوں گا یا ایک ہفتے تک صرف لازمی گفتگو کروں گا یا اتنا روپیہ صدقے کے طور پر دے دونگا یا ایک دن پانی نہیں پیونگا یا صرف ایک وقت غذا سے تجھے محروم کر دونگا یا کئی گھنٹے گرمیوں میں دھوپ میں بیٹھا رہونگا تاکہ تو جہنم کی حرارت کو نہ بھلا سکے یا اس طرح کی اور سزائیں اپنے نفس کو سنائیں۔

اس کے بعد اپنے نفس پر اچھی طرح نگاہ رکھیں کہ وہ بعد میں غیبت نہ کرنے لگے اور اگر اس سے غیبت صادر ہو جائے تو حتمی ارادے سے بغیر کسی نرمی اور سستی کے اس کے مقابلے میں اڑ جائیں اور وہ سزا جسکا نفس سے وعدہ کیا ہوا تھا اس پر جاری کر دیں جب نفس امارہ کو احساس ہو جائیگا کہ ہم گناہ کے نہ کرنے پر مصر ہیں اور بغیر کسی نرمی کے اسے سزا دیں گے تو پھر وہ ہماری شرعی چاہت کو ماننے لگ جائے گا۔

اگر کافی مدت تک بغیر چشم پوشی کے اس طریقے پر عمل کرتے رہیں تو پھر ہم شیطن کے راستے کو روک سکیں گے اور نفس امارہ پر پوری طرح سے مسلط ہو جائیں گے لیکن اس کی عمدہ شرط یہ ہے کہ ہم حتمی ارادہ کر لیں اور بغیر کسی معمولی نرمی کے سرکش نفس کو سزا دے دیں۔ بہت تعجب کا مقام ہے کہ ہم دنیاوی امور میں معمولی غلطی کرنے والے کو سزا اور تنبیہہ کرتے ہیں لیکن اپنے نفس کے پاک کرنے میں اس روش پر عمل نہیں کرتے حالانکہ اخروی سعادت اور نجات نفس کے پاک ہونے پر

موقوف ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندوں نے اپنے نفس کے پاک کرنے اور بہتر بنانے اور نفس پر قابو پانے میں اس طریقے پر عمل کرنے کی توفیق حاصل کی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نفس کو اپنا قیدی بنانے اور اس کی عادات کو ختم کرنے میں بھوک بہت ہی زیادہ مدد گار ہوتی ہے۔

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے جو شخص اپنے نفس کو ریاضت اور تکلیف میں زیادہ رکھے گا وہ اس سے فائدہ اٹھائیگا۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ سخت گرمی کے زمانے میں رسول خداؐ ایک دن ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران ایک آدمی ایا اس نے اپنا لباس اتارا اور گرم ریت پر لیٹ گیا اور ریت پر لوٹنا پوٹنا شروع کر دیا کبھی اپنی پیٹھ کو گرم ریت پر رکھ کر گرم کرتا اور کبھی اپنے پیٹ اور کبھی اپنے چہرے کو اور کہتا اے نفس امارہ اس ریت کی گرمایش کو چکھ اور جان لے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے زیادہ اور سخت تر ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا خوب نظارہ کر رہے تھے۔ جب اس آدمی نے اپنا لباس پہنا اور چاہا کہ وہاں سے چلا جائے تو رسول خداؐ نے اسے اپنے پاس آنے کا اشارہ دیا۔ اس آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بجا لایا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے اس سے فرمایا کہ میں نے تجھے ایسا کام کرتے دیکھا ہے کہ اسے دوسرے لوگ نہیں کرتے تمہاری اس کام سے کیا غرض تھی؟ اس نے جواب میں عرض کی یا رسول اللہؐ مجھے خدا کے خوف نے اس کام کے کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ میں یہ کام انجام دیتا تھا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اس گرمی کو چکھ اور جان لے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے زیادہ شدید اور دردناک ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا واقعی تو خدا سے خوف زدہ ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے اس عمل سے آسمان کے فرشتوں پر فخر کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس آدمی کے نزدیک جاؤ اور اس سے خواہش کرو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے اصحابؓ اس

کے نزدیک گئے اور اس سے دعا کی خواہش کی اس آدمی نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا الھم اجمع امرنا علٰی الھدی واجعل التقوی زادنا والجنته مابنا

یعنی اے اللہ ہمیں ہدایت پر جمع کر دے اور تقویٰ کو ہمارا زاد راہ قرار دے اور جنت ہمارا ٹھکانا بنا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے نفس کو با ادب بنانے کے لئے کوشش کرو اور اسے سخت عادات سے روکو۔

حضرت صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ خدا اور بندے کے درمیان نفس کی خواہشات سے زیادہ تاریک اور وحشت ناک پردہ نہیں ہوا کرتا اور اسے ختم کرنے کے لئے خدا کی طرف احتیاج اور اس کے سامنے خضوع اور خشوع اور دن میں بھوک اور پیاس اور رات کی بیداری سے کوئی بہتر ہتھیار نہیں ہے اگر انسان ایسی حالت میں مر جائے تو شہید دنیا سے جائے گا اور اگر زندہ رہے تو بالاخر اللہ تعالیٰ کے رضوان اکبر کو حاصل کرلے گا خدا قران میں فرماتا ہے جو ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کی کرامت کی طرف توجہ کرنا اور انسانی اقدار کو قوی بنانا

بیان ہو چکا ہے کہ انسانی روح اور نفس ایک گران بہا موتی ہے جو حیات و کمال و جمال و رحمت و احسان کے عالم سے وجود میں آیا ہے اور بطور فطرت انہیں امور سے. سنخیت رکھتا ہے اگر یہ اپنے بلند مقام اور منزلت اور قیمتی وجود کی طرف توجہ رکھے ہوئے ہو تو گناہوں کا ارتکاب اور برے اخلاق کو اپنی شان سے پست تر شمار کرے گا اور فطرتا" ان سے متنفر ہو گا جب اس نے سمجھ لیا کہ وہ انسان ہے اور انسان ذات الٰہی کے خاص لطف و کرم سے عالم بالا سے اس دنیا میں ایا ہے تو پھر اس کی نگاہ

میں حیوانی خواہشات اور ہوی اور ہوس بے قیمت جلوہ گرہوں گی اور اپنے وجود میں مکارم اخلاق کو زندہ رکھنے کی طرف مائل ہو گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کی عزت کرتا ہو اس کے لئے شہوات بہت معمولی اور بے ارزش ہوں گی۔

امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ معزز اور گراں قدر انسان کون ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جو دنیا کو اپنے وجود کی قیمت قرار نہ دے۔

لہذا روح کے انسانی شرافت اور اس کے وجود کے قیمتی ہونے اور اس کے مقام و مرتبت کے بلند و بالا کی طرف توجہ سے نفس کو گناہوں اور برے اخلاق سے پاک کرنے میں مدد لی جا سکتی ہے۔ اگر ہم اپنی روح سے مخاطب ہوں اور اسے کہیں کہ اے روح تو علم و حیات کمال و جمال احسان و رحمت اور قدس کے عالم سے آئی ہے تو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے تو ایسا انسان ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے اور اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو حیوان سے بلند و بالا ہے۔= تیرے وجود کی قیمت حیوانی خواہشات کی پیروی کرنا نہیں ہے اگر انسان اس طرح سوچے تو پھر گناہون کے ترک کر دینے اور روح کو پاک کرنے میں بہت آسانی ہو جائیگی اسی طرح نفس کو پاک کرنے کے لئے ہر بری صفت کی ضد کو قوی کرنا چاہئے تاکہ بری صفت آہستہ آہستہ دور ہو جائے نیک صفت کو اس کی جگہ لے آنا چاہئے تاکہ اس کی ثانوی عادت ہو جائے مثلاً اگر کسی انسان سے حسد کرتے ہیں اور اس پر نعمت اور خوشی سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے اور اس کی برائی اور اذیت اور توہین اور لاپرواہی کرنے اور اس کے کاموں میں روڑا اٹکانے سے ہم اپنے اندرونی بغض کو خوش کرتے ہیں تو اس صورت میں ہمیں اس کی تعریف اور ثنا احترام اور احسان اور خیر خواہی اور مدد کرنے میں کوشش کرنی چاہئے جب ہمارے کام حسد کے اقتضا کے خلاف ہونگے تو پھر آہستہ آہستہ یہ بری صفت زائل ہو جائیگی اور خیر خواہی کی صفت اس کی جگہ لے لے گی۔ اور اگر ہم کنجوسی اور بخل کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو پھر اپنے مال کو شرعی امور میں خرچ کر دینے

کو اپنے نفس پر لازم قرار دے دیں تاکہ تدریجاً بخالت کی صفت زائل ہو جائے اور احسان اور خرچ کرنے کی عادت ہو جائے۔ اور اگر حقوق اللہ خمس و زکواۃ وغیرہ کے ادا کرنے میں بخل کرتے ہیں تو پھر حتمی طور سے نفس کے مقابلے پر آجائیں اور اس کے وسوسے پر کان نہ دھریں اور مالی حقوق کو ادا کر دیں اور اگر ہم اپنے مال کو اپنے اہل و عیال اور زندگی کے مصارف میں خرچ کرنے سے انکار کرتے ہیں تو پھر ان میں خرچ کرنے کے لئے اپنے نفس پر زور دیں تاکہ اس کی عادت ہو جائے اور اگر بخالت کیوجہ سے نیکی کے کاموں میں شریک نہیں ہوتے تو پھر جیسے بھی ہو ان امور میں شرکت کرتے رہیں اور کچھ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور غریبوں کی اعانت کے لئے خرچ کرتے رہیں تاکہ آہستہ آہستہ اس کام کی عادت پڑ جائے معلوم ہے کہ یہ کام ابتداء میں بہت حد تک مشکل ہونگے لیکن اگر پائیداری اور کر گزرنا ہو جائے تو پھر یہ آسان ہو جائیں گے۔

قاعدتاً اپنے نفس کو پاک کرنے اور برے اخلاق سے جہاد کرنے کے لئے دو کاموں کو ہمیں انجام دینا ہو گا۔

1- برے اخلاق اور نفس کی خواہش کا کبھی اثبات میں جواب نہ دیں یعنی جو نفس چاہتا جائے ہم اسے بجا لاتے جائیں ایسا نہ کریں تاکہ اس کا بیج اور جڑ آہستہ آہستہ خشک ہو جائے۔

2- نیک صفت جو بری صفت کی ضد ہے اسے قوی بنائیں اور نفس کو اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور کریں تاکہ وہ آہستہ آہستہ اس کی عادت ڈال لے اور وہ اس کی عادت اور ملکہ بن جائے اور بری صفت کو بیخ سے اکھاڑ ڈالے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے نفس کو فضائل اور اچھے کام بجا لانے پر مجبور کر کیونکہ بری صفات تیرے اندر رکھ دی گئی ہوئی ہیں۔

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے نفس کو اچھے کام انجام دینے اور سختی کا بوجھ اٹھانے کی عادت ڈال تاکہ تیرا نفس شریف ہو جائے اور تیری آخرت آباد

ہو جائے اور تیری تعریف کرنے والے زیادہ ہو جائیں۔

نیز آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ نفسانی خواہشات قتل کر دینے والی بیماریاں ہیں ان کا بہترین علاج اور دواء صبر اور خود داری ہے۔

برے دوستوں سے قطع تعلق۔

انسان ایک موجود ہے جو دوسروں سے اثر قبول کرتا ہے اور دوسروں کی تقلید اور پیروی کرتا ہے۔ بہت سی صفات اور اداب اور کردار اور رفتار کو دوسرے ان انسانوں سے لیتا ہے کہ جن کے ساتھ بود و باش اور ارتباط رکھتا ہے۔ درحقیقت ان کے رنگ میں رنگا جاتا ہے بالخصوص دوستوں اور میل جول رکھنے والوں سے زیادہ اثر لیتا ہے جو اس کے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں۔ بداخلاق اور فاسد لوگوں کے ساتھ دوستی انسان کو فساد اور بداخلاقی کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں کی طرح بناتا ہے اگر کسی کے ہم نشین بداخلاق اور گناہگار ہوں تو وہ ان کے برے اخلاق اور گناہ سے انس پیدا کر لیتا ہے اور صرف ان کی برائی کو برائی نہیں سمجھتا بلکہ وہ اس کی نگاہ میں اچھائی بھی معلوم ہونے لگتی ہے اس کے برعکس اگر ہم نشین خوش اخلاق اور نیک ہوں تو انسان ان کے اچھے اخلاق اور کردار سے مانوس ہو جاتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو انہیں کی طرح بنائے لہذا اچھا دوست اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور انسان کے ترقی اور کمال تک پہنچنے کا بہت اچھا کار آمد اور سعادت آور شمار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس برا دوست انسان کی بدبختی اور راستے سے ہٹنے اور مصائب کا موجب ہوتا ہے لہذا دوست کے انتخاب اور اختیار کرنے کو ایک معمولی کام اور بے اہمیت شمار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اسے ایک اہم اور عاقبت ساز کام شمار کرنا چاہئے کیونکہ برا گناہگار دوست برے کاموں کو بھی اچھا بتلاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے دوست بھی اسی کی طرح ہو جائیں برا دوست نہ دنیا میں کسی کی مدد کرتا ہے اور نہ آخرت کے امور میں مدد کرتا ہے اس کے پاس انا جانا

بے عزتی اور رسوائی کا موجب ہوتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ فاسق احمق دروغ گو سے دوستی کرے۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان اپنے دوست اور ہم نشین کے دین پر ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ فاسق انسان سے دوستی کرنے میں حتمی طور سے اجتناب کرو اس واسطے کہ شر شر سے جا ملتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ برے اور شریر لوگوں سے میل جول رکھنے سے حتمی طور سے پرہیز کر کیونکہ برا دوست آگ کی طرح ہوتا ہے کہ جو بھی اس کے نزدیک جائیگا جل جائیگا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے، کہ برے دوست کے ساتھ میل جول سے حتما پرہیز کر کیونکہ وہ اپنے ہم نشین کو ہلاک کر دیتا اور اس کی ابرو کو ضرر پہنچاتا ہے۔

لہذا جو انسان اپنے نفس کو پاک کرنا چاہتا ہے اگر اس کے برے دوست ہیں تو ان سے میل جول فورا ترک کر دے کیونکہ برے دوست رکھتے ہوئے گناہوں کا چھوڑنا بہت مشکل ہے برے دوست انسان کے اپنے نفس کو پاک کرنے کے ارادے کو سست کر دیتے ہیں اور اسے گناہ اور فساد کی طرف راغب کرتے ہیں گناہ کرنا بھی ایک عادت ہے اور یہ اس صورت میں چھوڑی جا سکتی ہے جب دوسرے عادت رکھنے والوں سے میل جول ترک کر دے۔

5- لغزش کے مقامات سے دور رہنا۔

نفس کو پاک کرنا اور گناہ کا چھوڑ دینا اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ یہ بہت مشکل کام ہے۔ انسان ہر وقت لغزش اور گناہ کے میدان میں رہتا ہے۔ نفس امارہ برائیوں کی دعوت دیتا رہتا ہے اور نفس جو جسم کے حکم ماننے کا

مرکز ہے وہ ہمیشہ بدلتا اور دگرگوں ہوتا رہتا ہے۔ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات سے متاثر ہوتا ہے اور اسی کے مطابق فرمان جاری کرتا اور پھر وہ اسے کیسے سنتا اور دیکھتا اور کن شرائط میں قرار پاتا ہے۔ انسان مجالس اور محافل معنوی اور عبادات اور احسان نیک کاموں کے ماحول میں جانے سے اچھے کاموں کے بجالانے کی طرف مائل ہوتا ہے برعکس فسق و فجور اور گناہ کے مراکز اور محافل میں جانے سے انسان گناہ کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

معنوی ماحول دیکھنے سے انسان معنویات کی طرف رغبت کرتا ہے اور شہوت انگریز ماحول دیکھنے سے انسان شہوت رانی کے لئے حاضر ہو جاتا ہے اگر کسی عیش و نوش کی مجلس میں جائے تو عیاشی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اگر کسی دعا ونیائش کی مجلس میں حاضر ہو تو خدا کی طرف توجہ پیدا کرتا ہے۔ اگر دنیا داروں اور متاع کے عاشقوں کے ساتھ بیٹھے تو حیوانی لذت کی طرف لے جایا جاتا ہے اور اگر خدا کے نیک اور صالح بندوں کے پاس بیٹھے تو نیکی اور خوبی کی طرف رغبت کرتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ اپنے نفس کو پاک کرنے اور گناہوں کے ترک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کانوں کو شہوات انگیز اور خرابی و فساد اور گناہوں کے محافل اور مراکز سے دور رکھیں اور اس طرح کی محافل اور اجتماع میں شریک نہ ہوں اور اس طرح کے لوگوں کے ساتھ میل جول اور دوستی نہ رکھیں اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر ہمیشہ کے لئے گناہ اور خطا اور لغزش کے میدان میں واقع ہوتے رہیں گے اس لئے تو اسلام نے حرام کے اجتماع اور محافل جیسے جوئے بازی شراب وغیرہ میں شریک ہونے سے روکا ہے۔ نامحرم کو دیکھنا اور غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا اور اس سے مصافحہ کرنا اور اس سے ہنسی اور مزاح کرنے سے منع کیا ہے۔ اسلام میں پردے کے لئے سب سے بڑی حکمت اور مصلحت یہی چیز ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ماحول گناہوں کے ترک کردینے اور نفس کو پاک کرنے کے لئے سازگار ہو اس کے علاوہ کسی اور صورت میں نفس امارہ پر کنٹرول کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ فاسد ماحول انسان کو فساد کی

طرف لے جاتا ہے یہاں تک کہ صرف گناہ کی فکر اور سوچ بھی انسان کو گناہ کی طرف بلاتی ہے لہٰذا اسلام ہمیں کہتا ہے کہ گناہ کی فکر اور سوچ کو بھی اپنے دماغ میں راستہ نہ دو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب آنکھ کسی شہوت کو دیکھ لے تو پھر اس کی روح اس کے انجام کے سوچنے سے اندھی ہو جاتی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گناہ کا سوچنا اور فکر کرنا تجھے گناہ کرنے کا شوق دلائے گا۔

## خود پسندی اور خود خواہی تمام مفاسد کی جڑ ہے۔

علماء اخلاق نے خود پسندی اور خود خواہی کی صفت کو ام الفساد یعنی فساد کی جڑ قرار دیا ہے اور تمام گناہوں اور تمام بری صفات کا سبب خود پسندی بتلایا ہے۔ لہٰذا نفس کو اس سے پاک کرنے میں بہت ہی زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ ہم کو پہلے خود پسندی اور خود خواہی کے معنی بیان کرنے چاہئیں اس کے بعد اس بری صفات کے برے اثرات اور اس سے مقابلہ کرنے کی تشریح کرنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہر زندہ شے کو اپنی ذات اور صفات کمالات اور افعال اور آثار سے محبت اور علاقمندی ہوا کرتی ہے یعنی فطرت اور طبیعت میں خود پسند اور خود خواہ ہوا کرتے ہیں لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ خود پسندی کو بطور کلی برا جانا جائے بلکہ یہ توضیح اور تشریح کا محتاج ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انسان دو وجود اور دو خود اور دو میں رکھتا ہے ایک حیوانی وجود اور میں اور دوسرا انسانی وجود اور میں۔ اس کا انسانی وجود اور میں اللہ تعالیٰ کی ایک خاص عنایت ہے جو عالم ملکوت سے نازل ہوا ہے تاکہ وہ زمین میں اللہ کا خلیفہ ہو۔ اس لحاظ سے وہ علم اور حیات قدرت اور رحمت احسان اور اچھائی اور کمال کے اظہار سے سنخیت رکھتا ہے اور انہیں کا چاہنے والا ہے لہٰذا اگر انسان اپنے آپ کو پہچانے اور اپنے وجود کی قیمت کو جانے اور اسے محترم رکھے تو وہ تمام خوبیوں اور کمالات کے سرچشمہ کے نزدیک ہو گا اور مکارم اخلاق اور فضائل اور اچھائیوں کو اپنے آپ میں زندہ کرے گا لہٰذا اس طرح کی خود پسندی اور خود خواہی کو برا نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس قسم کی خود پسندی اور خود خواہی قابل مدح ہوا کرتی ہے کیونکہ درحقیقت یہ خود خواہی والی صفت نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ خدا خواہی اور خدا طلبی والی صفت ہے جیسے کہ پہلے بھی

تجھے معلوم ہو چکا ہے اور آئندہ بھی تجھے زیادہ بحث کر کے بتلایا جائیگا۔ انسان کا دوسرا وجود اور مرتبہ حیوانی ہے اس وجود کے لحاظ سے انسان ایک ٹھیک ٹھاک حیوان ہے اور تمام حیوانی خواہشات اور تمایلات اور غرائز رکھتا ہے اس واسطے کہ اس جہان میں زندہ رہے اور زندگی کرے تو اسے حیوانی خواہشات کو ایک معقول حد تک پورا کرنا ہو گا۔ اتنی حد تک ایسی خود خواہی اور خود پسندی بھی ممنوع اور قابل مذمت نہیں ہے لیکن سب سے اہم اور سرنوشت ساز بات یہ ہے کہ جسم کی حکومت عقل اور ملکوتی روح کے اختیار میں رہے یا جسم نفس امارہ اور حیوانی میں کا تابع اور محکوم رہے۔

اگر تو جسم پر عقل اور انسانی خود اور میں حاکم ہوئی تو وہ حیوانی خود اور خواہشات کو اعتدال میں رکھے گا اور تمام انسانی مکارم اور فضائل اور سیر و سلوک الی اللہ کو زندہ رکھے گا۔ اس صورت میں انسانی خود جو اللہ تعالیٰ کے وجود سے مربوط ہے اصالت پیدا کر لے گی اور اس کا ہدف اور غرض مکارم اخلاق اور فضائل اور قرب الٰہی اور تکامل کا زندہ اور باقی رکھنا ہو جائیگا اور حیوانی خواہشات کو پورا کرنا طفیلی اور ثانوی حیثیت بن جائیگا لہذا خود پسندی اور خود خواہی اور حب ذات کو محترم شمار کرنا قابل مذہب نہیں رہے گا بلکہ قابل مدح بھی ہو جائیگا۔ اس کے برعکس اگر نفس امارہ اور حیوانی وجود جسم پر حاکم ہو گیا تو وہ عقل اور انسانی خود اور میں کو مغلوب کر کے۔ اسے جدا کر دیگا اور سراسر جسم ہی منظور نظر ہو جائیگا اس صورت میں انسان آہستہ آہستہ خدا اور کمالات انسانی سے دور ہوتا جائیگا اور حیوانی تاریک وادی میں جا گرے گا اور اپنے انسانی خود اور میں کو فراموش کر بیٹھے گا اور حیوانیت کے وجود کو انسانی وجود کی جگہ قرار دے دیگا یہی وہ خود پسندی اور خود خواہی ہے جو قابل مذمت ہے اور جو تمام برائیوں کی جڑ ہوتی ہے خود خواہ انسان صرف حیوانی خود کو چاہتا ہے اور بس۔ اس کے تمام افعال اور حرکات کردار اور گفتار کا مرکز حیوانی خواہشات کا چاہنا اور حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مقام عمل میں وہ اپنے آپ کو حیوان سمجھتا ہے۔ اور زندگی میں سوائے حیوانی خواہشات اور ہوس کے اور کسی ہدف اور غرض کو نہیں پہچانتا۔ حیوانی پست خواہشات کے حاصل کرنے میں

اپنے آپ کو آزاد جانتا ہے اور ہر کام کو جائز سمجھتا ہے اس کے نزدیک صرف ایک چیز مقدس اور اصلی ہے اور وہ ہے اس کا حیوانی نفس اور وجود۔ تمام چیزوں کو یہاں تک کہ حق عدالت صرف اپنے لئے چاہتا ہے اور مخصوص قرار دیتا ہے اور بس۔ وہ حق اور عدالت جو اسے فائدہ پہنچائے اور اس کی خواہشات کو پورا کرے اسے چاہتا ہے اور اگر عدالت اسے ضرر پہنچائے تو وہ ایسی عدالت کو نہیں چاہتا بلکہ وہ اپنے لئے صحیح سمجھتا ہے کہ اس کا مقابلہ کرے یہاں تک کہ قوانین اور احکام کی اپنی پسند کے مطابق تاویل کرتا ہے یعنی اس کے نزدیک اپنے افکار اور نظریات اصالت اور حقیقت رکھتے ہیں اور دین اور احکام اور قوانین کو ان پر منطبق کرتا ہے۔

خود پسند اور خود خواہ انسان چونکہ فضائل اور کمالات اور اخلاق حقیقی سے محروم ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنے آپ کو جھوٹے کام اور موہوم اور بے فائدہ اور شہرت طلبی مقام اور منصب حرص اور طمع تکبر اور حکومت کھانا پینا اور سونا اور لذات جنسی وغیرہ میں مشغول رکھتا ہے اور اسی میں خوشحال اور سرگرم رہتا ہے اور اللہ کی یاد اور نفس کو کمالات تک پہنچانے کے لئے کوشش کرنے سے غافل رہتا ہے۔

خود خواہ اور خود پسند انسان چونکہ نفس امارہ کا مطیع اور گرویدہ ہوتا ہے لہٰذا زندگی میں سوائے نفس کی خواہشات کے حاصل کرنے اور اسے جتنا ہو سکے خوش رکھنے کے علاوہ اس کی کوئی اور غرض نہیں ہوتی اور ان حیوانی خواہشات کے حاصل کرنے میں کسی بھی برے کام کے انجام دینے سے گریز نہیں کرتا اور ہر برے کام کی تاویل کر کے اسے جائز قرار دے دیتا ہے وہ صرف حیوانی خواہشات تک پہنچنا چاہتا ہے اور اس تک پہنچنے میں ظلم کرنے جھوٹ بولنے تہمت لگانے وعدہ خلافی کرنے دھوکا دینے خیانت کرنے اور اس طرح کے دوسرے گناہوں کے بجا لانے کو جائز اور صحیح قرار دیتا ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر گناہ درحقیقت ایک قسم کی خود خواہی اور خود پسندی ہے کہ جو اس طرح اس کے سامنے ظاہر ہوئی ہے مثال کے طور پر ظلم اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا خود خواہی اور خود پسندی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

اسی طرح جھوٹ غیبت بدزبانی عیب جوئی حسد انتقام لینا یہ سب پستیاں خود اور خود پسندی شمار ہوتی ہیں جو ان صورتوں میں نمایاں ہو کر سامنے اتی ہیں اسی لئے تمام برائیوں کی جڑ خود پسندی کو قرار دیا جاتا ہے۔

خود خواہی اور خود پسندی کے کئی مراتب اور درجات ہیں کہ سب سے زیادہ مرتبہ خود پرستی اور اپنے آپ کی عبادت کرنا ہو جاتا ہے۔ اگر اس بری صفت سے مقابلہ نہ کیا جائے تو آہستہ آہستہ شدت پیدا کر لیتی ہے اور ایک ایسے درجہ تک پہنچ جاتی ہے کہ پھر اپنے نفس امارہ کو معبود اور واجب الاطاعۃ اور خدا قرار دے دیتی ہے اور عبادت کرنے اور خواہشات کے بجالانے میں اطاعت گذار بنا دیتی ہے۔ خداوند عالم ایسے افراد کے بارے میں فرماتا ہے کہ وہ شخص کہ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا قرار دے رکھا ہے اسے تو نے دیکھا ہے؟

کیا عبادت سوائے اس کے کوئی اور معنی رکھتی ہے کہ عبادت کرنے والا اپنے معبود کے سامنے تواضع اور فروتنی کرتا ہے اور بغیر چون و چرا کے اس کے احکام اور فرمائشات کو بجالاتا ہے؟ جو انسان خود پسند ار خود خواہ ہوتا ہے وہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو واجب الاطاعۃ قرار دیتا ہے اور اس کے سامنے تواضع اور فروتنی اور عبادت کرتا ہے بغیر چون و چرا کے اس کی فرمائشات کو بجالاتا ہے جو انسان خود خواہ اور خود پسند ہوتا ہے وہ کبھی موحد نہیں ہو سکتا۔

تمام گناہوں کی جڑ دنیا طلبی ہے۔

آیات قرآنی اور روایات اہل بیت علیہم السلام میں دنیا کی بہت زیادہ مذمت وارد ہوئی ہے اور اسے لہو اور لعب یعنی کھیل اور غرور و تکبر کا سرمایہ قرار دیا گیا ہے کہ جس میں مشغول ہو جانا مومنین کی شان نہیں ہے اور اس سے بہت زیادہ پرہیز کیا جائے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے تھوڑی دنیا بھی دھوکے دینے والے سرمایہ کے علاوہ کچھ نہیں۔

نیز خداوند عالم فرماتا ہے کہ دنیا سوائے کھیل اور ہوسرانی کے اور کچھ نہیں آخرت کا گھر نیکو کاروں کے لئے بہتر ہے کیا سوچ اور فکر نہیں رکھتے؟

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جان لو کہ دنیا کی زندگی سوائے کھیل ہو سرانی زینت اور تفاخر اور اولاد کے زیادہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس کی مثال اس بارش کی ہے جو وقت پر برسے اور سبزہ زمین سے نکلے کہ جو بڑوں کو تعجب میں ڈال دے اس کے بعد دیکھے گا کہ وہ زرد اور خشک اور خراب ہو جائے گی۔ آخرت میں اس کے پیچھے سخت عذاب آپہنچے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں کیونکہ دنیا شیریں اور خوشنما ہوا کرتی ہے شہوات اور ھوی اور ہوس سے مخلوط ہے وہ اپنے آپ کو دل پسند جلدی ختم ہو جانے والی چیزوں کے ذریعے محبوب بناتی ہے اور معمولی چیزوں سے تعجب میں ڈالتی ہے۔ امیدوں اور دھوکے دہی سے زینت کرتی ہے اس کی خوشی کو دوام حاصل نہیں اور اس کی مصیبتوں اور گرفتاریوں سے امان نہیں ہوتی بہت فریب دینے والی اور نقصان دہ ہے متغیر اور زوال پذیر ہے فنا اور ہلاک ہو جانے والی ہے انسانوں کو کھا جانے اور ہلاک کر دینے والی ہوا کرتی ہے۔

نیز آنحضرت نے فرمایا دنیا آرزو اور تمنا کا گھر ہے اور فنا ہو جائیگی اس کے رہنے والے وہاں سے چلے جائیں گے شیرین اور خوشنما ظاہر ہوتی ہے بہت جلدی دنیا کے طلب کرنے والوں کے پاس جاتی ہے اور ان کے دلوں میں جو اس سے علاقمندی ظاہر کرتے ہیں گھر کر جاتی ہے۔

اس طرح کی آیات اور روایات بہت زیادہ موجود ہیں جو دنیا کی مذمت بیان کرتی ہیں اور لوگوں کو اس سے ڈراتی ہیں بالخصوص نہج البلاغہ جیسے گران بہا کتاب میں دنیا اور اہل دنیا کی بہت زیادہ مذمت وارد ہوئی ہے۔ حضرت علی السلام لوگوں سے چاہتے ہیں کہ دنیا کو ترک کریں اور آخرت کی فکر کریں آنحضرت لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک اہل دنیا اور دوسرا اہل آخرت اور ان میں سے ہر ایک کے لئے

ایک خاص پروگرام ہوا کرتا ہے۔

قرآن میں ایا ہے کہ جو شخص دنیا مال و متاع کا خواہش مند ہو ہم اسے اس سے بہرمند کرتے ہیں اور جو آخرت کے ثواب کا طالب ہو گا ہم اسے وہ عنایت کرتے ہیں۔

خدا فرماتا ہے کہ مال و متاع اور اولاد دنیا کی زینت ہیں لیکن نیک عمل باقی رہ جاتا اور وہی تیرے پروردگار کے نزدیک بہتر اور نیک آرزو اور تمنا ہے۔

## دنیا کیا ہے:۔

بہر حال اسلام دنیا کو قابل ذمت قرار دیتا ہے اور اس سے زاہد رہنا طلب کرتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ واضح کریں کہ دنیا کیا ہے اور کس طرح اس سے پرہیز کیا جائے؟

کیا دنیا ہر وہ چیز جو اس جہان میں جیسے زمین سورج ستارے حیوانات' نباتات' درخت' معاون اور انسان ہیں کا نام ہے؟ اس کے مقابلے میں آخرت یعنی ایک دوسرا جہاں ہے؟ اگر دنیا سے یہ مراد ہو تو پھر دنیا کی زندگی کام کرنے خوردونوش آرام اور حرکت وغیرہ جو دنیا کی زندگی سے مربوط ہیں کا نام ہو گا۔ کیا اسلام میں کسب معاش اور کام کرنے اور روزی حاصل کرنے اور اولاد پیدا کرنے اور نسل کو بڑھانے کی مذمت کی گئی ہے؟ کیا زمین اور آسمان حیوانات اور نباتات بری چیزیں ہیں۔ اور انسان کو ان سے پرہیز کرنا چاہئے؟ کیا اسلام کام اور کوشش کرنے روزی کو حاصل کرنے اور تولید نسل کی مذمت کرتا ہے؟ یہ تو قطعاً" ایسا نہیں ہے یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہیں اگر یہ چیزیں بری ہوتیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پیدا ہی نہ کرتا۔ خداوند عالم ان تمام چیزوں کو اپنی بہت بڑی خوشنما نعمتیں جو انسان کے مطیع قرار پائی ہیں جانتا ہے تاکہ انسان ان سے فائدے حاصل کرے۔ تنہا مال اور دولت قابل مذمت نہیں ہے بلکہ اسے قرآن میں خیر اور اچھائی کے طور پر ظاہر کیا ہے۔

قرآن میں آیا ہے۔ ان ترک خیرا الوصیتہ للوالدین والا قربیین حلال روزی کمانے اور کام اور کوشش کی مذمت ہی نہیں کی گئی بلکہ بہت سی روایات میں اسے بہترین عبادت بھی شمار کیا گیا ہے جیسے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عبادت کی ستر جزو ہیں ان میں سب سے زیادہ افضل حلال روزی کا طلب کرنا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنی روزی حاصل کرے تاکہ لوگوں سے بے پرواہ ہو جائے اور اپنے اہل و عیال کی روزی کو وسیع کرے اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ احسان کرے وہ قیامت کے دن خدا سے ملاقات کرے گا جبکہ اس کی صورت چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہی ہو گی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے اہل و عیال کی روزی کی تلاش کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جو خدا کے راستے سے جہاد کرتے ہیں۔

روایات میں کام اور کوشش زراعت اور تجارت کرنے یہاں تک کہ نکاح کرنے کی سفارش کی گئی ہے اور پیغمبر اور آئمہ علیہم السلام کی سیرت بھی یوں ہی تھی کہ وہ کام کرتے تھے۔ علی ابن ابی طالب جو تمام زاہدوں کے سردار ہیں کام کرتے تھے پس سوچنا چاہئے کہ جس دنیا کی مذمت کی گئی ہے وہ کونسی ہے؟ بعض علماء نے کہا کہ دنیا قابل مذمت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دل بستگی قابل مذمت ہے۔ بعض ایات اور روایات میں دنیا سے وابستگی اور علا قمندی کی مذمت بھی وارد ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں آیا ہے خواہشات نفسانی سے وبستگی اور علا قمندی جیسے اولاد اور عورتیں زر و جواہر کی ہمیانوں اور اچھے گھوڑے چارپاؤں اور زراعت نے لوگوں کے سامنے آرائش اور خوشنمائی کر رکھی ہے یہ سب دنیا کا مال اور متاع ہے لیکن نیک کام خدا کے نزدیک موجود ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ خبردار کہ دنیا کو دوست رکھو کیونکہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ اور ہر مصیبت اور بلا کا سرچشمہ ہے۔

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا سے دل بستگی اور علا قمندی ہر

خطاء اور گناہ کا سر ہے یعنی سب کچھ ہے۔

اس طرح کی آیات اور روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے امور سے دلبستگی اور علاقمندی قابل مذمت ہے نہ یہ کہ خود دنیا قابل مذمت ہے۔ یہاں پر پھر سوال پیدا ہو گا کہ کیا دنیا سے بطور اطلاق محبت اور دل بستگی اور علاقمندی قابل مذمت ہے اور انسان کو اپنی بیوی اور اولاد مال اور دولت مکان اور متاع خورد اور خوراک سے بالکل دلبستگی اور علاقمندی نہیں کرنی چاہیے؟ آیا اس طرح کا مطلب کہا جا سکتا ہے؟ جب کہ ان امور سے محبت اور دلبستگی انسان کی فطری اور طبعی چیز ہے خداوند عالم نے انسان کو اس فطرت پر خلق فرمایا ہے۔ کیا انسان ایسا کر سکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد سے محبت نہ رکھے؟ کیا انسان خوراک پوشاک اور اس دنیا کی زیبائی سے محبت نہ رکھے ایسا کر سکتا ہے؟ اگر ان چیزوں سے محبت کرنا برا ہوتا تو خداوند عالم انسان کو اس طرح پیدا نہ کرتا۔ انسان زندہ رہنے کے لئے ان چیزوں کا محتاج ہے اور اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ وہ طبعاً" ان چیزوں کی طرف میلان رکھے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لوگ دنیا کے فرزند ہیں اور کسی کو ماں سے محبت رکھنے پر ملامت نہیں کی جاتی۔

روایات میں اولاد اور عیال سے محبت کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ خود پیغمبر علیہ السلام اور آئمہ اطہار اپنے اہل و عیال اور اولاد سے محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ بعض خوراک کو پسند فرماتے تھے اور ان سے بھی علاقہ کا اظہار کیا کرتے تھے لہذا زمین' آسمان' بناتات' درخت' معادن حیوانات اور دوسری اللہ کی نعمتیں نہ قابل مذمت ہیں اور نہ بری اور نہ ہی اہل و عیال اور اولاد اور مال و متاع برے ہیں اور نہ ہی ان سے محبت اور لگاؤ اور دنیاوی زندگی بری ہے بلکہ بعض روایات میں تو دنیا کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام اس کے جواب میں جو دنیا کی مذمت کر رہا تھا فرمایا کہ دنیا سچائی اور صداقت کا گھر ہے اس کے لئے گھر ہے جو اس کی تصدیق کرے اور امن اور امان اور عافیت کا اس کے لئے گھر ہے جو اس کی حقیقت کو پہچان لے اور اس کے لئے بے نیاز ہونے کا مکان ہے جو اس سے زاد راہ حاصل کرے اور نصیحت لینے کا

محل ہے اس کے لئے جو اس سے نصیحت حاصل کرے۔ دنیا اللہ کے دوستوں کی مسجد اور اللہ کے فرشتوں کے لئے نماز کا مکان ہے۔ دنیا اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہو۔ ° کا مکان ہے اور خدا کے اولیاء کے لئے تجارت کی جگہ ہے انہوں نے دنیا میں اللہ سے فضل اور رحمت کو حاصل کیا ہے اور بہشت کو منفعت میں حاصل کیا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا آخرت کے لئے بہت بہترین مدد گار ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص حلال مال کو حاصل کرنا پسند نہیں کرتا تاکہ وہ اس کے ذریعے اپنی آبرو اور عزت کی حفاظت کرے اور قرض اداکرے اور صلہ رحم بجالائے تو اس میں کوئی اچھائی اور بھلائی موجود نہیں ہے۔

لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کونسی دنیا قابل مذمت ہے اور دنیا سے محبت کرنے کو تمام گناہوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے وہ کونسی دنیا ہے؟

میں نے ان تمام ایات اور روایات سے یوں استفادہ کیا ہے کہ دنیا داری اور دنیا کا ہو جانا اور دل دنیا کو دے دینا قابل مذمت ہے نہ فقط دنیاوی امور سے لگاؤ اور دنیا کے موجودات اور اس دنیا میں زندگی کرنا قابل مذمت ہے۔ اسلام لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا کو ویسے پہچانیں کہ جیسے وہ ہے اور اتنی ہی مقدار اسے اہمیت دیں اور اس سے زیادہ اسے اہمیت نہ دیں۔ جہاں کی خلقت کی غرض اور اپنی خلقت کی غرض کو پہچانیں اور صحیح راستے پر چلیں اگر انسان اس طرح ہو جائیں تو وہ اہل آخرت ہونگے اور اگر ان کی رفتار اور کردار اس غرض کے خلاف ہو تو پھر وہ اہل دنیا کہلائیں گے اور ہونگے۔

## دنیا کی حقیقت

اس مطلب کی وضاحت کے لئے پہلے دنیا کی اسلام کی رو سے حقیقت اور ماہیت کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد جو اس سے نتیجہ ظاہر ہو گا اسے بیان کریں گے اسلام دو

جہان کا عقیدہ رکھتا ہے ایک تو یہی مادی جہان کہ جس میں ہم زندگی کر رہے ہیں اور جسے دنیا کہا اور نام دیا جاتا ہے۔ دوسرا اس کے بعد آنے والا جہان کہ جہاں مرنے کے بعد جائیں گے اسے آخرت اور عقبی کا جہان کہا اور نام دیا جاتا ہے۔ اسلام عقیدہ رکھتا ہے کہ انسان کی زندگی اس جہان میں مرنے سے ختم نہیں ہو جاتی بلکہ مرنے کے بعد انسان آخرت کے جہاں کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ اسلام اس جہان کو گذر گاہ اور فانی مکان قرار دیتا ہے جو آخرت کے جہان جانے کے لئے ایک وقتی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اور آخرت کے جہان کو دائمی اور ابدی رہنے کی جگہ قرر دیتا ہے۔ انسان اس دنیا میں اس طرح نہیں ایا کہ کئی دن زندگی کرے اور اس کے بعد مرجائے اور ختم اور نابود ہو جائے بلکہ انسان اس جہان میں اس لئے آیا ہے کہ یہاں علم اور عمل کے ذریعے اپنے نفس کی تربیت اور تکمیل کرے اور آخرت کے جہاں میں ہمیشہ کے لئے خوش اور آرام سے زندگی بسر کرے لہٰذا دنیا کا جہان آخرت کے جہاں کے لئے کھیتی اور تجارت کرنے اور زاد راہ کے حاصل کرنے کی جگہ ہے گرچہ انسان اس جہان میں زندہ رہنے اور زندگی کرنے کے لئے مجبور ہے کہ ان نعمتوں سے جو خدا نے اس جہان میں خلق کی ہیں استفادہ کرے لیکن ان نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا انسان کی زندگی کی غرض اور ہدف نہیں ہے بلکہ یہ مقدمہ اور تمہید ہے انسان اور اس جہاں کے خلق کرنے کی غرض اور ہدف یہ نہیں کہ انسان یہاں کی زندگی کو خوب مرتب اور مرفح الحال بنائے اور مختلف لذائز اور تمتعات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرے بلکہ انسان کے خلق کرنے کی غرض ایک بہت بلند اور عالی تر غرض ہے یعنی انسان اپنے انسانی شریف جوہر کی یہاں پر پرورش اور تربیت کرے اور اس کی نگاہ اللہ تعالی کی طرف سیر و سلوک اور تقرب کو حاصل کرنا ہو۔ جیسے امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا اس لئے خلق نہیں ہوئی کہ وہ تیرا ہمیشہ کے لئے گھر ہو بلکہ دنیا گذرنے کی جگہ ہے تاکہ نیک عمل کے ذریعے تو اپنی ہمیشہ رہنے والی جگہ کے لئے زاد راہ حاصل کرے لہٰذا تم دنیا سے چلے جانے کے لئے جلدی کرو اور یہاں سے جانے کے لئے اپنے لئے سواری کو

امداد اور مہیا کرو۔

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اے دنیا کے لوگو! دنیا گذر جانے کی جگہ ہے اور آخرت باقی رہنے کا محل ہے لہٰذا گزرنے والی جگہ سے ہمیشہ رہنے والے مکان کے لئے سامان اور زاد راہ حاصل کرو۔ اور اپنے رازوں کے پردے کو اس کے سامنے جو تمہارے رازوں سے واقف ہے پارہ نہ کرو اپنے دلوں کو دنیا سے خالی کرو اس سے پہلے کہ تمہارے بدن اس دنیا سے خارج ہو جائیں۔ تم اس دنیا میں امتحان میں واقع کئے جاؤ گے اور تم اس دنیا کے علاوہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو جب انسان مرجاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ کیا چھوڑ کر گیا ہے اور فرشتے کہتے ہیں کہ کیا لے کر آیا ہے اور کیا اپنے لئے یہاں کے لئے بھیجا ہے؟ خدا تمہارے باپ پر رحمت نازل کرے کہ تم اپنے مال سے کچھ آئندہ کے لئے روانہ کرو تاکہ خدا کے نزدیک تمہارے لئے بطور قرض کے باقی ہو اور تمام مال دنیا میں چھوڑ کر نہ مرو کہ اس مال کے حقوق تمہاری گردن پر باقی رہ جائیں۔

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خبردار رہو کہ یہ دنیا کہ جس کی تم امید رکھتے ہو اور اس سے محبت اور علاقہ مند ہو کبھی تمہیں غضب میں لاتی ہے اور کبھی، تمہیں خوش کرتی ہے یہ نہ تمہارا گھر ہے اور نہ ہی تمہاری ٹھہرنے کی جگہ ہے کہ جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو اور نہ ہی یہ تمہارے لئے مکان ہے کہ جس کی طرف تم بلائے گئے ہو یہ جان لو کہ نہ ہی یہ دنیا تمہارے لئے ہمیشہ رہے گی اور نہ تم اس میں ہمیشہ کے لئے باقی رہو گے گرچہ دنیا تمہیں اپنی زینت اور خوبصورتی کی وجہ سے دھوکا دیتی ہے۔ لیکن برائیوں اور شر کے ہونے سے بھی تمہیں ڈراتی ہے لہٰذا ان ڈرانے والی چیزوں کو جو یہ رکھتی ہے اس کے غرور اور دھوکے میں نہ آؤ اور اس سے دست بردار ہو جاؤ اس کی ڈرائی جانے والی چیزوں کی وجہ سے اس کے طمع دلانے سے دست بردار ہو جاؤ اور اس گھر کی طرف جلدی کرو کہ جس کی طرف تمہیں دعوت دی گئی ہے اور اپنے دلوں کو دنیا سے خالی اور منصرف کرو۔

آپ نے دیکھ لیا کہ اس حدیث میں دنیا کی حقیقت کس طرح بتلائی گئی ہے کہ یہ فناء ہونے والی اور سفر کی جگہ ہے یہ گذرنے اور سفر کر جانے کے لئے ٹھہرنے کا ایک مقام ہے۔ یہ دھوکے اور غرور اور چالبازی کا گھر ہے۔ انسان اس کے لئے خلق نہیں ہوا بلکہ آخرت کے جہان کے لئے خلق کیا گیا ہے انسان اس جہاں میں آیا ہے تاکہ اپنے علم اور عمل اور انسانیت کی تربیت اور پرورش کرے اور آخرت کے جہان کے لئے زاد راہ اور توشہ حاصل کرے۔

اہل آخرت

اسلام لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ دنیا کو اس طرح پہچانیں کہ جیسے وہ ہے اور اپنے اعمال اور کردار کو اسی طرح بجالائیں جیسے کہ وہ دنیا ہے جن لوگوں نے دنیا کو جس طرح کہ وہ ہے پہچان لیا ہے تو پھر وہ اس دنیا کے عاشق اور دیوانے نہیں بنتے اور وہ زر و جواہر کے دھوکے میں نہیں آتے جب کہ وہ اسی دنیا مین زندگی کرتے ہیں اللہ تعالی کی شرعی لحاظ سے نعمتوں سے اور لذات سے استفادہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن وہ ان کے قیدی اور غلام نہیں بنتے وہ خدا اور آخرت کے جہان کو کبھی نہیں بھلاتے اور ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنے نیک کاموں کے بجالانے سے آخرت کے جہان کے لئے زاد راہ اور توشہ حاصل کریں۔ اس جہان میں زندگی کرتے ہیں لیکن ان کے دل کی آنکھ برتر و بالا افق کو دیکھتی ہے۔ ہر لحہ اور ہر حالت اور ہر عمل میں خدا اور آخرت کے جہان پر نظر رکھتے ہیں اور آخرت کے جہان کے لئے اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ دنیا کو آخرت کی کھیتی اور تجارت کا محل جانتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں کہ آخرت کے جہان کے لئے زاد راہ حاصل کریں۔ دنیا کی تمام چیزوں سے آخرت کے جہان کے لئے فائدہ حاصل کرتے ہیں یہاں تک کہ کام اور کاج اور کھانے پینے ازدواج اور دوسرے دنیاوی کاموں سے بھی آخرت کے جہان کے لئے استفادہ حاصل کرتے ہیں اس طرح کے لوگ دنیا دار نہیں ہوتے بلکہ یہ اہل آخرت ہیں۔ ابن ابی یعفور کہتے

ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت عرض کیا کہ ہم دنیا کو دوست رکھتے ہیں۔ اپ نے فرمایا کہ دنیا کے مال سے کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کی اس کے ذریعے سے ازدواج کرتا ہوں اور حج کو جاتا ہوں اور گھر والوں پر خرچ کرتا ہوں اور اپنے بھائیوں کی مدد کرتا ہوں اور اللہ کے راستے میں صدقہ دیتا ہوں - آپ نے فرمایا کہ یہ تو دنیا نہیں ہے؟ بلکہ یہ تو آخرت ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اے خدا کے بندو متوجہ رہو کہ پرہیز گار دنیا میں بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور آخرت میں بھی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ دنیا داروں کے ساتھ دنیا سے فائدہ حاصل کرنے میں شریک ہیں لیکن دنیا دار ان کے ساتھ آخرت میں شریک نہیں ہیں۔ انہوں نے دنیا میں عمدہ طریقے سے زندگی بسر کی ہے اور کھانے والی چیزوں سے عمدہ طریقے سے استفادہ کیا ہے انہوں نے دنیا سے وہی استفادہ کیا ہے جو عیاش لوگ اس سے استفادہ کیا کرتے تھے اور وہی استفادہ کیا ہے جو ظالم اور متکبر لوگ کیا کرتے تھے اس کے باوجود یہ لوگ آخرت کا زاد راہ اور دنیا کے تجارت کے محل سے پوری طرح کما کر آخرت کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ دنیا سے زہد کی لذت کو بھی حاصل کیا ہے اور انہیں یقین تھا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں اس طرح زندگی کریں گے کہ ان کی کوئی بھی خواہش رد نہیں کی جائیگی اور لذت اور خوشی سے انکا حصہ کم اور ناقص نہیں ہوگا۔

لہذا کام اور کام میں مشغول ہونا اور صنعت اور تجارت اور زراعت اور اسی طرح مقام اور منصب اور اجتماعی ذمہ داری کا قبول کرنا زہد اور اہل آخرت ہونے کے منافی اور ناساز نہیں ہوا کرتا یہ تمام امور اللہ کی رضایت حاصل کرنے اور آخرت کے راستے میں گامزن ہونے میں سموئے جا سکتے ہیں۔ امیر المومنین جو اپنی تمام کوشش کام اور کاج میں استعمال کرتے تھے رات کو محراب عبادت میں گریہ و زاری کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے اے دنیا۔ اے دنیا مجھ سے دور ہٹ جا۔ کیا مجھے دھوکہ دینے کے لئے میرے سامنے آئی ہے اور مجھ سے محبت کا اظہار کرتی ہے؟ یہ تیرا وقت نہیں ہے جا کسی دوسرے کو دھوکہ دے مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں کہ جن میں رجوع بھی نہیں کیا جا سکتا - تیری زندگی کوتاہ ہے اور

تیری قیمت معمولی ہے۔ اہ زاد راہ تھوڑا ہے اور راستہ اور سفر طویل ہے اور آگے کی منازل عظیم ہیں۔

آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں اے دنیا مجھ سے دور ہو جا کہ میں نے تیری مہار تیری گردن پر ڈال دی ہے اور تجھے آزاد کر دیا ہے۔ میں تیرے چنگل سے نکل چکا ہوں اور تیرے جال سے بھاگ گیا ہوں اور تیری لغزش گاہ سے دور ہو چکا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس حالت میں جب کہ ایک لشکر جرار کے ساتھ جنگ کرنے جا رہے تھے اپنی پھٹی پرانی جوتی ابن عباس کو دکھلائی اور فرمایا کہ خدا کی قسم یہ پھٹی پرانی جوتی میرے نزدیک حکومت اور امیر ہونے سے زیادہ محبوب ہے مگر یہ کہ **میں حق کو برقرار کروں اور باطل کو رد کروں۔**

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ایسے ہی تھے اور ہیں۔ اس دنیا مین زندگی کرتے ہیں لیکن وہ عالم بالا کو دیکھتے ہیں اور اہل آخرت ہیں۔ عام لوگوں کی طرح کام اور کاج کرتے ہیں۔ بلکہ حکومت اور فرماندھی اور زمام داری اور زندگی کے امور کو بھی چلاتے ہیں۔ **اور ان تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنا عملی وظیفہ قرار دیتے ہیں اور شرعی حدود** میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھی استفادہ کرتے ہیں اس کے باوجود دنیا کو تین طلاقیں دے رکھی ہیں اور اس کی محبت کو دل سے نکالا ہوا ہے۔ حکومت لینے کے لئے جنگ کرتے ہیں لیکن صرف حق کے دفاع اور عدالت کو برپا کرنے کے لئے نہ یہ کہ حکومت اور ریاست کریں۔

## اہل دنیا

اگر کسی انسان نے دنیا کو جیسے ہے اس طرح نہ پہچانا ہو دنیا میں ایسے زندگی کرنے میں مشغول ہو گیا ہو کہ گویا اس کے خلق ہونے کی غرض اور غایت یہی دنیا تھی اور آخرت میں کوئی حساب اور کتاب نہیں اور نہ ہی اس دنیا کے علاوہ کوئی اور دنیا ہے کہ جس کی طرف اس نے جانا ہے اور وہ مال اور دولت زن اور فرزند جاہ و جلال اور مقام و منصب کا قیدی اور فریفتہ ہو چکا ہو اور اسی دنیا کی زندگی کو خوب مضبوط پکڑ رکھا ہو اور اسی کے ساتھ دلی لگاؤ رکھا ہو اور آخرت کی زندگی اور خدا کو فراموش کر دیا ہو

اور معنوی بلندیوں سے چشم پوشی کر لی ہو اور صرف حیوانی خواہشات کے پورے کرنے اور لذائذ دنیوی سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے میں کمر ہمت باندھ رکھی ہو۔ اس طرح کا انسان اور افراد دنیا دار اور اہل دنیا شمار ہوتے ہیں گرچہ وہ فقیر اور نادار اور گوشہ نشین ہی کیوں نہ ہوں اور ہر قسم کی اجتماعی ذمہ داری کے قبول کرنے سے پرہیز ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وہ صرف دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں لیکن آخرت سے غافل ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی کے مقابلے میں خریدا ہے۔

نیز ارشاد ہوا ہے کہ کیا تم نے دنیا کی زندگی پر رضایت دے دی ہے؟ جب کہ یہ معمولی ثروت سے زیادہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو لوگ ہماری ملاقات اور بقا کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی سے دل لگا رکھا ہے اور خوش ہیں اور وہ جو ہماری آیات سے غافل ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں ہے یہ اس وجہ سے ہو گا کہ جو کچھ انہوں نے دنیا میں کسب کیا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان کی خدا سے دور ترین حالت اس وقت ہوتی ہے جب وہ سوائے شکم پری اور عورت کے اور کسی چیز کو ہدف اور غرض قرار نہیں دیتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو دل دنیا کا فریفتہ اور عاشق ہو گا اس میں تقویٰ اور پرہیز گاری کا داخل ہونا حرام ہوا کرتا ہے۔

نیز آنحضرتؑ نے فرمایا ہے کہ وہ بہت ہی برا معاملہ اور تجارت ہے کہ جس کی قیمت اور عوض اپنے نفس کو قرار دے دیا جائے اور دنیا کو اس کے عوض جو خدا کے نزدیک ہے عوض بنا لیا جائے۔

اگر دنیا کی مذمت کی گئی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا غرور اور دھوکا دینے والی اور مشغول رکھ دینے کا مال اور متاع ہے۔ دنیا اپنے آپ کو خوبصورت اور شیرین

ظاہر کرتی ہے اور انسان کو اسی میں لگائے رکھتی ہے اور انسان کو خدا کی یاد اور آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرنے سے روکتی ہے۔

اسی لئے دنیا کی مذمت وارد ہوئی ہے اور اسے بیان کیا گیا ہے تاکہ انسان ہوشیار رہیں اور اس کی چالوں کا دھوکا نہ کھائیں اور اپنے آپ کو دنیا کے قیدی اور غلام نہ بنائیں اور اس پر فریفتہ نہ ہو جائیں۔

قابل مذمت دنیا سے لگاؤ اور عشق ہے اور اپنے خلق ہونے کی غرض کو بھول جاتا ہے اور آخرت کی ہمیشگی زندگی اور اللہ کی نعمتوں سے غافل ہو جاتا ہے۔

## اہل دنیا اور اہل آخرت

جو دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے کام کرے وہ اہل آخرت ہے اور جو صرف دنیا میں رہ کر دنیا کے لئے کام کرے وہ اہل دنیا اور دنیا دار ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا میں لوگ دو قسم پر عمل کرتے ہیں ایک وہ ہے جو دنیا میں رہ کر دنیا کے لئے کام کرتا ہے دنیا نے اسے مشغول کر رکھا ہے اور آخرت سے غفل بنا دیا ہے۔ ڈرتا ہے کہ اس کی اولاد اس کے مرنے کے بعد فقیر ہو جائے لیکن آخرت کے جہان میں خالی ہاتھ جانے سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے اپنی عمر کو دوسروں کے منافع کے لئے خرچ کرتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے کام کرتا ہے۔ اس کی روزی بھی بغیر کسی مشقت کے پہنچتی رہتی ہے یعنی دنیا اور آخرت کا حصہ اور نصیب اسے ملتا رہتا ہے اور یہ دونوں جہانوں کا مالک ہو جاتا ہے یہ خدا کے نزدیک آبرو مند اور محترم ہو گا اور جو کچھ خدا سے طلب کرے گا خدا اسے قبول کریگا۔

نیز امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا عبور کر جانے کی جگہ ہے یہ ٹھہر جانے کا گھر نہیں ہے لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ ہے جو اپنے نفس کو دنیا کی بے قیمت اشیاء کے عوض فروخت کر دیتا ہے اور اپنے نفس کو ذلت اور خواری میں ڈالتا ہے دوسرا وہ ہے جو اپنے انسانی نفس کو خرید لیتا ہے اور آزاد کر لیتا ہے۔

اہل دنیا اور اہل آخرت میں فرق اس میں نہیں ہوتا کہ دولتمند ہے یا فقیر دنیا کے کاموں میں مشغول ہے یا بیکار ہے۔ اجتماعی زمہ داریوں کو قبول کیا ہوا ہے یا نہ لوگوں کے درمیان زندگی کر رہا ہے یا گوشہ نشین ہے کسب و کار تجارت میں مشغول ہے یا تحصیل علم درس تدریس تالیف کتاب وعظ اور نصیحت کرنے میں مشغول ہے۔ دنیا کے نعمتوں سے استفادہ کر رہا ہے یا نہ دنیا منصب اور عہدہ پر فائز ہے یا نہ بلکہ ان دو میں اصلی تفاوت اور فرق اس میں ہے کہ دنیاوی امور سے وابستگی اور عشق رکھتا ہے یا امور اخرت کا فریفتہ ہے۔ دنیا سے دل لگا رکھا ہے یا آخرت کی زندگی سے۔ دنیا کی طرف متوجہ ہے یا خدا کی طرف۔ اپنی زندگی کی غرض اور ہدف حیوانی خواہشات کو قرر دے رکھا ہے یا مکارم اخلاق اور فضائل انسانی کا حصول اور تربیت کرنا۔

جو چیز انسان کو اپنے میں مشغول رکھے اور خدا کی یاد اور آخرت کے جہاں کے لئے سعادت اور کوشش سے روکے رکھے وہ دنیا شمار ہو گی گرچہ انسان تحصیل علم اور تدریس اور تالیف کتاب اور وعظ اور نصیحت امامت جماعت یہاں تک کہ گوشہ نشینی اور دنیا سے زہد اور عبادت بجا لا رہا ہو اگر یہ تمام کے تمام غیر خدا کے لئے ہوں تو یہ بھی دنیا شمار ہو گی پس واضح ہو گیا کہ تمام دنیا کے لوگ ایک مرتبے اور قطار میں نہیں ہوتے اسی طرح تمام اہل آخرت بھی ایک رتبے میں نہیں ہوا کرتے بلکہ ایک گروہ اہل دنیا کا سو فیصدی اور بطور کامل دنیا سے لگاؤ رکھتا ہیں اور بطور کلی خدا اور آخرت کے جہان سے غافل ہوتا ہے اس طرح کے ان لوگوں کو دنیا دار اور دنیا پرست کا نام دیا جاتا ہوتا ہے۔ ان کے مقابلے میں ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو اللہ تعالٰی کے خالص بندے ہیں کہ ان کی ساری توجہ خدا اور آخرت کے جہان کے لئے ہوتی ہے اور سوائے اللہ کی رضا کے انکا کوئی اور ہدف نہیں ہوتا۔ پھر ان دونوں گروہوں میں بہت زیادہ درجات اور مراتب ہوتے ہیں جو جتنا دنیا سے لگاؤ اور محبت رکھے گا وہ اسی مقدار کا دنیا دار ہو گا اور اللہ تعالٰی کے قرب سے دور ہو گا اس کے برعکس جو جتنا زیادہ خدا کی یاد میں آخرت کے جہاں کی فکر میں ہو گا وہ اتنا تارک دنیا شمار ہو گا خلاصہ دنیا دار ہونا اور اہل آخرت ہونا یہ دونوں امر اصطلاحی لحاظ سے اضافی اور نسبی ہوا کرتے ہیں۔

## تقویٰ تزکیہ نفس کا اہم عامل ہے

اسلام میں تقویٰ کو ایک بہت اہم مقام حاصل ہے۔ مومنین میں سے متقیوں کو ممتاز شمار کیا جاتا ہے۔ تقویٰ کی لفظ قرآن مجید نہج البلاغہ اور احادیث کی کتابوں خاص طور پر نہج البلاغہ میں بہت زیادہ استعمال ہوئی ہے۔ قرآن انسان کی شرافت اور قیمت کا معیار تقویٰ کو قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ محترم اور معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار اور متقی ہو۔

تقویٰ کو آخرت کے لئے بہترین زادر راہ اور سعادت کا بہت بڑا وسیلہ بتلایا گیا ہے قران مجید میں آیا ہے کہ تم اپنی آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرو قرآن مجید میں آیا ہے کہ تم اپنی آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کرو اور بہترین زاد راہ تقوی ہے۔

نیز فرماتا ہے جو لوگ نیک اور تقویٰ رکھتے ہیں ان کے لئے بہت بڑی جزاء ہو گی۔

اور پھر فرمایا ہے۔ کہ جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اچھے کام انجام دیئے اس کے لئے کوئی خوف و ہراس نہیں ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی مغفرت کی طرف جلدی کرو اور بہشت کی طرف جلدی کرو کہ جس کا عرض زمین اور آسمان کے برابر ہے اور جو متقیوں کے لئے آمادہ کی گئی ہے۔

اور فرماتا ہے کہ متقی بہشت میں اور نعمت میں زندگی کرتے ہیں اور ان نعمتوں سے کہ جو اللہ تعالٰی نے انہیں عطا کی ہیں خوش اور خرم ہیں۔

اسی طرح نہج البلاغہ اور احادیث کی کتابوں میں تقویٰ کو اخلاق کا سردار اور

سعادت حاصل کرنے کا بزرگترین وسیلہ بتلایا گیا ہے جیسے۔
حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تقویٰ کو تمام اخلاق کا راس و رئیس قرار دیا گیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک صفت ایسی ہے جو اسے نہ چھوڑے اور پکڑے رکھے تو اس کے اختیار میں دنیا اور آخرت ہو گی اور وہ بہشت کو حاصل کرلے گا۔ آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ۔وہ صفت کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تقویٰ ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہو تو تقویٰ کو اپنا پیشہ بنائے آپ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی کہ جو شخص تقویٰ کو اپنا پیشہ قرار دے تو خداوند عالم اس کے لئے گشائش قرار دے دیگا اور اس کے لئے روزی وہاں سے دے گا کہ جس کا اسے گمان تک نہ ہو گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ جانے دینا کیونکہ وہ تمام خوبیوں اور خیرات کا جامع ہے۔ سوائے تقویٰ کے کوئی اچھائی وجود نہیں رکھتی جو اچھائی تقویٰ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی خواہ وہ دنیا کی اچھائی اور نیکی ہو یا آخرت کی۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر کام کی شرافت اور قیمت تقویٰ کے واسطے سے ہوتی ہے صرف متقی سعادت اور نجات کو حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق سعادت اور نجات صرف متقیوں کے لئے ہے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے خدا کے بندو۔ آگاہ رہو کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں صرف متقی حاصل کرتے ہیں۔ دنیا داروں کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے استفادہ کرنے میں شریک ہوتے ہیں لیکن دنیا داروں کے ساتھ آخرت کی نعمتوں میں شریک نہیں ہوتے۔ ؛رین طریقے سے دنیا میں زندگی کرتے ہیں اور بہترین طریقے سے کھانے والی چیزوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ متقی انہیں نعمتوں سے کہ جن سے مالدار اور سرکش اور متکبر استفادہ کرتے ہیں وہ بھی استفادہ کرتے ہیں لیکن وہ بہت زیادہ زاد راہ اور منافع لیکر

آخرت کے جہان کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ دنیا میں زہد کی لذت کو حاصل کرتے ہیں اور علم رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جوار میں زندگی کریں گے اور جو کچھ خدا سے چاہئیں گے دیئے جائیں گے اور ان کا لذات سے بہرور ہونا ناقص نہیں ہو گا۔

بعض احادیث میں تقویٰ کو نفس کے پاک کرنے اور نفس کی بیماریوں کو شفا دینے والا قرار دیا گیا ہے امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یقیناً" تقویٰ تمہارے دل کی بیماریوں کا شفا دینے والا دارو ہے اور تمہارے نابینا دل کو روشنی دینے والا ہے اور تمہارے بدن کی بیماریوں کے لئے شفا بخش ہے اور تمہارے سینے کے فساد کا اصلاح کرنے والا ہے اور تمہارے نفس کی کثافتوں کو پاک کرنے والا ہے اور تمہاری دید کے پردوں کو جلا بخشنے والا ہے اور تمہارے اندرونی اضطرابات کو آرام دینے والا اور تمہاری تاریکیوں کو روشن کر دینے والا ہے۔

## احکام کی غرض تقویٰ ہے

تقوی اسلام میں پرارزش اخلاقی اصل اور احکام اسلامی کی تشریع کی غرض بتلائی گئی ہے - جیسے

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ لوگو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے والے لوگوں کو خلق فرمایا ہے عبادت کرو شاید باتقویٰ ہو جاؤ۔

نیز فرماتا ہے روزہ تم پر ویسے واجب ہوا ہے جیسے تم سے پہلے والوں پر واجب ہوا تھا شاید تم باتقویٰ ہو جاؤ۔

اور فرماتا ہے کہ خون اور قربانیاں خدا کو نہیں پہنچتیں لیکن تمہارا تقویٰ خدا کو پہنچتا ہے اور فرماتا ہے کہ آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ حاصل کرو اور بہترین توشہ اور زاد راہ تقویٰ ہے۔

جیسا کہ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ بعض عبادتوں کی غرض بلکہ اصل عبادت کی

غرض یہ تھی کہ لوگ اس کے بجالانے سے باتقویٰ ہو جائیں بلکہ اسلام کی نگاہ میں تقویٰ اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ تمام اعمال کے قبول ہونے کا معیار اور راس بتلایا گیا ہے اور عمل بغیر تقویٰ کے مردود اور بے فائدہ ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے کہ خداوند عالم نیک اعمال کو صرف متقیوں سے قبول کرتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ذر سے فرمایا کہ تقویٰ کے حاصل کرنے میں بہت زیادہ عمل اور کوشش کر کیونکہ کوئی عمل بھی جو تقویٰ کے ساتھ ہو چھوٹا نہیں ہوتا اور کس طرح اسکو چھوٹا شمار کیا جائے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مورد قبول ہوتا ہے جب کہ خدا قران میں فرماتا ہے کہ خدا متقیوں سے قبول کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کسی کا رونا تجھے دھوکا نہ دے کیونکہ تقویٰ دل میں ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے کہ اگر صبر کرو اور تقویٰ رکھتے ہو تو یہ بہت بڑا کام ہے۔

جیسا کہ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ قرآن اور احادیث میں تقویٰ ایک اصلی ارزشمند اور آخرت کے لئے بہترین زاد راہ اور توشہ ہے اور دل کی اہم بیماریوں کے لئے شفا دینے والا دارو ہے اور نفس کو پاک کرنے کا بہت بڑا وسیلہ بتلایا گیا ہے اس کی اہمیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ یہ احکام الٰہی کے جعل اور تشریع کی غرض اور ہدف قرار پایا ہے۔
اب ہم تقویٰ کی وضاحت کرتے ہیں۔

## تقویٰ کی تعریف

عام طور سے تقویٰ کو ایک منفی یعنی گناہوں سے پرہیز اور معصیت سے اجتناب بتلایا جاتا ہے اور یوں گمان کیا جاتا ہے کہ امور اجتماعی میں شرکت کرنے کی وجہ سے تقویٰ کو محفوظ رکھنا ایک بہت مشکل کام بلکہ ایک نہ ہونے والا کام ہے کیونکہ نفس کی سرشت میں گناہوں کی طرف میلان ہونا ہوتا ہے لہذا یا تقویٰ کو اپنائے اور پرہیز گار بنے یا اجتماعی کاموں سے کنارہ کشی کرے یا اجتماعی ذمہ داریوں کو عہدے پر لے اور

تقویٰ کو چھوڑے کیونکہ ان دونوں کو اکٹھا رکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس فکر اور نظریہ کا لازمہ یہ ہے کہ جتنا انسان گوشہ نشین ہو گا اتنا زیادہ تقویٰ رکھنے والا بنے گا۔ لیکن بعض آیات اور احادیث اور نہج البلاغہ میں تقویٰ کو ایک مثبت پر ارزش عمل بتلایا گیا ہے نہ منفی۔

تقویٰ کے معنی صرف گناہوں کا ترک کر دینا نہیں ہے بلکہ تقویٰ ایک اندرونی طاقت اور ضبط نفس کی قدرت ہے جو نفس کو دائمی ریاضت میں رکھنے اور پے در پے عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نفس کو اتنا طاقتور بنا دیتی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مطیع اور فرمانبردار ہو جاتا ہے اور نفس اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ نفس غیر شرعی خواہشات کا مقابلہ کرتا ہے اور ثابت قدم ہو جاتا ہے ہے۔ لغت میں بھی تقویٰ اسی معنی میں آیا ہے۔

تقویٰ کا مصدر وقایہ ہے کہ جس کے معنی حفظ اور نگاہداری کے ہیں تقوی یعنی اپنے آپ کو محفوظ کرنا اور اپنے نفس پر کنٹرول کرنا ہوتا ہے۔ تقویٰ ایک اثباتی صفت ہے جو حفاظت دیتی ہے اور یہ منفی اور سلبی صفت نہیں ہے۔ تقویٰ یعنی انسان کا عہد کر لینا کہ احکام شریعت اور دستور الٰہی کی اطاعت کرونگا۔ ہر گناہ کے ترک کا نام تقویٰ نہیں ہے بلکہ ترک گناہ اور کنٹرول کرنے کی قدرت اور طاقت اور نفس کو مضبوط رکھنے کی سرشت اور ملکہ کا نام تقویٰ رکھا جاتا ہے۔ تقویٰ آخرت کے لئے بہترین زاد راہ ہے زاد راہ اور توشہ ایک مثبت چیز ہے منفی اور سلبی صفت نہیں ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے چند جملات پر غور کیجئے۔ آپ فرماتے۔ اے خدا کے بندو میں تمہیں تقویٰ کی سفارش کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ نفس کے لئے ایک مہار ہے جو نفس کو اچھائیوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ تقویٰ کے مضبوط رسے کو پکڑے رکھو اور اس کے حقائق کی طرف رجوع کرو تاکہ تمہیں آرام اور رفاہیت وسیع اور عریض وطن مضبوط پناہ گاہ اور عزت کے منازل کی طرف لے جائے۔

آپ فرماتے ہیں یقیناً" تقویٰ آج کے زمانے میں تمہارے لئے پناہ گاہ اور ڈھال

ہے اور کل قیامت کے دن کے لئے جنت کی طرف لے جانے کا راستہ ہے ایسا واضح راستہ ہے کہ جس پر چلنے والا فائدہ حاصل کرتا ہے اور ایسی ودیعت ہے کہ جو اسے پکڑنے والے کی حفاظت کرتا ہے۔

اے خدا کے بندو جان لو کہ تقویٰ ایک مضبوط پناہ گاہ ہے۔ فسق اور فجور اور بے تقوائی ایک ایسا گھر ہے کہ جس کی بنیاد کمزور ہے اور رہنے والے کی حفاظت نہیں کر سکتا اور اس میں پناہ لینے والے کو محفوظ نہیں کر سکتا اور جان لو کہ تقویٰ کے ذریعے گناہوں کی زہر اور ڈنگ کو کاٹا جا سکتا ہے۔ اے خدا کے بندو' تقویٰ خدا کے اولیاء کو گناہوں سے روکے رکھتا ہے اور خدا کا خوف ان کے دلوں میں اس طرح بٹھا دیتا ہے کہ وہ رات کو عبادت اور اللہ تعالیٰ سے راز اور نیاز میں مشغول رہ کر بیدار رہتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ اور جان لو کہ تقویٰ تمہارے لئے اس دنیا میں پناہ گاہ اور مرنے کے بعد سعادت ہے۔ جیسے کہ آپ نے ان احادیث کا ملاحظہ کیا ہے ان میں تقویٰ کو ایک باقیمت اور اہم اور ایک مثبت طاقت اور قدرت بتلایا گیا ہے کہ جو انسان کو روکے رکھتا ہے اور اسکی حفاظت کرتا ہے ایک ایسی طاقت جو کنٹرول کرتی ہے۔ بتلایا گیا ہے کہ تقویٰ حیوان کی مہار اور لگام کی طرح ہے کہ جس کے ذریعے سے انسان کے پرکشش نفس اور اس کی خواہشات پر کنٹرول کیا جاتا ہے اور اسے اعتدال پر رکھا جاتا ہے۔ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ کی مانند ہے کہ انسان کو داخلی دشمنوں یعنی ھوی اور ہوس اور غیر شرعی اور شیطانی خواہشت سے محفوظ رکھتا ہے۔ تقویٰ ڈھال کی مانند ہے کہ جو شیطانی کے زہر آلودہ تیر اور اس کے ضربات کو روکتا ہے۔ تقویٰ انسان کو ہوی و ہوس اور خواہشات نفس کی قید سے آزادی دلواتا ہے اور حرص اور طمع حسد اور شہوت غصب اور بخل وغیرہ کی رسیوں کو انسان کی گردن سے اتار پھینکتا ہے۔ تقویٰ محدود ہو جانے کو نہیں کہتے بلکہ نفس کے مالک اور اس پر کنٹرول کرنے کا نام ہے۔ انسان کو عزت اور شرافت قدرت اور شخصیت اور مضبوطی دیتا ہے۔ دل کو افکار شیطانی سے محفوظ کرتا ہے اور فرشتوں کے نازل ہونے اور انوار قدسی الہی کے شامل

ہونے کے لئے آمادہ کرتا ہے اور اعصاب کو طمنیان اور آرم دیتا ہے۔ تقویٰ انسان کے لئے مثل ایک گھر اور لباس کے ہے کہ جو حوادث کی گرمی اور سردی محفوظ رکھتا ہے خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے لباس التقویٰ ذلک خیر تقویٰ ایک قیمتی وجود رکھتا ہے اور آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ ہے یہ ایک منفی صفت نہیں ہے البتہ قرآن اور حدیث میں تقویٰ خوف اور گناہ کے ترک کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن یہ تقویٰ کے لوازمات میں سے ہیں نہ یہ کہ تقویٰ کا معنی یہی ہے۔

## تقویٰ اور گوشہ نشینی

گوشہ نشینی اور اجتماعی ذمہ داریوں کے قبول نہ کرنے کو نہ صرف تقویٰ کی علامتوں سے شمار نہیں کیا جائیگا بلکہ بعض موارد میں ایسا کرنا تقویٰ کے خلاف بھی ہو گا۔ اسلام میں گوشہ نشینی اور رہبانیت نہیں ہے۔ اسلام انسان کو گناہ سے فرار کرنے کے لئے گوشہ نشینی اور مشاغل کے ترک کرنے کی سفارش نہیں کرتا بلکہ انسان سے چاہتا ہے کہ اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول کرے اور امور اجتماعی میں شریک ہو اور پھر اسی حالت میں تقویٰ کے ذریعے اپنے نفس پر کنٹرول کرے اور اسے قابو میں رکھے اور گناہ اور کجروی سے اپنے آپ کو روکے رکھے۔

اسلام یہ نہیں کہتا کہ شرعی منصب اور عہدے کو قبول نہ کرو بلکہ اسلام کہتا ہے کہ اسے قبول کرو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت کرو اور صرف منصب اور مقام کا غلام بن کر نہ رہ جاؤ۔ اور اپنے منصب اور عہدے کو نفسانی خواہشات اور شہوات کے لئے وسیلہ قرار نہ دو اور حق کے راستے سے نہ ہٹو۔ اسلام نہیں کہتا کہ تقویٰ حاصل کرنے کے لئے کام اور کار و کسب سے ہاتھ اٹھالو اور حلال رزق طلب کرنے کے لئے کوشش نہ کرو بلکہ اسلام کہتا ہے کہ دنیا کے قیدی اور غلام نہ بنو۔ اسلام نہیں کہتا کہ دنیا کو ترک کردے اور عبادت میں مشغول ہو جانے کے لئے گوشہ نشین ہو جا بلکہ اسلام کہتا ہے کہ دنیا میں زندگی کر اور اس کے آباد کرنے کے

لئے کوشش کر لیکن دنیا دار اور اس کا فریفتہ اور عاشق نہ بن بلکہ دنیا کو اللہ تعالی سے تقرب اور سیر و سلوک کے لئے قرار دے اسلام میں تقوی سے مراد یہی ہے کہ جسے اسلام نے گراں بہا اور بہترین خصلت بتلایا ہے۔

## تقویٰ اور بصیرت

قرآن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تقوی انسان کو صحیح بصیرت اور بینش دیتا ہے تاکہ دنیا اور آخرت کی واقعی مصلحتوں کو معلوم کر سکے اور اس پر عمل کرے جیسے۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے۔ اے ایمان والو اگر تقوی کو پیشہ قرار دو تو خدا تمہارے لئے فرقان قرار دے گا یعنی بصیرت کی دید اور شناخت عطا کرے گا تاکہ سعادت اور بدبختی کی مصلحتیں اور مفسدوں کو پہنچان سکو۔ ایک اور آیت میں ہے کہ صاحب تقوی بنو تاکہ علوم کو تم پر نازل کیا جائے اور اللہ تعالی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

گرچہ قرآن تمام لوگوں کے لئے نازل ہوا ہے لیکن صرف متقی ہیں جو ہدایت دیئے جاتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

اسی لئے قرآن لوگون کے لئے بیان ہے اور اہل تقوی کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تقوی دل کی بیماریوں کے لئے شفا دینے والی دواء ہے اور دل کی آنکھ کے لئے بینائی کا سبب ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر شیطان کا آدم کی اولاد کے دل کے اردگر چکر لگاتا نہ ہوتا تو وہ عالم ملکوت کا مشاہدہ کر لیتے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ دل کے فاسد ہو جانے کے لئے گناہ کے بجالانے سے زیادہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ دل گناہ کے ساتھ جنگ میں واقع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ گناہ اس پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے اور اسے

اوپر نیچے کر دیتا ہے یعنی پچھاڑ دیتا ہے۔

اس قسم کی آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ عقل کی بینائی اور بصیرت کا سبب بنتا ہے اور سمجھنے اور سوچنے کی قوت کو طاقت ور بناتا ہے اور عقل ایک گوہر گران بہا ہے جو انسان کے وجود میں رکھدیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے مصالح اور مفاسد خیرات اور شرور سعادت اور شقاوت کے اسباب خلاصہ جو ہونا چاہئے اور جو نہ ہونا چاہئے کو اچھی طرح پہچان سکے اور تمیز دے سکے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بدن میں عقل حق کا رسول ہے۔

جی ہاں اس طرح کی رسالت اور پیغام عقل کے کندھے پر ڈال دی گئی ہوئی ہے اور وہ اس کے بجالانے کی قدرت بھی رکھتا ہے لیکن یہ اس صورت میں کہ جسم کی تمام طاقتیں اور غرائز عقل کی حکومت کو قبول کرلیں اور اس کی مخالفت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کریں۔ خواہشات اور ہوس اور ہوس عقل کے دشمن ہیں عقل کو ٹھیک کام انجام نہیں دینے دیتے۔

نیز آپؑ نے فرمایا جو شخص اپنے نفس کی خواہشات کا مالک نہیں ہوتا وہ عقل کا مالک بھی نہیں ہو گا۔

آپ نے فرمایا ہے کہ خود بینی اور خود پسندی عجب اور تکبر عقل کو فاسد کر دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا ہے کہ لجباز اور ضدی انسان صحیح فکر اور فیصلہ نہیں کر سکتا۔

یہ تو درست ہے کہ بدن پر حکومت اور اس کو چلانا عقل کے سپرد کیا گیا ہے اور عقل اس کی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن خواہشات اور غرائز نفسانی اس کے لئے بہت بڑی مانع اور رکاوٹ ہیں اگر ایک عزیزہ یا تمام غرائز اعتدال کی حالت سے خارج ہو جائیں اور بغاوت اور طغیان کرلیں اور کام نہ کر دیں تو پھر عقل کیسے اپنی ذمہ داریوں کے انجام دینے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ اس طرح کا انسان عقل تو رکھتا ہے لیکن بغیر سوچ اور فکر والا۔ چراغ موجود ہے لیکن خواہشات اور شہوات اور غضب نے سیاہ بادل

یا مہہ کی طرح اسے چھپا رکھا ہے اس کے نور کو بجھا دیا ہے اور واقعات کے معلوم کرنے سے روک دیا ہے۔ ایک شہوت پرست انسان کس طرح اپنی واقعی مصلحتوں کو پہچان سکتا ہے اور شہوت کے طغیان اور سرکشی کی طاقت کو قابو کر سکتا ہے؟ خود پسند اور خود بین انسان کس طرح اپنے عیوب کو پہچان سکتا ہے تاکہ ان کے درست کرنے کی فکر میں جائے؟ اسی طرح دوسری بری صفات جیسے غصہ حسد طمع کینہ پروری تعصب اور ضد بازی مال اور جاہ و جلال کا منصب مقام ریاست اور عہدہ ان تمام کو کس طرح وہ اپنے آپ سے دور کر سکتا ہے؟ اگر ان میں سے ایک یا زیادہ نفس پر مسلط ہو جائیں تو پھر وہ عقل عملی کو واقعات کے پہچاننے سے روک دیتی ہیں اور اگر عقل ان کی خلاف عمل کرنا بھی چاہئے تو پھر اس کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کر دیتی ہیں اور دادو فریاد شروع کر دیتی ہیں اور عقل کے محیط کو تاریک کر دیتی ہیں اور اسے اپنی ذمہ داری کے انجام دینے سے کمزور کر دیتی ہیں جو انسان ہوی اور ہوس اور خواہشات کا قیدی بن جائے تو پھر وہ وعظ اور نصیحت سے بھی کوئی نتیجہ حاصل نہیں کر سکے گا بلکہ قرآن اور مواعظ اس کے دل کی قساوت کو اور زیادہ کر دیں گے لہٰذا تقویٰ کو بصیرت روشن بینی اور وظیفہ شناسی کا بہترین اور موثر ترین عامل شمار کیا جا سکتا ہے۔

اخر میں اس بات کی یاد دھانی ضروری اور لازم ہے کہ تقویٰ عقل عملی اور ذمہ داریوں کی پہچان اور یہ جاننا کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ بصیرت کی زیادتی کا موجب ہے نہ صرف عقل کے حقائق کو جاننے اور پہچاننے کے لئے کہ جسے اصطلاحی لحاظ سے عقل نظری کہا جاتا ہے کیونکہ اس طرح نہیں ہوتا کہ جو انسان تقویٰ نہیں رکھتا وہ ریاضی اور طبعی کے مسائل سمجھنے سے عاجز رہتا ہے گرچہ تقویٰ سمجھنے اور ہوش اور فکر کے لئے بھی ایک حد تک موثر واقع ہوتا ہے۔

## تقویٰ اور مشکلات پر قابو پانا

تقویٰ کے آثار میں سے ایک اہم اثر زندگی کی مشکلات اور سختیوں پر غلبہ

حاصل کرلینا ہے۔ جو بھی تقویٰ پر عمل کرے گا خداوند عالم اس کی مشکلات کے دور ہونے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا اور ایسے راستے سے کہ جس کا اسے گمان تک نہ ہو گا اسے روزی فراہم کردے گا خداوند عالم فرماتا ہے کہ جس نے تقویٰ پر عمل کیا خداوند عالم اس کے کام آسان کر دیتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص تقویٰ پر عمل کرے گا تو اس کی سختیاں اور مشکلیں جب کہ نزدیک تھا کہ اس پر وارد ہو جائیں دور ہو جائیں گی تلخیاں اس کے لئے شیریں ہو جائیں گی مشکلات کی لہریں اس کے سامنے پھٹ جائیں گی اور سخت سے سخت اور درد ناک کام اس کے لئے آسان ہو جائیں گے۔

اس قسم کی آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مشکلات کے حل ہونے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے میں تقویٰ انسان کی مدد کرتا ہے۔ اب دیکھا جائے کہ تقویٰ ان موارد میں کیا تاثیر کر سکتا ہے۔ زندگی کی سختیوں اور مشکلات کو بطور کلی دو گروہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا گروہ۔ وہ مشکلات کہ جن کا حل کرنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے جیسے کسی عضو کا نقص اور ایسی بیماریوں میں مبتلا ہونا کہ جو لاعلاج ہیں اور ایسے خطرات کہ جن کی پیشگوئی نہیں کی جا سکتی اور اس طرح کی دوسری مشکلات کہ جنہیں روکنا اور دور کرنا انسان کے امکان اور قدرت سے باہر ہے۔

دوسرا گروہ۔ ایسی مشکلات اور سختیاں کہ جن کے دور کرنے اور پیش بینی کرنے میں ہمارا ارادہ موثر واقع ہو سکتا ہے۔ جیسے اکثر نفسیاتی اور جسمی گھریلو اور اجتماعی اور کاروکسب کی بیماریاں وغیرہ۔

تقویٰ ان دونوں مشکلات کے حل میں ایک مہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ گرچہ پہلے مشکلات کے گروہ کو روکنا اور ان کو دور کرنا ہمارے لئے عملی طور سے ممکن نہیں ہوتا لیکن ان مشکلات کے ساتھ کس طرح عمل کیا جائے یہ ہمارے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ انسان جو باتقویٰ ہے اور اپنے نفس کی حفاظت کے لئے پوری طرح تسلط رکھتا ہے اور دنیا کے مشکلات اور خود دنیا کو فانی اور ختم ہونے والا سمجھتا ہے اور آخرت کی زندگی کو

حقیقی اور باقی رہنے والی زندگی سمجھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی ذات لایزال کی قدرت پر اعتماد کرتا ہے۔ دنیا کے واقعات اور مشکلات کو معمولی اور وقتی جانتا ہے اور ان پر جزع اور فزع نہیں کرتا تو ایسا انسان اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے سر تسلیم خم کر دے گا۔ تقویٰ والا انسان آخرت کے جہان اور خدا سے مانوس اور عشق کرتا ہے ایسے انسان کے لئے گذر جانے والے مشکلات اور واقعات اس کی روح اور دل کے سکون کو مضطرب اور پریشان نہیں کر سکیں گے کیونکہ خود مشکلات اور حوادث اور مصائب درد نہیں لاتیں بلکہ نفس کا انہیں برداشت اور تحمل نہ کر سکنا۔ انسان کیلئے ناراحتی اور نا آرامی کو فراہم کرتا ہے اور اس کے لئے تقویٰ انسان کے لئے زیادہ مدد کر سکتا ہے۔

دوسرا گروہ۔ اکثر مشکلات اور سختیاں کہ جو انسان کی زندگی کو تلخ کر دیتی ہیں ہماری بری عادات اور انسانی ہوی اور ہوس اور خواہشات کی وجہ سے ہم پر وارد ہوتی ہیں اور یہی بری صفات ان کا سبب بنتی ہیں۔ گھریلو زندگی کے اکثر مشکلات کو شوہر یا بیوی یا دونوں خواہشات نفسانی پر مسلط نہ ہونے کی وجہ سے وجود میں لاتے ہیں اور اس آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

جسے خود انہوں نے جلایا ہے اور پھر داد و قیل جزع اور فزع زد خورد کرتے ہیں۔

دوسری مشکلات بھی اکثر اسی وجہ سے وجود میں آتی ہیں۔ برا اخلاق جیسے حسد۔ کینہ پروری، انتقام لینا، ضدبازی، تعصب، خود پسندی، اور خود بینی، طمع، بلند پروازی، تکبر وغیرہ وہ بری صفات ہیں کہ انسان کے لئے مشکلات اور مصائب غم اور غصہ وجود میں لاتی ہیں اور بہترین اور شیریں زندگی کو تلخ اور بے مزہ کر دیتی ہیں۔ ایسا شخص اتنا خواہشات نفسانی کا قیدی ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ اپنے درد اور اس کی دواء کے پہچاننے سے عاجز ہو جاتا ہے۔ سب سے بہتر چیز جوان حوادث کے واقع ہونے کو روک سکتی ہے وہی تقویٰ ہے اور اپنے نفس پر کنٹرول کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ہے۔ متقی انسان کے

لئے اس طرح کے درد ناک واقعات بالکل پیش ہی نہیں آتے وہ سکون قلب اور ارامش سے اپنی زندگی کو ادامہ دیتا ہے اور آخرت کے لئے توشہ ور زاد راہ حاصل کرتا ہے۔ دنیا کی محبت ان تمام مصائب اور گرفتاریوں کا سرچشمہ ہوتی ہے لیکن متقی انسان دنیا اور مافیہا کا عاشق اور فریفتہ نہیں ہوتا تاکہ اس کے نہ ہونے سے رنج اور تکلیف کو محسوس کرے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایاہے کہ دنیا کی محبت سے پرہیز کر کیونکہ یہ دنیا کی ہر مصیبت کی جڑ اور ہر تکلیف کی کان ہے۔

## ھوی اور خواہش اور آزادی

ممکن ہے کہ کوئی گمان کرے کہ تقویٰ تو آزادی کو سلب کر لیتا ہے اور ایک محدودیت اور قید و بند وجود میں لے آتا ہے اور زندگی کو سخت اور مشکل بنا دیتا ہے لیکن اسلام اس گمان اور عقیدہ کو قبول نہیں کرتا اور رد کر دیتا ہے بلکہ اس کے برعکس تقویٰ کو آزادی اور آرام اور عزت اور بزرگواری کا سبب قرار دیتا ہے اور انسان بغیر تقویٰ والے کو قید اور غلام شمار کرتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تقویٰ ہدایت اور استقامت اور آخرت کے زاد راہ اور توشہ کی چابی ہے۔ تقویٰ غلامی سے آزادی اور ہلاکت سے نجات پانے کا وسیلہ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسلام سے بالا تر کوئی شرافت نہیں ہے۔ تقویٰ سے کوئی بالاتر عزت نہیں ہے۔ اور سب سے زیادہ قوی تقوی سے اور کوئی پناہ گاہ نہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے جو شخص تقویٰ کو وسیلہ بنائے تو وہ سختیاں اور دشواریاں جو نزدیک آچکی ہوں گی اس سے دور ہو جائیں گی تلخ کام اس کے لئے شیریں ہو جائیں گے۔ گرفتاریوں کی سخت لہریں اس سے دور ہو جائیں گی اور سختیاں اس کے لئے آسان ہو جائیں گی۔

ان احادیث میں تقویٰ کو مشکلات کے حل کرنے اور انسان کی عزت اور آزادی

کا سبب مصائب اور گرفتاریوں سے نجات زندگی کی دشواریوں اور تلخیوں کے لئے بہترین پناہ گاہ بتلایا گیا ہے۔ لہٰذا تقویٰ انسان کے لئے محدودیت اور آزادی سلب کرنے کا موجب نہیں ہوتی بلکہ انسان کی شخصیت کو زندہ کرتا ہے اور تقویٰ، شہوت، غضب انتقام، جوئی، کینہ پروری، خود خواہی، خود پسندی، تعصب، لج بازی، طمع، دولت پرستی، خود پرستی، شہوت پرستی، مقام و منصب پرستی، شکم پرستی، شہرت پرستی سے، آزاد کرتا ہے انسان کی شخصیت اور عقل کو قوی کرتا ہے تاکہ وہ غرائز اور طغیان کرنے والی قوتوں پر غالب آ جائے اور انہیں اعتدال پر رکھے اور واقعی مصلحتوں کے لحاظ سے ہدایت اور رہبری کرے اور افراط اور تفریط کے کاموں سے رکاوٹ بنے۔

قرآن ان لوگوں کو جو نفس کی خواہشات کے مطیع اور فرمانبردار ہوں اور خواہشات نفسانی کی تلاش میں لگے رہیں اور خواہشات نفس کے حاصل کرنے میں کسی حدود شرعی کے قائل نہ ہوں بت پرست اور خواہش پرست جانتا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے۔ ان لوگوں کو دیکھتا ہے کہ جنہوں نے خواہشات نفس کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اس کے باوجود جانتا ہے کہ خدا نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر تاریکی کے پردے ڈالے گئے ہیں پس کون اسے خدا کے بعد ہدایت کرے گا؟ کیا وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا؟

درست ہے کہ جو شخص اپنی نفسی خواہشات کے سامنے سر تسلیم کر چکا ہے اور ان کے حاصل کرنے میں کسی برائی اور قباحت کی پروا نہیں کرتا اور دیوانوں کی طرح اس کی تلاش اور کوشش کرتا ہے اور عقل کی بھلائی کی آواز کو نہیں سنتا اور پیغمبروں کی راہنمائی پر کان نہیں دھرتا ایسا شخص یقیناً" خواہشات نفس کا قیدی اور غلام اور نوکر اور مطیع ہے۔ نفس کی خواہشات نے انسان کی شخصیت اور گوہر نایاب کو جو عقل ہے اسے مغلوب کر رکھا ہے اور اپنے دام میں پھنسا لیا ہے ایسے شخص کے لئے آزاد ہونے اور آزادی حاصل کرنے کے لئے سوائے تقوی کے اور کوئی راستہ موجود نہیں ہے لہٰذا تقویٰ محدود نہیں کرتا بلکہ انسان کو آزادی بخشتا ہے۔

## تقویٰ اور بیماریوں کا علاج

یہ مطلب پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ برے اخلاق جیسے حسد، بغض، انتقام جوئی، عیب جوئی، غضب، تعصب، طمع، خود بینی، تکبر خوف، بے ارادگی، وسوسہ وغیرہ یہ تمام نفسانی بیماریاں ہیں ان مرضوں میں مبتلا انسان مجازی طور سے نہیں بلکہ حقیقی لحاظ سے بیمار ہے اور یہ مطلب بھی علوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نفس اور جسم میں فقط مضبوط ربط اور اتصال ہی برقرار نہیں ہے بلکہ یہ دونوں متحد ہیں اور اسی ربط اور اتصال سے ایک دوسرے پر اثر انداز اور متاثر ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں نفس انسان کو ناراحت اور پریشان کرتی ہیں اس کے برعکس روحانی اور نفسانی بیماریاں جیسے معدے اور انتڑیوں میں زخم اور ورم اور بدہضمی اور غذا کا کھٹا پن ہو جانا سر اور دل کا درد ممکن ہے کہ وہ بھی برے اخلاق جیسے حسد۔ بغض اور کینہ طمع اور خود خواہی اور بلند پروازی سے ہی وجود میں آ جائیں۔ مشاہدہ میں آیا ہے کہ مضر اشیاء کی عادت شہوات رانی میں افراط اور زیادہ روی کتنی خطرناک بیماریوں کو موجود کر دیتی ہیں جیسے کہ پہلے گذر چکا ہے کہ نفسانی بیماریون کا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے تقویٰ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں اور ان سے سلامتی اور صحت میں تقویٰ بہت ہی زیادہ تاثیر کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے تقویٰ کے بارے میں فرمایا ہے کہ تقویٰ تمہارے جسموں کی بیماریوں کی دواء ہے اور تمہارے فاسد دلوں کی اصلاح کرتا ہے اور تمہارے نفوس کی کثافتوں کو پاک کرتا ہے؟

# متقیوں کے اوصاف

اگر تقویٰ کو بہتر پہچاننا چاہئیں اور متقین کی صفات اور علامتوں سے بہتر واقف ہونا چاہئیں تو ضروری ہے کہ ہمام کے خطبے کا جو نہج البلاغہ میں ہے اس کا ترجمہ کر دیں۔

ہمام ایک عابد انسان اور امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا ایک دن اس نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا امیر المومنین۔ آپ میرے لئے متقین کی اس طرح صفات بیان فرمائیں کہ گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے جواب میں تھوڑی دیر کی اور پھر آپ نے اجمالی طور سے فرمایا اے ہمام تقویٰ کو اختیار کر اور نیک کام انجام دینے والا ہو جا کیونکہ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ خدا متقین اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے ہمام نے آپ کے اس مختصر جواب پر اکتفا نہیں کی اور آنحضرت کو قسم دی کہ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں۔ اس وقت آنحضرتؑ نے حمد اور ثناء باری تعالیٰ اور پیغمبر علیہ السلام پر درود و سلام کے بعد فرمایا۔ خداوند عالم نے لوگوں کو پیدا کیا جب کہ ان کی اطاعت سے بے نیاز تھا اور ان کی نافرمانیوں سے امان اور محفوظ تھا کیونکہ گناہگاروں کی نافرمانی اسے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی اور فرمانبرداروں کی اطاعت اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ ان کی روزی ان میں تقسیم کر دی اور ہر آدمی کو اس کی مناسب جگہ پر برقرار کیا۔ متقی دنیا میں اہل فضیلت ہیں۔ گفتگو میں سچے۔ لباس پہننے میں میانہ رو۔

راستہ چلنے میں متواضع۔ حرام کاموں سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ جو علم

انہیں فائدہ دیتا ہے اسے سنتے ہیں مصیبتوں اور گرفتاریوں میں اس طرح ہوتے ہیں جس طرح آرام اور خوشی میں ہوتے ہیں۔ اگر موت ان کے لئے پہلے سے معین نہ کی جا چکی ہوتی تو ثواب کے شوق اور عتاب کے خوف سے ایک لحظہ بھی ان کی جان ان کے بدن میں قرار نہ پاتی۔ خدا ان کی نگاہ میں بہت عظیم اور بزرگ ہے اسی لئے غیر خدا ان کی نگاہ میں معمولی نظر آتا ہے۔ بہشت کی نسبت اس شخص کی مانند ہیں کہ جس نے بہشت کو دیکھا ہے اور بہشت کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہا ہے۔ اور جہنم کی نسبت اس شخص کی طرح ہیں کہ جس نے اسے دیکھا ہے اور اس میں عذاب پا رہا ہے۔ ان کے دل محزون ہیں اور لوگ ان کے شر سے امان میں ہیں۔ ان کے بدن لاغر اور ان کی ضروریات تھوڑی ہیں۔ ان کے نفس عفیف اور پاک میں۔ اس دنیا میں تھوڑے دن صبر کرتے ہیں تاکہ اس کے بعد ہمیشہ کے آرام اور خوشی میں جا پہنچیں اور یہ تجارت منفعت آور ہے جو ان کے پروردگار نے ان کے لئے فراہم کی ہے۔ دنیا ان کی طرف رخ کرتی ہے لیکن وہ اس کے قبول کرنے سے رو گردانی کرتے ہیں۔ دنیا انہیں اپنا قیدی بنانا چاہتی ہے لیکن وہ اپنی جان خرید لیتے ہیں اور آزاد کرا لیتے ہیں۔ رات کے وقت نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قرآن کی آیات کو سوچ اور بچار سے پڑھتے ہیں۔ اس میں سوچنے اور فکر کرنے سے اپنے آپ کو غمگین اور محزون بناتے ہیں اور اسی وسیلے سے اپنے درد کی دواء ڈھونڈتے ہیں جب ایسی ایت کو پڑھتے ہیں کہ جس میں شوق دلایا گیا ہو تو وہ امید دار ہو جاتے ہیں اور اس طرح شوق میں آتے ہیں کہ گویا جزا اور ثواب کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور جب ایسی آیت کو پڑھتے ہیں کہ جس میں خوف اور ترس ہو تو دل کے کانوں سے اس کی طرف اس طرح توجہ کرتے ہیں کہ گویا دوزخ میں رہنے والوں کی اہ و زاری اور فریاد ان کے کانوں میں سنائی دے رہی ہے۔ رکوع کے لئے خم ہوتے ہیں اور سجدے کے لئے اپنی پیشانیوں اور ہتھیلیوں اور پاؤں اور زانوں کو زمین پر بچھا دیتے ہیں اپنے نفس کی آزادی کو خدا سے تقاضا کرتے ہیں۔ جب دن ہوتا ہے تو بردبار دانا نیکو کار اور باتقوئی ہیں۔

خدا کے خوف نے ان کو اس تیر کی مانند کر دیا ہے کہ جسے چھیلا جائے اور لاغر اور کمزور کر دیا ہے۔ انہیں دیکھنے والے گمان کرتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں جب کہ وہ بیمار نہیں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دیوانے ہیں جب کہ وہ دیوانے نہیں ہیں بلکہ قیامت جیسی عظیم چیز میں فکر کرنے نے ان کو اپنے آپ سے بے خود کر دیا ہے۔

اپنے تھوڑے عمل پر راضی نہیں ہوتے اور زیادہ عمل کو زیادہ نہیں سمجھتے۔ اپنی روح اور نفس کو اس گمان میں کہ وہ اطاعت میں کوتاہی کر رہے ہیں متہم کرتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف اور ہراس میں ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی کی تعریف کی جائے تو جو اس کے بارے میں کہا گیا ہے اس سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر پہچانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ آگاہ اور باخبر ہے۔ خدایا جو کچھ ہمارے بارے میں کہا گیا ہے اس پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا اور اس سے بالا تر قرار دے جو وہ گمان کرتے ہیں اور ان گناہوں کو جو دوسرے نہیں جانتے بخش دے۔

اہل تقویٰ کی نشانی یہ ہے کہ تو اسے دینی معاملہ میں نرمی اور دور اندیشی کے ساتھ قوی دیکھے گا اور یقین میں با ایمان اور مضبوط۔ علم کے حصول میں حریص بردباری میں دانشمند مالدار ہوتے ہوئے۔ میانہ روی' عبادت باخشوع اور فقر میں آبرو مند اور باوقار۔ سختیوں میں صبر کرنے والے۔ حلال روزی کے حاصل کرنے میں کوشش کرنے والے۔ ہدایت کے طلب کرنے میں علا قمندی۔ طمع سے دور اور سخت جان۔ نیک کام کرنے کے باوجود خوف زدہ ہیں۔ رات کے وقت شکرانہ ادا کرنے میں ہمت باندھتے ہیں اور دن میں ذکر اور خدا کی یاد کو اہمیت دینے والے۔ رات کو اس ڈر سے کہ شاید غفلت برتی ہو خوف زدہ۔ دن کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم و رحمت کیوجہ سے خوشحال۔ اگر نفس نے کہ جسے وہ پسند نہیں کرتا سختی برتی تو وہ بھی اس کے بدلے جسے نفس پسند کرتا ہے بجا نہیں لاتے۔ اس کا ربط اور علاقہ نیک کاموں سے ہوتا ہے اور فنا ہونے والی دنیاوی چیز کی طرف میلان نہیں رکھتے۔ تحمل اور بردباری کو عقلمندی سے اور گفتار

کو کردار کے ساتھ ملاتے ہے۔ اسے دیکھے گا کہ اس کی خواہشات تھوڑی اور اس کی خطائیں بھی کم۔ دل خشوع کرنے والا اور نفس قناعت رکھنے والا۔ اس کی خوراک تھوڑی اور اس کے کام آسان اس کا دین محفوظ اور اس کی نفسانی خواہشات ختم ہو چکی ہیں اور غصہ بیٹھ چکا ہے۔ لوگ اس کے احسان اور نیکی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے شر سے امن و امان میں ہیں اگر لوگوں میں غافل اور بے خبر نظر آ رہا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والا شمار ہو رہا ہو گا اور اگر ذکر کرنے والوں میں موجود ہوا تو وہ غفلت کرنے والوں میں شمار نہیں ہو گا۔

گالیاں دینے سے پرہیز کرتا ہے نرمی سے بات کرتا ہے۔ برے کام اس سے نہیں دیکھے جاتے اور نیک کاموں میں ہر جگہ حاضر ہوتا ہے۔ خیرات اور نیکی کی طرف قدم بڑھانے والا اور برائیوں سے بھاگ جانے والا ہوتا ہے۔ سختیوں میں باوقار اور مصیبتوں میں صبر کرنے والا آرام اور آسائش میں شکر گزار جو اس کے نزدیک مبغوض ہے اس پر ظلم نہیں کرتا۔ جس کو دوست رکھتا ہے اس کے لئے گناہ نہیں کرتا گواہوں کی گواہی دینے سے پہلے حق کا اقرار کر لیتا ہے۔ جسے حفظ کر لیا ہے اسے ضائع نہیں کرتا اور جو اسے بتلایا جائے اسے نہیں بھلاتا۔ کسی کو برے لقب سے نہیں بلاتا۔ ہمسایہ کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ لوگوں پر جب مصیبتیں ٹوٹ پڑیں تو اس سے خوشی نہیں کرتا۔ باطل کے راستے میں قدم نہیں رکھتا اور حق سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر چپ رہے تو چپ رہنے سے غمگین نہیں ہوتا اگر ہنسے تو ہنسنے کی آواز بلند نہیں ہوتی اور اگر اس پر ظلم کیا جائے تو صبر کرتا ہے تاکہ اس کا انتقام اس کے لئے لے لے۔ اس کا نفس اس کی طرف سے سختی میں ہوتا ہے لیکن لوگوں کے نفس اس کی طرف سے آرام اور آسائش میں ہوتے ہیں آخروی کاموں کے لئے اپنے نفس کو سختیوں میں ڈالتا ہے اور لوگوں کو اپنی جانب سے آرام اور آسائش پہنچاتا ہے۔ اس کا کسی سے دور ہو جانا زہد اور عفت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کسی سے نزدیک ہونا خوش خلقی اور مہربانی سے ہوتا ہے دور ہونا تکبر اور خود خواہی کیوجہ سے نہیں ہوتا اور نزدیک ہونا مکر اور فریب

سے نہیں ہوتا۔

راوی کہتا ہے کہ جب امیر المومنین کی کلام اس جگہ پہنچی تو ھمام نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گیا۔ اور اپنی روح خالق روح کے سپرد کر دی۔ آنحضرتؑ نے فرمایا میں اس طرح کی پیش آمد کیوجہ سے اس کے بارے میں خوف زدہ تھا۔ آپ نے اس کے بعد فرمایا لائق افراد میں وعظ اس طرح کا اثر کرتے ہیں۔

نفس پر کنٹرول کرنے اور اسے پاک کرنے کا اہم سبب مراقبت ہوتا ہے۔

اپنے آپ کو بنانے اور سنوارنے اور نفس کو پاک کرنے کا ایک اہم سبب نفس پر مراقبت اور توجہ رکھنا ہوتا ہے۔ جو انسان اپنی سعادت کے متعلق سوچتا اور فکر رکھتا ہو وہ برے اخلاق اور نفسانی بیماریوں سے غافل نہیں رہ سکتا بلکہ اسے ہر وقت اپنے نفس پر توجہ رکھنی چاہئے اور تمام اخلاق اور کردار ملکات اور افکار کو اپنے کنٹرول میں رکھنا چاہئے اور اس پر پوری نگاہ رکھے۔ ہم اس مطلب کو کئی ایک مطالب کے ضمن میں بیان کرتے ہیں۔

## اعمال کا ضبط کرنا اور لکھنا

قرآن اور احادیث پیغمبر اور اہلبیت علیہم السلام سے معلوم ہوتا کہ انسان کے تمام اعمال حرکات گفتار سانس لینا افکار اور نظریات نیت تمام کے تمام نامہ اعمال میں ضبط اور ثبت کئے جاتے ہیں اور قیامت تک حساب دینے کے لئے باقی رہتے ہیں اور ہر ایک انسان قیامت کے دن اپنے اچھے برے اعمال کی جزا اور سزا دیا جائیگا جیسے خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ قیامت کے دن لوگ گروہ در گروہ خارج ہونگے تاکہ وہ اپنے اعمال کو دیکھ لیں جس نے ایک ذرا بھر نیکی انجام دی ہو گی وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرا بھر برائی انجام دی ہو گی اسے دیکھے گا۔

نیز فرماتا ہے کہ کتاب رکھی جائیگی مجرموں کو دیکھے گا کہ وہ اس سے جو ان کے نامہ اعمال میں ثبت ہے خوف زدہ ہیں اور کہتے ہونگے کہ یہ کیسی کتاب ہے کہ جس

نے تمام چیزوں کو ثبت کر رکھا ہے اور کسی چھوٹے بڑے کام کو نہیں چھوڑا اپنے تمام اعمال کو حاضر شدہ دیکھیں گے تیرا خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

خدا فرماتا ہے۔ قیامت کے دن جس نے جو عمل خیر انجام دیا ہو گا حاضر دیکھے گا اور جن برے عمل کا ارتکاب کیا ہو گا اسے بھی حاضر پائیگا اور آرزو کرے گا کہ اس کے اور اس کے عمل کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا۔

خدا فرماتا ہے کوئی بات زبان پر نہیں لاتا مگر اس کے لکھنے کے لئے فرشتے کو حاضر اور نگاہ کرنے والا پائے گا۔

اگر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کے تمام اعمال اور کردار حرکات اور گفتار یہاں تک کہ افکار اور نظریات سوچ اور فکر لکھے جاتے ہیں تو پھر ہم کس طرح ان کے انجام دینے سے غافل رہ سکتے ہیں؟

## قیامت میں حساب

بہت زیادہ آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن بہت زیادہ وقت سے بندوں کا حساب لیا جائیگا۔ بندوں کے تمام اعمال چھوٹے بڑے کا حساب لیا جائیگا اور معمولی سے معمولی کام سے بھی غفلت نہیں کی جائیگی جیسے خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کہ عدالت کے ترازو کو قیامت کے دن نصب کیا جائیگا اور کسی طرح ظلم نہیں کیا جائیگا اگر خردل کے دانہ کے ایک مثقال برابر عمل کیا ہو گا تو اسے بھی حساب میں لایا جائیگا اور خود ہم حساب لینے کے لئے کافی ہیں۔

نیز فرماتا ہے جو کچھ باطن اور اندر میں رکھتے ہو خواہ اسے ظاہر کرو یا چھپائے رکھو خدا تم سے اس کا بھی حساب لے گا۔

نیز خدا فرماتا ہے اعمال کا وزن کیا جانا قیامت کے دن حق کے مطابق ہو گا جن کے اعمال کا پلڑا بھاری ہو گا وہ نجات پائیں گے اور جن کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہو گا تو انہوں نے اپنے نفس کو نقصان پہنچایا ہے اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیات پر ظلم کیا

ہے۔ قرآن مجید میں قیامت کو یوم الحساب کہا گیا ہے اور خدا کو سریع الحساب یعنی بہت جلدی حساب لینے والا کہا گیا ہے۔

آیات اور بہت زیادہ روایات کی رو سے ایک سخت مرحلہ جو تمام بندوں کے لئے پیش لانے والا ہے وہ اعمال کا حساب و کتاب اور ان کا تولا جانا ہے۔ انسان اپنی تمام عمر میں تھوڑے تھوڑے اعمال بجا لاتا ہے اور کئی دن کے بعد انہیں فراموش کر دیتا ہے حالانکہ معمولی سے معمولی کام بھی اس صفحہ ہستی سے نہیں مٹتے بلکہ تمام اس دنیا میں مثبت اور ضبط ہو جاتے ہیں اور انسان کے ساتھ باقی رہ جاتے ہیں گرچہ انسان اس جہان میں بطور کلی ان سے غافل ہی کیوں نہ ہو چکا ہو۔ مرنے کے بعد جب اس کی چشم بصیرت روشن ہو گی تو تمام کے تمام اعمال ایک جگہ اکٹھے مشاہدہ کرے گا اس وقت اسے احساس ہو گا کہ تمام اعمال گفتار اور کردار عقائد اور افکار حاضر ہیں اور اس کے ساتھ موجود ہیں اور کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوئے۔

خداوند عالم قران میں فرماتا ہے کہ ہر آدمی قیامت کے دن حساب کے لئے محشر میں اس حالت میں آئے گا کہ ایک فرشتہ اسے لے آ رہا ہو گا اور وہ اس کے ہر نیک اور بد کا گواہ بھی ہو گا اسے کہا جائے گا کہ تو اس واقعیت اور حقیقت سے غافل تھا لیکن آج تیری باطنی انکھ بینا اور روشن ہو گئی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدا کا بندہ ایک قدم نہیں اٹھائیگا مگر اس سے چار چیزوں کا سوال کیا جائیگا۔ اس کی عمر سے کہ کس راستے میں خرچ کی ہے۔ اس کی جوانی سے کہ اسے کس راستے میں خرچ کیا ہے۔ اس کے مال سے کہ کس طریقے سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ہے۔ اور ہم اہلبیت کی دوستی کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔

ایک اور حدیث میں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بندے کو قیامت کے دن حساب کے لئے حاضر کریں گے۔ ہر ایک دن کے لئے کہ اس نے دنیا میں زندگی کی ہے۔ ہر دن رات کے۔ ہر ساعت کے لئے چوبیس خزانے لائیں گے ایک خزینہ کو

کھولیں گے جو نور اور سرور سے پر ہو گا۔ خدا کا بندہ اس کے دیکھنے سے اتنا خوشحال ہو گا کہ اگر اس کی خوشحالی کو جہنمیوں کے درمیان تقسیم کیا جائے تو وہ کسی درد اور تکلیف کو محسوس نہیں کریں گے یہ وہ ساعت ہو گی کہ جس میں وہ اللہ تعالٰی کی اطاعت میں مشغول ہوا تھا۔ اس کے بعد ایک دوسرے خزینہ کو کھولیں گے کہ جو تاریک اور بدبو دار وحشت آور ہو گا خدا کا بندہ اس کے دیکھنے سے اس طرح جزع اور فزع کرے گا کہ اگر اسے بہشتیوں میں تقسیم کیا جائے تو بہشت کی تمام نعمتیں ان کے لئے ناگوار ہو جائیں گی یہ وہ ساعت تھی کہ جس میں وہ اللہ تعالٰی کی نافرمانی کر رہا تھا۔ اس کے بعد اس کے لئے تیسرے خزانہ کو کھولیں گے کہ جو بالکل خالی ہو گا نہ اس میں خوش کرنے والا عمل ہو گا اور نہ غم لانے والا عمل ہو گا یہ وہ ساعت ہے کہ جس میں خدا کا بندہ سویا ہوا تھا یا مباح کاموں میں مشغول ہوا تھا۔ خدا کا بندہ اس کے دیکھنے سے بھی غمگین اور افسوس ناک ہو گا کیونکہ وہ اسے دنیا میں اچھے کاموں سے پر کر سکتا تھا اور کوتاہی اور سستی کی وجہ سے اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اسی لئے خداوند عالم قیامت کے بارے میں فرماتا ہے کہ یوم التاغبن یعنی خسارے اور نقصان کا دن۔

قیامت کے دن بندوں کا بطور دقت حساب لیا جائیگا اور انکا انجام معین کیا جائیگا تمام گذرے ہوئے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ انسان کے اعضاء اور جوارح پیغمبر اور فرشتے یہاں تک زمین گواہی دے گی بہت سخت حساب ہو گا اور اس پر انسان کا انجام معین کیا جائے گا دل حساب کے ہونے کی وجہ سے دھڑک رہے ہونگے اور بدن اس سے لرزہ باندام ہونگے ایسا خوف ہو گا کہ مائیں اپنے شیر خوار بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتیں بچے سقط کر دیں گی تمام لوگ مضطرب ہونگے کہ ان کا انجام کیا ہو گا کیا ان کے حساب کا نتیجہ اللہ تعالٰی کی خوشنودی اور آزادی کا پروانہ ہو گا اور پیغمبروں اور اولیاء خدا کے سامنے سرخروی اور بہشت میں ہمیشہ کی زندگی ہو گی۔ اللہ کے نیک بندوں کی ہمسائیگی ہو گی یا اللہ تعالٰی کا غیظ اور غضب لوگوں کے درمیانی رسوائی اور دوزخ میں ہمیشہ کی زندگی ہو گی۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کا حساب ایک جیسا نہیں ہو گا۔ بعض انسانوں کا حساب بہت سخت اور مشکل اور طولانی ہو گا۔ دوسری بعض کا حساب اسان اور سادہ ہو گا۔ حساب مختلف مراحل میں لیا جائیگا۔ اور ہر مرحلہ اور موقف میں ایک چیز سے سوال کیا جائے گا سب سے زیادہ سخت مرحلہ اور موقف مظالم کا ہو گا اس مرحلہ میں حقوق الناس اور ان پر ظلم اور جو رسے سوال کیا جائیگا اس مرحلہ میں پوری طرح حساب لیا جائیگا اور ہر ایک انسان اپنا قرض دوسرے قرض خواہ کو ادا کرے گا۔ جائے تاسف ہے کہ وہاں انسان کے پاس مال نہیں ہو گا کہ وہ قرض خواہوں کا قرض ادا کر سکے ناچار اس کو اپنی نیکیوں سے ادا کرے گا اگر اس کے پاس نیکیاں ہوئیں تو ان کو لے کر مال کے عوض قرض خواہوں کو ادا کرے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو قرض خواہوں کی برائیوں کو اس کے نام اعمال میں ڈال دیا جائیگا بہر حال وہ بہت سخت دن ہو گا۔ خداوند عالم ہم تمام کی فریاد رسی فرمائے۔ آمین۔

البتہ حساب کی سختی اور طوالت تمام انسانوں کے لئے برابر نہ ہو گی بلکہ انسان کی اچھائیوں اور برائیوں کے حساب سے فرق کرے گی لیکن خدا کے نیک اور متقی اور لائق بندوں کے لئے حساب تھوڑی مدت میں اور آسان ہو گا۔ پیغمبر اکرم نے اس شخص کے جواب میں کہ جس نے حساب کے طویل ہونے کے بارے میں سوال کیا تھا۔ فرمایا۔ خدا کی قسم کہ مومن پر اتنا آسان اور سہل ہو گا کہ واجب نماز کے پڑھنے سے بھی اسانتر ہو گا۔

## قیامت سے پہلے اپنا حساب کرلیں

جو شخص قیامت حساب اور کتاب اور اعمال اور جزاء اور سزا کا عقیدہ اور ایمان رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ تمام اعمال ضبط اور ثبت ہو رہے ہیں اور قیامت کے دن بہت دقت سے انکا حساب لیا جائے گا اور ان کی اچھی یا بری جزاء اور سزا دی جائیگی وہ کسی طرح اپنے اعمال اور کردار اور اخلاق سے لاپرواہ اور بے تفاوت نہیں ہو سکتا

ہے؟ کیا وہ یہ نہ سوچے کہ دن اور رات ماہ اور سال اور اپنی عمر میں کیا کر رہا ہے؟ اور آخرت کے لے کونسا زاد راہ اور توشہ بھیج رہا ہے؟ ایمان کا لازمہ یہ ہے کہ ہم اسی دنیا میں اپنے اعمال کا حساب کر لیں اور خوب غور اور فکر کریں کہ ہم نے ابھی تک کیا انجام دیا ہے اور کیا کر رہے ہیں؟ حساب کر لیں اور خوب غور اور فکر کریں کہ ہم نے ابھی تک کیا انجام دیا ہے اور کیا کر رہے ہیں؟ بعینہ اس عقلمند تاجر کی طرح جو ہر روز اور ہر مہینے اور سال اپنی آمدن خرچ کا حساب کرتا ہے کہ کہیں اسے نقصان نہ ہو جائے اور اس کا سرمایہ ضائع نہ ہو جائے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس سے پہلے کہ تمہارا قیامت کے دن حساب لیا جائے اسی دنیا میں اپنے اعمال کو ناپ تول لو۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اسی دنیا میں اپنا حساب کر لے وہ فائدہ میں رہے گا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہر روز اپنا حساب نہیں کرتا اگر اس نے نیک کام انجام دیئے ہوں تو اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ کی توفیق طلب کرے اور اگر برے کام انجام دیئے ہوں تو استغفار اور توبہ کرے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو اپنے آپ کا حساب کر لے وہ فائدہ میں ہو گا اور جو اپنے حساب سے غافل ہو گا وہ نقصان اٹھائیگا۔ جو اس دنیا میں ڈرے وہ قیامت کے دن امن میں ہو گا اور جو نصیحت حاصل کرے وہ آگاہ ہو جائیگا جو شخص دیکھے وہ سمجھے گا اور جو سمجھے گا وہ دانا اور عقلمند ہو جائیگا۔

پیغمبر اکرم نے جناب ابو ذر سے فرمایا اے ابو ذر اس سے پہلے کہ تیرا حساب قیامت میں لیا جائے تو اپنا حساب اسی دنیا میں کر لے کیونکہ آج کا حساب آخرت کے حساب سے زیادہ آسان ہے اپنے نفس کو قیامت کے دن وزن کئے جانے سے پہلے اسی دنیا میں وزن کر لے اور اسی وسیلے سے اپنے آپ کو قیامت کے دن کے لئے کہ جس دن تو خدا کے سامنے جائے گا اور معمولی سے معمولی چیز اس ذات سے مخفی نہیں ہے آمادہ کر لے۔ آپ نے فرمایا اے آباذر انسان متقی نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ اپنے نفس کا

حسلب اس سے بھی سخت جو ایک شریک دوسرے شریک سے کرتا ہے کرے انسان کو خوب سوچنا چاہئے کہ کھانے والی پینے والی پہننے والی چیزیں کس راستے سے حاصل کر رہا ہے۔ کیا حلال سے ہے یا حرام سے؟ اے اباذر جو شخص اس کا پابند نہ ہو کہ مال کو کس طریقے سے حاصل کر رہا ہے خدا بھی پرواہ نہیں کرے گا کہ اسے کس راستے سے جہنم میں داخل کرے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہے اے آدم کی اولاد تو ہمیشہ خیر و خوبی پر ہو گا جب تک اپنے نفس میں وعظ کرنے والا رکھے رہے گا اور اپنے نفس کے حساب کرتے رہنے کا پابند رہے گا اور اللہ کا خوف تیرا ظاہر ہو اور محزون ہونا تیرا باطن ہو۔ اے آدم کا فرزند تو مر جائیگا اور قیامت کے دن اٹھایا جائیگا اور اللہ تعالیٰ اور اللہ کے عدل کے ترازو کے سامنے حساب کے لئے حاضر ہو گا لہذا قیامت کے دن حساب دینے کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔

انسان اس جہان میں تاجر کی طرح ہے اس کا سرمایہ اس کی محدود عمر ہے یعنی یہی دن اور رات ہفتے اور مہینے اور سال۔ یہ عمر کا سرمایہ ہو نہ ہو خرچ ہو کر رہے گا۔ اور آہستہ آہستہ موت کے نزدیک ہو جائیگا جوانی بڑھاپے میں طاقت کمزوری میں اور صحت و سلامتی بیماری میں تبدیل ہو جائیگی اگر انسان نے عمر کو نیک کاموں میں خرچ کیا اور آخرت کے لئے توشہ اور زاد راہ بھیجا تو اس نے نقصان اور ضرر نہیں کیا کیونکہ اس نے اپنے لئے مستقبل سعادتمند اور اچھا فراہم کر لیا لیکن اگر اس نے عمر کے گران قدر سرمایہ جوانی اور اپنی سلامتی کو ضائع کیا اور اس کے مقابلے میں آخرت کے لئے نیک عمل ذخیرہ نہ بنایا بلکہ برے اخلاق اور گناہ کے ارتکاب سے اپنے نفس کو کثیف اور آلودہ کیا تو اس نے اتنا بڑا نقصان اٹھایا ہے کہ جس کی تلافی نہیں کی جا سکتی۔

خداوند عالم قران میں فرماتا ہے عصر کی قسم کہ انسان نقصان اور خسارہ میں ہے مگر وہ انسان جو ایمان لائیں اور نیک عمل بجا لائیں اور حق اور بردباری کی ایک

دوسرے کو سفارش کریں۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ عاقل وہ ہے جو آج کے دن میں کل یعنی قیامت کی فکر کرے اور اپنے آپ کو آزاد کرنے کی کوشش کرے اور اس کہ لئے کہ جس سے بھاگ جانا یعنی موت سے ممکن نہیں ہے نیک اعمال انجام دے۔

نیز آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنا حساب کرے تو وہ اپنے عیبوں کو سمجھ پاتا ہے اور گناہوں کو معلوم کر لیتا ہے اور پھر گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور اپنے عیبوں کی اصلاح کرتا ہے۔

## کس طرح حساب کریں۔

نفس پر کنٹرول کرنا سادہ اور آسان کام نہیں ہوتا بلکہ سوچ اور فکر اور سیاست بردباری اور حتمی ارادے کا محتاج ہوتا ہے۔ کیا نفس امارہ اتنی آسانی سے رام اور مطیع ہو سکتا ہے؟ کیا اتنی سادگی سے فیصلے اور حساب کے لئے حاضر ہو جاتا ہے؟ کیا اتنی آسانی سے حساب دے دیتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے نفس کو اپنی تدبیر اور سیاست کے کنٹرول میں نہ دیا تو اس نے اسے ضائع کر دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے نفس کا فریب اور دھوکا دینا مول لے لیا تو وہ اس کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے نفس میں بیداری اور آگاہی ہو تو خداوند عالم کی طرف سے اس کے لئے نگاہ بان معین کیا جائیگا۔

نیز آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ پے در پے جہاد سے اپنے نفس کے مالک بنو اور اپنے کنٹرول میں رکھو نفس کے حساب کو تین مرحلوں میں انجام دیا جائے تاکہ تدریجاً وہ اس کی عادت کرے اور مطیع ہو جائے۔

## 1- مشارطہ اور عہد لینا

نفس کے حساب کو اس طرح شروع کریں دن کی پہلی گھڑی میں ہر روز کے کاموں کے انجام دینے سے پہلے ایک وقت مشارطہ کے لئے معین کرلیں مثال کے طور پر صبح کی نماز کے بعد ایک گوشہ میں بیٹھ جائیں اور اپنے آپ سے گفتگو کریں اور یوں کہیں۔ ابھی میں زندہ ہوں لیکن یہ معلوم نہیں کہ کب تک زندہ رہوں گا۔ شاید ایک گھنٹہ یا اس سے کم اور زیادہ زندہ رہونگا۔ عمر کا گذرا ہوا وقت ضائع ہو گیا ہے لیکن عمر کا باقی وقت ابھی میرے پاس موجود ہے اور یہی میرا سرمایہ بن سکتا ہے بقیہ عمر کے ہر وقت میں آخرت کے لئے زاد راہ مہیا کر سکتاہوں ور اگر ابھی میری موت آگئی اور حضرت عزرائیل علیہ السلام میری جان قبض کرنے کے لئے آگئے تو ان سے کتنی خواہش اور تمنا کرتا کہ ایک دن یا ایک گھڑی اور میری عمر میں زیادہ کیا جائے؟

اے بیچارے نفس اگر تو اسی حالت میں ہو اور تیری یہ تمنا اور خواہش پوری کر دی جائے اور دوبارہ مجھے دنیا میں لٹا دیا گیا تو سوچ کہ تو کیا کرے گا؟ اے نفس اپنے آپ اور میرے اوپر رحم کر اور ان گھڑیوں کو بے فائدہ ضائع نہ کر سستی نہ کر کہ قیامت کے دن پشیمان ہو گا۔

لیکن اس دن پشیمانی اور حسرت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اے نفس تیری عمر کی ہر گھڑی کے لئے خداوند عالم نے ایک خزانہ برقرار کر رکھا ہے کہ اس میں تیرے اچھے اور برے عمل محفوظ کئے جاتے ہیں اور تو ان کا نتیجہ اور انجام قیامت کو دیکھے گا اے نفس کوشش کر کہ ان خزانوں کو نیک اعمال سے پر کر دے اور متوجہ رہ کر ان خزانوں کو گناہ اور نافرمانی سے پر نہ کرے۔ اسی طرح اپنے جسم کے ہر ہر عضوء کو مخاطب کر کے ان سے عہد اور پیمان لیں کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کریں مثلاً زبان سے کہیں جھوٹ، غیبت، چغلخوری، عیب جوئی، گالیاں، بیہودہ گفتگو توہین، ذلیل کرنا، اپنی تعریف کرنا لڑائی جھگڑا، جھوٹی گواہی یہ سب کے سب برے اخلاق اور اللہ کی طرف سے حرام

کئے گئے ہیں اور انسان کی اخروی زندگی کو تباہ کردینے والے ہیں اے زبان میں تجھے اجازت نہیں دیتا کہ تو ان کو بجا لائے۔ اے زبان اپنے اور میرے اوپر رحم کر اور نافرمانی سے ہاتھ اٹھا لے کیونکہ تیرے سب کہے ہوئے اعمال کو خزانہ اور دفتر میں لکھا جاتا ہے اور قیامت کے دن ان کا مجھے جواب دینا ہو گا۔ اس ذریعے سے زبان سے وعدہ لیں کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ اس کے بعد اسے وہ نیک اعمال جو زبان بجا لا سکتی ہے۔ بتلائے جائیں اور اسے مجبور کریں کہ وہ ان کو سارے دن میں بجا لائے مثلاً اس سے کہیں کہ تو فلاں ذکر اور کام سے اپنے اعمال کے دفتر اور خزانے کو نور اور سرور سے پر کر دے اور آخرت کے جہاں میں اس کا نتیجہ حاصل کر اور اس سے غفلت نہ کر کہ پشیمان ہو جائیگی۔ اسی طرح سے یہ ہر ایک عضو سے گفتگو کرے اور وعدہ لے کہ گناہوں کا ارتکاب نہ کریں اور نیک اعمال انجام دیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب رات ہوتی ہے تو رات اس طرح کی آواز دیتی ہے کہ جسے سوائے جن اور انسان کے تمام موجودات اس کی آواز کو سنتے ہیں وہ آواز یوں دیتی ہے۔ اے آدم کے فرزند میں نئی مخلوق ہوں جو کام مجھ میں انجام دیئے جاتے ہیں۔ میں اس کی گواہی دونگی مجھ سے فائدہ اٹھاؤ میں سورج نکلنے کے بعد پھر اس دنیا میں نہیں آؤنگی تو پھر مجھ سے اپنی نیکیوں میں اضافہ نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اپنے گناہوں سے توبہ کر سکے گا اور جب رات چلی جاتی ہے اور دن نکل آتا ہے تو دن بھی اسی طرح کی آواز دیتا ہے۔

ممکن ہے کہ نفس امارہ اور شیطان ہمیں یہ کہے کہ تو اس قسم کے پروگرام پر تو عمل نہیں کر سکتا گران قیود اور حدود کے ہوتے ہوئے زندگی کی جا سکتی ہے؟ کیا ہر روز ایک گھڑی اس طرح کے حساب کے لئے معین کی جا سکتی ہے؟ نفس امارہ اور شیطن اس طرح کے وسوسے سے ہمیں فریب دینا چاہتا ہے اور ہمیں حتمی ارادہ سے روکنا چاہتا ہے۔ ضروری ہے کہ اس کے مقابلے کے لئے ڈٹ جانا چاہئے اور اسے کہیں کہ

اس طرح کا پروگرام پوری طرح سے قابل عمل ہے اور یہ روزمرہ کی زندگی سے کوئی منافات نہیں رکھتا اور چونکہ یہ میرے نفس کے پاک کرنے اور اخروی سعادت کے لئے ضروری ہے لہٰذا مجھے یہ انجام دینا ہوگا اور اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔ تو اے نفس ارادہ کر لے اور عزم کر لے یہ کام آسان ہو جائیگا اور اگر ابتداء میں کچھ مشکل ہو تو آہستہ آہستہ عمل کرنے سے آسان ہو جائیگا۔

## 2۔ مراقبت

جب انسان اپنے نفس سے مشارطہ یعنی عہد لے چکے تو پھر اس کے بعد اس عہد پر عمل کرنے کا مرحلہ آتا ہے کہ جسے مراقبت کہا جاتا ہے لہٰذا تمام دن میں تمام حالات میں اپنے نفس کی مراقبت اور محافظت کرتے رہیں کہ وہ وعدہ اور عہد جو کر رکھا ہے اس پر عمل کریں۔ انسان کو تمام حالات میں بیدار اور مواظب رہنا چاہئے اور خدا کو ہمیشہ حاضر اور ناظر جانے اور کئے ہوئے وعدے کو یاد رکھے کہ اگر اس نے ایک لحظہ بھی غفلت کی تو ممکن ہے کہ شیطن اور نفس امارہ اس کے ارادے میں رخنہ اندازی کرے اور کئے وعدہ پر عمل کرنے سے روک دے امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عاقل وہ ہے جو ہمیشہ نفس کے ساتھ جہاد میں مشغول رہے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے اور اس ذریعے اسے اپنے ملکیت میں قرار دے عقلمند انسان نفس کو دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مشغول رکھنے سے پرہیز کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نفس پر اعتماد کرنا اور نفس سے خوش بین ہونا شیطن کے لئے بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نفس کے اندر سے روکنے والا رکھتا ہو تو خداوند عالم کی طرف سے بھی اسکے لئے محافظت کرنے والا معین کیا جاتا ہے۔

جو انسان اپنے نفس کا مراقب ہے وہ ہمیشہ بیدار اور خدا کی یاد میں ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو ذات الٰہی کے سامنے حاضر دیکھتا ہے کسی کام کو بغیر سوچے سمجھے انجام نہیں

دیتا اگر کوئی گناہ یا نافرمانی اس کے سامنے آئے تو فوراً" اسے اللہ اور قیامت کے حساب و کتاب کی یاد آ جاتی ہے اور وہ اسے چھوڑ دیتا ہے اپنے کئے ہوئے عہد اور پیمان کو نہیں بھلاتا اسی ذریعے سے اپنے نفس کو ہمیشہ اپنی ملکیت اور کنٹرول میں رکھتا ہے اور اپنے نفس کو برائیوں اور ناپاکیوں سے روکے رکھتا ہے ایسا کرنا نفس کو پاک کرنے کا ایک بہترین وسیلہ ہے اس کے علاوہ جو انسان مراقبت رکھتا ہے وہ تمام دن واجبات اور مستحبات کی یاد میں رہتا ہے اور نیک کام اور خیرات کے بجالانے میں مشغول رہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ نماز کو فضیلت کے وقت میں خضوع اور خشوع اور حضور قلب سے اس طرح بجالائے کہ گویا اس کے عمر کی آخری نماز ہے۔ ہر حالت اور ہر کام میں اللہ کی یاد میں ہوتا ہے فارغ وقت بیہودہ اور لغویات میں نہیں کاٹتا اور آخرت کے لئے ان اوقات سے فائدہ اٹھاتا ہے وقت کی قدر کو پہچانتا ہے اور ہر فرصت سے اپنے نفس کے کام کرنے میں سعی اور کوشش کرتا ہے اور جتنی طاقت رکھتا ہے مستحبات کے بجا لانے میں بھی کوشش کرتا ہے کتنا ہی اچھا ہے کہ انسان بعض اھم مستحب کے بجالانے کی عادت ڈالے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی یاد تو انسان کے لئے ہر حالت میں ممکن ہوا کرتی ہے۔ سب سے اہم یہ ہے کہ انسان اپنے روز مرہ کے تمام کاموں کو قصد قربت اور اخلاص سے عبادت اور سیر و سلوک الی اللہ کے لئے قرار دے دے یہاں تک کہ خورد و نوش اور کسب کار اور سونا اور جاگنا نکاح اور ازدواج اور باقی تمام مباح کاموں کو نیت اور اخلاص کے ساتھ عبادت کی جزو بنا سکتا ہے۔ کاروبار اگر حلال روزی کمانے اور مخلوق خدا کی خدمت کی نیت سے ہو تو پھر یہ بھی عبادت ہے۔ اسی طرح کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سونا اور جاگنا اگر زندہ رہنے اور اللہ کی بندگی کے لئے قرار دے تو یہ بھی عبادت ہیں۔ اللہ کے مخصوص بندے اسی طرح تھے اور ہیں۔

## 3- اعمال کا حساب

تیسرا مرحلہ اپنے ہر روز کے اعمال کا حساب کرنا ہے ضروری ہے انسان دن میں

ایک وقت اپنے سارے دن کے اعمال کے حساب کرنے کے لئے معین کرلے اور کتنا ہی اچھا ہے کہ یہ وقت رات کے سونے کے وقت ہو جب کہ انسان تمام دن کے کاموں سے فارغ ہو جاتا ہے اس وقت تنہائی میں بیٹھ جائے اور خوب فکر کرے کہ آج سارا دن اس نے کیا کیا ہے ترتیب سے دن کی پہلی گھڑی سے شروع کرے اور آخر غروب تک ایک ایک چیز کا دقیق حساب کرے جس وقت میں اچھے کاموں اور عبادت میں مشغول رہا ہے تو خداوند عالم کا اس کی توفیق دینے پر شکریہ ادا کرے اور ارادہ کر لے کہ اسے بجالاتا رہے گا۔ اور جس وقت میں گناہ اور معیصت کا ارتکاب کیا ہے تو اپنے نفس کو سرزنش کرے اور نفس سے کہے کہ اے بدبخت اور شقی تو نے کیا کیا ہے؟ کیوں تو نے اپنے نامہ اعمال کو گناہ سے سیاہ کیا ہے؟ قیامت کے دن خدا کا کیا جواب دے گا؟ خدا کے آخرت میں دردناک عذاب سے کیا کرے گا؟ خدا نے تجھے عمر اور صحت اور سلامتی اور موقع دیا تھا تاکہ آخرت کے لئے زاد راہ مہیا کرے تو اس نے اس کے عوض اپنے نامہ اعمال کو گناہ سے پر کر دیا ہے۔ کیا یہ احتمال نہیں دیتا تھا کہ اس وقت تیری موت آ پہنچے؟ تو اس صورت میں کیا کرتا؟ اے بے حیا نفس۔ کیوں تو نے خدا سے شرم نہیں کی؟

اے جھوٹے اور منافق۔ تو تو خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے کا ادعا کرتا تھا کیوں تو کردار میں ایسا نہیں ہوتا۔ پھر اس وقت توبہ کرے اور ارادہ کرلے کہ پھر اس طرح کے گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا اور گزرے ہوئے گناہوں کا تدارک کرے گا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو گناہوں اور عیوب پر سرزنش کرے تو وہ گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کرلے گا۔

اگر انسان محسوس کرے کہ نفس سرکش اور نافرمانی کر رہا ہے اور گناہ کے ترک کرنے اور توبہ کرنے پر حاضر نہیں ہو رہا تو پھر انسان کو بھی نفس کا مقابلہ کرنا چاہئے اور اس پر سختی سے پیش آنا چاہئے اس صورت میں ایک مناسب کام کو وسیلہ بنائے مثلاً

اگر اس نے حرام مال کھایا ہے یا کسی دوسری نافرمانی کو بجالایا ہے تو اس کے عوض کچھ مال خدا کی راہ میں دے دے یا ایک دن یا کئی دن روزہ رکھ لے۔ تھوڑے دنوں کے لئے لذیز غذا یا ٹھنڈا' پانی' پینا' چھوڑ دے' یا دوسرے لذائذ کہ جسے نفس چاہتا ہے اس کے بجالانے سے ایک جائے یا تھوڑے سے وقت کے لئے سورج کی گرمی میں کھڑا ہو جائے بہرحال نفس امارہ کے سامنے سستی اور کمزوری نہ دکھلائے ورنہ وہ مسلط ہو جائیگا اور انسان کو ہلاکت کی وادی میں جا پھینکے گا اور اگر تم اس کے سامنے سختی اور مقابلہ کے ساتھ پیش آئے تو وہ تیرا مطیع اور فرمانبردار ہو جائیگا اگر کسی وقت میں نہ کوئی اچھا کام انجام دیا ہو اور نہ کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو پھر بھی نفس کو سرزنش اور ملامت کرے اور اسے کہے کہ کس طرح تم نے عمر کے سرمایہ کو ضائع کیا ہے؟ تو اس وقت نیک عمل بجالاسکتا تھا اور آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کر سکتا تھا کیوں نہیں ایسا کیا' اے بدبخت نقصان اٹھانے والے کیوں ایسی گران قدر فرصت کو ہاتھ سے جانے دیا ہے۔ اس دن جس دن پشیمانی اور حسرت فائدہ مند نہ ہو گی پشیمان ہو گا۔ اس طریقے سے پوری دقت جیسے ایک شریک دوسرے شریک سے کرتا ہے اپنے دن رات کے کاموں کو مورد دقت اور مواخذہ قرار دے اگر ہو سکے تو اپنے ان تمام کے نتائج کو کسی کاپی میں لکھ کے۔ بہرحال نفس کے پاک و پاکیزہ بنانے کے لئے مراقبت اور حساب ایک بہت ضروری اور فائدہ مند کام شمار ہوتا ہے جو شخص بھی سعادت کا طالب ہے اسے اس کو اہمیت دینی چاہئے گرچہ یہ کام ابتداء میں مشکل نظر آتا ہے لیکن اگر ارادہ اور پائیداری کرلے تو یہ جلدی آسان اور سہل ہو جائیگا اور نفس امارہ کنٹرول اور زیر نظر ہو جائیگا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں عقلمندوں کا عقلمند اور احمقوں کا حق نہ بتلاؤں؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ - فرمایئے۔ آپ نے فرمایا سب سے عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے نفس کا حساب کرے اور مرنے کے بعد کے لئے نیک عمل بجالائے اور سب سے احمق وہ ہے کہ جو خواہشات نفس کی پیروی کرے اور دور دراز خواہشوں میں سرگرم ہے۔ اس آدمی نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ۔ کہ

انسان کس طرح اپنے نفس کا حساب کرے؟ آپؑ نے فرمایا جب دن ختم ہو جائے اور رات ہو جائے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اسے کہے اے نفس آج کا دن بھی چلا گیا اور یہ پھر لوٹ کے نہیں آئیگا خداوند عالم تجھ سے اس دن کے بارے میں سوال کرے گا کہ اس دن کو کن چیزوں میں گذرا ہے اور کونسا عمل انجام دیا ہے؟ کیا اللہ کا ذکر اور اس کی یاد کی ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کا حق ادا کیا ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کا غم دور کیا ہے؟ کیا اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل و عیال کی سرپرستی کی ہے؟ کیا اس کے مرجانے کے بعد اس کے اہل و عیال کے بارے میں اس کا حق ادا کیا ہے؟ کیا کسی مومن بھائی کی غیبت سے دفاع کیا ہے؟ کیا کسی مسلمان کی مدد کی ہے؟ آج کے دن کیا کیا ہے۔ اس دن جو کچھ انجام دیا ہوا ایک ایک کو یاد کرے اگر وہ دیکھے کہ اس نے نیک کام انجام دیئے ہیں تو خداوند عالم کا اس نعمت اور توفیق پر شکریہ ادا کرے اور اگر دیکھے کہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور نافرمانی بجا لایا ہے تو توبہ کرے اور ارادہ کرلے کہ اس کے بعد گناہوں کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ اور پیغمبر اور اس کی آل پر درود بھیج کر اپنے نفس کی کثافتوں کو اس سے دور کرے اور امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت اور بیعت کو اپنے نفس کے سامنے پیش کرے اور آپ کے دشمنوں پر لعنت بھیجے اگر اس نے ایسا کرلیا تو خدا اس سے کہے گا کہ میں تم سے قیامت کے دن حساب لینے سے سختی نہیں کرونگا کیونکہ تو میرے اولیاء کیساتھ محبت رکھتا تھا اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھتا تھا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے نفس کا ہر روز حساب نہیں کرتا اگر وہ اچھے کام انجام دے تو خداوند عالم سے زیادہ توفیق دینے کو طلب کرے اور اگر نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب کیا ہو تو استغفا اور توبہ کرے۔

پیغمبر علیہ السلام نے ابوذر سے فرمایا کہ عقلمند انسان کو اپنا وقت تقسیم کرنا چاہیئے ایک وقت خداوند عالم کے ساتھ مناجات کرنے کے لئے مخصوص کرے۔ اور ایک

وقت اپنے نفس کے حساب لینے کے لئے مختص کر لے اور ایک وقت ان چیزوں میں غور کرنے کے لئے جو خداوند عالم نے اسے عنایت کی ہیں مخصوص کر دے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے نفس سے اس کے کردار اور اعمال کے بارے میں حساب لیا کرو اس سے واجبات کے ادا کرنے کا مطالبہ کرو اور اس سے چاہو کہ اس دنیا فانی سے استفادہ کرے اور آخرت کے لئے زاد راہ اور توشہ بھیجے اور اس سفر کے لئے قبل اس کے کہ اس کے لئے اٹھائے جاو امادہ ہو جاؤ۔

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان کے لئے کتنا ضروری ہے کہ ایک وقت اپنے لئے معین کر لے جب کہ تمام کاموں سے فارغ ہو چکا ہو۔ اس میں اپنے نفس کا حساب کرے اور سوچے کہ گذرے ہوئے دن اور رات میں کونسے اچھے اور فائدہ مند کام انجام دیئے ہیں اور کونسے برے نقصان دینے والوں کاموں کو بجا لایا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے نفس سے جہاد کر اور اس سے ایک شریک کے مانند حساب کتاب لے اور ایک قرض خواہ کی طرح اس سے حقوق الہی کے ادا کرنے کا مطالبہ کرے کیونکہ سب سے زیادہ سعادتمند انسان وہ ہے کہ جو اپنے نفس کے حساب کے لئے آمادہ ہو۔

علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب کرے تو وہ اپنے عیبوں سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اپنے گناہوں کو جان جاتا ہے اور ان سے توبہ کرتا ہے اور اپنے عیبوں کی اصلاح کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس سے پہلے کہ قیامت کے دن تمہارا حساب لیا جائے تم اس دنیا میں اپنا حساب خود کر لو کیونکہ قیامت کے دن پچاس مقامات پر بندوں کا حساب لیا جائیگا اور ہر ایک مقام میں ہزار سال تک اس کا حساب لیا جاتا رہیگا۔ آپ نے اس کے بعد یہ آیت پڑھی وہ دن کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔

اس بات کی یاد دھانی بہت ضروری ہے کہ انسان نفس کے حساب کے وقت خود

نفس پر اعتماد نہ کرے اور اس کی بابت خوش عقیدہ نہ ہو کیونکہ نفس بہت ہی مکار اور اماره سو ہے۔ سینکڑوں حیلے بہانے سے اچھے کام کو برا اور برے کو اچھا ظاہر کرتا ہے۔ انسان کو اپنے بارے اپنی ذمہ داری کو نہیں سوچنے دیتا تاکہ انسان اس پر عمل پیرا ہو سکے۔ گناہ کے ارتکاب اور عبادت کے ترک کرنے کی کوئی نہ کوئی توجیہ کرے گا۔ گناہوں کو فراموشی میں ڈال دے گا اور معمولی بتلائے گا۔ چھوٹی عبادت کو بہت بڑا ظاہر کرے گا اور انسان کو مغرور کر دے گا۔ موت اور قیامت کو بھلا دے گا اور دور دراز امیدوں کو قوی قرار دے گا۔ حساب کرنے کو سخت اور عمل نہ کئے جانے والی چیز بلکہ غیر ضروری ظاہر کر دے گا اسی لئے انسان کو اپنے نفس کی بارے میں بدگمانی رکھتے ہوئے اس کا حساب کرنا چاہئے۔ حساب کرنے میں بہت دقت کرنی چاہئے اور نفس اور شیطن کے تاویلات اور ہیرا پھیری کی طرف کان نہیں دھرنے چاہئیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے کچھ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو دنیا کے عوض قرار دے رکھا ہے لہٰذا ان کو کاروبار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روکتا۔ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ گزارتے ہیں۔ گناہوں کے بارے قرآن کی آیات اور احادیث غافل انسانوں کو سناتے ہیں اور عدل اور انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ منکرات سے روکتے ہیں اور خود بھی ان سے رکتے ہیں گویا کہ انہوں نے دنیا کو طے کر لیا ہے اور آخرت میں پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے اس دنیا کے علاوہ اور دنیا کو دیکھ لیا ہے اور گویا برزخ کے لوگوں کے حالات جو غائب ہیں ان سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ قیامت اور اس کے بارے میں جو وعدے دیئے گئے ہیں گویا ان کے سامنے صحیح موجود ہو چکے ہیں۔ دنیا والوں کے لئے غیبی پردے اس طرح ہٹا دیتے ہیں کہ گویا وہ ایسی چیزوں کو دیکھ رہے ہوں کہ جن کو دنیا والے نہیں دیکھ رہے ہوتے اور ایسی چیزوں کو سن رہے ہیں کہ جنہیں دنیا والے نہیں سن رہے۔ اگر تو ان کے مقامات عالیہ اور ان کی مجالس کو اپنی عقل کے سامنے مجسم کرے تو گویا وہ یوں نظر آئیں گے کہ انہوں نے اپنے روز

کے اعمال نامہ کو کھولا ہوا ہے اور اپنے اعمال کے حساب کر لینے سے فارغ ہو چکے ہیں یہاں تک کہ ہر چھوٹے بڑے کاموں سے کہ جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے اور ان کے بجا لانے میں انہوں نے کوتاہی برتی ہے یا جن سے انہیں روکا گیا ہے اور انہوں نے اس کا ارتکاب کر یا ہے ان تمام کی ذمہ داری اپنی گردن پر ڈال دیتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے بجا لانے اور اطاعت کرنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور زار زار گریہ و بکاء کرتے ہیں اور گریہ اور بکاء سے اللہ کی بارگاہ میں اپنی پشیمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو تم ہدایت کرنے والا اور اندھیروں کے چراغ پاؤ گے کہ جن کے اردگرد ملائکہ نے گھیرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی ان پر نازل ہو چکی ہے۔ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے محترم اور مکرم جگہ حاضر کی جا چکی ہے۔

# توبہ یا نفس کو پاک و صاف کرنا

نفس کو پاک اور صاف کرنے کا بہتری راستہ گناہوں کا نہ کرنا اور اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے اگر کوئی شخص گناہوں سے بالکل آلودہ نہ ہو اور نفس کی ذاتی پاکی اور صفا پر باقی رہے تو یہ اس شخص سے افضل ہے جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لے۔ جس شخص نے گناہ کا مزہ نہیں چکھا اور اس کی عادت نہیں ڈالی یہ اس شخص کی نسبت سے جو گناہوں میں آلودہ رہا ہے اور چاہتا ہے کہ گناہوں کو ترک کر دے بہت آسانی سے اور بہتر طریقے سے گناہوں سے چشم پوشی کر سکتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گناہ کا ترک کر دینا توبہ کے طلب کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

لیکن جو انسان گناہوں سے آلودہ ہو جائیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا راستہ کسی وقت بھی بند نہیں ہوتا بلکہ مہربان اللہ تعالیٰ نے گناہگاروں کے لئے توبہ کا راست ہمیشہ کے لئے کھلا رکھا ہوا ہے اور ان سے چاہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ آئیں اور توبہ کے پانی سے نفس کو گناہوں کی گندگی اور پلیدی سے دھو ڈالیں۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے میرے ان بندوں سے کہ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے کہہ دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ خدا تمام گناہوں کو بخش دے گا اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز خدا فرماتا ہے کہ جب مومن تیرے پاس آئیں تو ان سے کہہ دے کہ تم پر سلام ہو۔ خدا نے اپنے اوپر رحمت اور مہربانی لازم قرار دے دی ہے۔ تم میں سے جس نے جہالت کی وجہ سے برے کام انجام دیئے ہیں اور توبہ کر لیں اور خدا کی طرف پلٹ آئیں اور اصلاح کر لیں تو یقیناً" خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

## توبہ کی ضرورت

گمان نہیں کیا جا سکتا کہ گناگاروں کے لئے توبہ کرنے سے کوئی اور چیز لازمی اور ضروری ہو جو شخص خدا پیغمبر قیامت ثواب عقاب حساب کتاب بہشت دوزخ پر ایمان رکھتا ہو وہ توبہ کے ضروری اور فوری ہونے میں شک و تردید نہیں کر سکتا۔

ہم جو اپنے نفس سے مطلع ہیں اور اپنے گناہوں کو جانتے ہیں تو پھر توبہ کرنے سے کیوں غفلت کریں؟ کیا ہم قیامت اور حساب اور کتاب اور دوزخ کے عذاب کا یقین نہیں رکھتے؟ کیا ہم اللہ کے اس وعدے میں کہ گناہگاروں کو جہنم کی سزا دونگا شک اور تردید رکھتے ہیں؟ انسان کا نفس گناہ کے ذریعے تاریک اور سیاہ اور پلید ہو جاتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ انسان کی شکل حیوان کی شکل میں تبدیل ہو جائے پس کس طرح جرت رکھتے ہیں کہ اس طرح کے نفس کے ساتھ خدا کے حضور جائیں گے اور بہشت میں خدا کے اولیاء کے ساتھ بیٹھیں گے؟ ہم گناہوں کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے صراط مستقیم کو چھوڑ چکے ہیں اور حیوانیت کی وادی میں گر چکے ہیں۔ خدا سے دور ہو گئے ہیں اور شیطن کے نزدیک ہو چکے ہیں اور پھر بھی توقع رکھتے ہیں کہ آخرت میں سعادتمند اور نجات یافتہ ہونگے اور اللہ کی بہشت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کریں گے یہ کتنی لغو اور بے جا توقع ہے؟ لہذا وہ گناہگار جو اپنی سعادت کی فکر رکھتا ہے اس کے لئے سوائے توبہ اور خدا کی طرف پلٹ جانے کے اور کوئی راستہ موجود نہیں ہے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی مہربانی اور لطف اور کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے لئے توبہ کا راستہ کھلا رکھا ہوا ہے زہر کھایا ہوا انسان جو اپنی صحت کے بارے میں فکر مند ہے کسی بھی وقت زہر کے نکالے جانے اور اس کے علاج میں تاخیر اور تردید کو جائز قرار نہیں دیتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس نے دیر کی تو وہ ہلاک ہو جائیگا جب کہ انسان کے لئے گناہ ہر زہر سے زیادہ ہلاک کرنے والا ہوتا ہے۔ عام زہر انسان کی دنیاوی چند روزہ زندگی کو خطرے میں ڈالتی ہے تو گناہ انسان کو ہمیشہ کی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور انسان کی آخرت کی سعادت کو ختم کر دیتا ہے اگر زہر انسان کو دنیا

سے جدائی دیتی ہے تو گناہ انسان کو خدا سے دور کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور لقاء کے فیض سے محروم کر دیتا ہے لہٰذا تمہارے لئے ہر ایک چیز سے توبہ اور انابہ زیادہ ضروری اور فوری ہے کیونکہ ہماری معنوی سعادت اور زندگی اس سے وابستہ ہے۔

خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے۔ مومنو! تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو۔ شاید نجات حاصل کر لو۔

خدا ایک اور مقام میں فرماتا مومنو! خدا کی طرف توبہ نصوح کرو شاید خدا تمہارے گناہوں کو مٹا دے اور تمہیں بہشت میں داخل کر دے کہ جس کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ ہر درد کے لئے دوا ہوتی ہے۔ گناہوں کے لئے استغفار اور توبہ دوا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر انسان کے دل یعنی روح میں ایک سفید نقطہ ہوتا ہے جب وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس سفید نقطہ میں سیاہی وجود میں آ جاتی ہے اگر اس نے توبہ کر لی تو وہ سیاہی مٹ جاتی ہے اور اگر گناہ کو پھر بار بار بجالاتا رہا تو آہستہ آہستہ وہ سیاہ نقطہ زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس سارے سفید نقطہ پر چھا جاتا ہے اس وقت وہ انسان پھر نیکی کی طرف نہیں پلٹتا یہی مراد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کلا بل ران علی قلوبھم بما کانو یکسبون یعنی ان کے دلوں پر اس کی وجہ سے کہ جو انہوں نے انجام دیا ہے زنگ چڑھ جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ توبہ کو دیر میں کرنا ایک قسم کا غرور اور دھوکہ ہے اور توبہ میں تاخیر کرنا ایک طرح کی پریشانی اور حیرت ہوتی ہے۔ خدا کے سامنے عذر تراشنا موجب ہلاکت ہے۔ گناہ پر اصرار کرنا اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا سے مامون ہونے کا احساس ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہونے کا احساس نقصان اٹھانے والے انسان ہی کرتے ہیں۔

بہتر ہے کہ ہم ذرا اپنے آپ میں فکر کریں گذرے ہوئے گناہوں کو یاد کریں اور اپنی عاقبت کے بارے میں خوب سوچیں اور اپنے سامنے حساب و کتاب کے موقف میزان اعمال خدا قہار کے سامنے شرمندگی فرشتوں اور مخلوق کے سامنے رسوائی قیامت کی سختی دوزخ کے عذاب اللہ تعالیٰ کے لقاء سے محرومیت کو مجسم کریں اور ایک اندرونی انقلاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ ائیں اور توبہ کے زندگی دینے والے پانی سے اپنے گذرے ہوئے گناہوں کو دھوئیں اور نفس کی پلیدی اور گندگی کو دور کریں اور حتمی ارادہ کرلیں کہ گناہوں سے کنارہ کشی کریں گے۔ اور آخرت کے سفر اور ذات الٰہی کی ملاقات کے لئے مہیا ہو جائیں گے لیکن اتنی سادگی سے شیطن ہم سے دستبردار ہونے والا نہیں ہے؟ کیا وہ توبہ اور خدا کی طرف لوٹ جانے کی اجازت دے دیگا؟

وہی شیطن جو ہمیں گناہوں کے ارتکاب کرنے پر ابھارتا ہے وہ ہمیں توبہ کرنے سے بھی مانع ہو گا گناہوں کو معمولی اور کمتر بتلائے گا وہ گناہوں کو ہمارے ذہن سے ایسے نکال دیتا ہے کہ ہم ان تمام کو فراموش کر دیتے ہیں۔ مرنے اور حساب اور کتاب اور سزا کی فکر کو ہمارے مغز سے نکال دیتا ہے اور اس طرح ہمیں دنیا میں مشغول کر دیتا ہے کہ کبھی توبہ اور استغفار کی فکر ہی نہیں کرتے اور اچانک موت سر پر آ جائے گی اور پلید اور کثیف نفس کے ساتھ اس دنیا سے چلے جائیں گے۔

## توبہ کا قبول ہونا

اگر درست توبہ کی جائے تو وہ یقیناً" حق تعالیٰ کے ہاں قبول واقع ہوتی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم میں سے ایک لطف اور مہربانی ہے۔ خداوند عالم نے ہمیں دوزخ اور جنہم کے لئے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ بہشت اور سعادت کے لئے خلق فرمایا ہے پیغمبروں کو بھیجا ہے تاکہ لوگوں کو ہدایت اور سعادت کے راستے کی رہنمائی کریں اور گناہگار بندوں کو توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیں توبہ اور

استغفار کا دروازہ تمام بندوں کے لئے کھلا رکھا ہوا ہے پیغمبر ہمیشہ ان کو اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ پیغمبرؐ اور اولیاء خدا ہمیشہ لوگوں کو توبہ کی طرف بلاتے ہیں۔ خداوند عالم نے بہت سی آیات میں گناہگار بندوں کو اپنی طرف بلایا ہے اور وعدہ کیا ہے کہ ان کی توبہ کو قبول کرے گا اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوا کرتا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار نے سینکڑوں احادیث میں لوگوں کو خدا کی طرف پلٹ آنے اور توبہ کرنے کی طرف بلایا ہے اور انہیں امید دلائی ہے۔ جیسے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ خدا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور جو کچھ تم انجام دیتے ہو اس سے آگاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بہت زیادہ انہیں بخشنے والا ہوں جو توبہ کریں اور ایمان لے آئیں اور نیک اعمال بجالائیں اور ہدایت پالیں۔

اگر خدا کو یاد کریں اور گناہوں سے توبہ کریں۔ خدا کے سوا کون ہے جو ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور وہ جو اپنے برے کاموں پر اصرار نہیں کرتے اور گناہوں کی برائی سے آگاہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعمال کی جزا' بخشاجانا اور ایسے باغات ہیں کہ جن کے درمیان نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ کے لئے وہاں زندگی کریں گے اور عمل کرنے والوں کے لئے ایسی جزا کتنی ہی اچھی ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے کہ جسنے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو اور جو گناہوں کو بجالانے پر اصرار کرتا ہے اور زبان پر استغفار کے کلمات جاری کرتا ہے یہ مسخرہ کرنے والا ہوتا ہے۔

اس طرح کی آیات اور روایات بہت زیادہ موجود ہیں لہٰذا توبہ کے قبول کئے جانے میں کوئی شک اور تردد نہیں کرنا چاہئے بلکہ خداوند عالم توبہ کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ یقیناً" خدا توبہ کرنے والے اور اپنے آپکو پاک کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا اس بندہ سے جو توبہ کرتا ہے خوشنود ہونا اس شخص سے زیادہ ہوتا ہے کہ جو تاریک

رات میں اپنے سواری کے حیوان اور زاد راہ اور توشہ کو گم کرنے کے بعد پیدا کر لے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ خالص توبہ اور ہمیشہ کے لئے کرے تو خداوند عالم اسے دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔ راوی نے عرض کی - اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کس طرح گناہوں کو چھپا دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ دو فرشتے جو اس کے اعمال کو لکھتے ہیں اس کے گناہ کو بھول جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء اور جوارح زمین کے نقاط کو حکم دیتا ہے کہ توبہ کرنے والے بندے کے گناہوں کو چھپا دیں ایسا شخص خدا کے سامنے جائیگا جب کہ کوئی شخص اور کوئی چیز اس کے گناہوں کی گواہ نہ ہو گی۔

توبہ کیا ہے۔

گذرے ہوئے اعمال اور کردار اور ندامت اور پشیمانی کا نام توبہ ہے اور ایسے اس شخص کو توبہ کرنے والا کہا جا سکتا ہے جو واقعاً" اور تہہ دل سے اپنے گذرے ہوئے گناہوں پر پشیمان اور نادم ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پشیمان اور ندامت توبہ ہے۔

یہ صحیح اور درست ہے کہ خداوند عالم توبہ کو قبول کرتا اور گناہوں کو بخش دیتا ہے لیکن صرف زبان سے استغفراللہ کا لفظ کہہ دینا یا صرف پشیمانی کا اظہار کر دینا یا گریہ کر لینا دلیل نہیں ہے کہ وہ واقعاً" تہ دل سے توبہ کر چکا ہے بلکہ تین علامتوں کے ہونے سے حقیقی اور واقعی توبہ جانی جاتی ہے۔

پہلے تو تہہ دل سے دل میں گزرے گناہوں سے بیزار اور متنفر ہو اور اپنے نفس میں غمگین اور پشیمان اور شرمندہ ہو دوسرے حتمی ارادہ رکھتا ہو کہ پھر آئندہ گناہوں کو بجا نہیں لائے گا۔

تیسرے اگر گناہ کے نتیجے میں ایسے کام انجام دیئے ہوں کہ جن کا جبران اور تدارک کیا جا سکتا ہے تو یہ حتمی ارادہ کرے کہ اس کا تدارک اور جبران کرے گا اگر

اس کی گردن پر لوگوں کا حق ہو اگر کسی کا مال غصب کیا ہے یا چوری کی ہے یا تلف کر دیا ہے تو پہلی فرصت میں اس کے ادا کرنے کا حتمی ارادہ کرے اور اگر اس کے ادا کرنے سے عاجز ہے تو جس طرح بھی ہو سکے صاحب حق کو راضی کرے اور اگر کسی کی غیبت اور بدگوئی کی ہے تو اس سے حلیت اور معافی طلب کرے اور اگر کسی پر تجاوز اور ظلم و ستم کیا ہے تو اس مظلوم کو راضی کرے اور اگر مال کے حق زکواۃ خمس وغیرہ کو نہ دیا ہو تو اسے ادا کرے اور اگر نماز اور روزے اس سے قضا ہوئے ہوں تو ان کی قضا بجالائے اس طرح کرنے والے شخص کو کہا جا سکتا ہے کہ واقعاً" وہ اپنے گناہوں پر پشیمان ہو گیا اور اس کی توبہ قبول ہو جائیگی۔ لیکن جو لوگ توبہ اور استغفار کے کلمات اور الفاظ تو زبان پر جاری کرتے ہیں لیکن دل میں گناہ سے پشیمان اور شرمند نہیں ہوتے اور آئندہ گناہ کے ترک کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھے یا ان گناہوں کو کہ جن کا تدارک اور تلافی کی جائی ہوتی ہے ان کی تلافی نہیں کرتے اس طرح کے انسانوں نے توبہ نہیں کی اور نہ ہی انہیں اپنی توبہ کے قبول ہو جانے کی امید رکھنی چاہئے گرچہ وہ دعا کی مجالس اور محافل میں شریک ہوتے ہوں اور عاطفہ رقت کیوجہ سے متاثر ہو کر آہ و نالہ گریہ و بکاء بھی کر لیتے ہوں۔

ایک شخص نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے سامنے استغفار کے کلمات زبان پر جاری کئے تو آنحضرت نے فرمایا تیری ماں تیری عزائیں بیٹھے کیا جانتے ہو کہ استغفار اور توبہ کیا ہے؟ توبہ کرنا بلند لوگوں کا مرتبہ ہے توبہ اور استغفار چھ چیزوں کا نام ہے۔ 1- گذرے ہوئے گناہوں پر پشیمانی ہونا۔ 2- ہمیشہ کے لئے گناہ کے ترک کرنے کا ارادہ کرنا۔ 3- لوگوں کے حقوق کو ادا کرنا کہ جب تو خدا کے سامنے جائے تو تیری گردن پر لوگوں کا کوئی حق نہ ہو۔ 4- پوری طرح سے متوجہ ہو کہ جس واجب کو ترک کیا ہے اسے ادا کرے۔ 5- اپنے گناہوں پر اتنا غمناک ہو کہ وہ گوشت جو حرام کے کھانے سے بنا ہے وہ ختم ہو جائے اور تیری چمڑی تیری ہڈیوں پر چمٹ جائے اور پھر دوسرا گوشت نکل آئے گا۔ 6- اپنے نفس کو اطاعت کرنے کی سختی اور مشقت میں

ڈالے جیسے پہلے اسے نافرمانی کی لذت اور شیرینی سے لطف اندوز کیا تھا ان کاموں کے بعد تو یہ کہے کہ استغفر اللہ تو گویا یہ پھر توبہ حقیقی ہے) گناہ شیطن اتنا مکار اور فریبی ہے کہ کبھی انسان کو توبہ کے بارے میں بھی دھوکا دے دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی گنہگار نے وعظ و نصیحت یا دعا کی مجلس میں شرکت کی اور مجلس یا دعا سے متاثر ہوا اور اس کے آنسو بہنے لگے یا بلند آواز سے رونے لگا اس وقت اسے شیطن کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا کہنا تم میں کیسی حالت پیدا ہوئی □ بس یہی تو نے توبہ کر لی اور تو گناہوں سے پاک ہو گیا حالانکہ نہ اس کا دل گناہوں پر پشیمان ہوا ہے اور نہ اس کا آئندہ کے لئے گناہوں کے ترک کر دینے کا ارادہ ہے اور نہ ہی اس نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں اور خدا کے حقوق کو ادا کرے گا اس طرح کا تحت تاثیر ہو جانا توبہ نہیں ہوا کرتی اور نہ ہی نفس کے پاک ہو جانے اور آخرت کی سعادت کا سبب بنتا ہے اس طرح کا شخص نہ گناہوں سے لوٹا ہے اور نہ ہی خدا کی طرف پلٹا ہے۔

## جن چیزوں سے توبہ کی جانی چاہئے۔

گناہ کیا ہے اور کس گناہ سے توبہ کرنی چاہئے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے اور سیر و سلوک سے مانع ہو اور دنیا سے علاقمند کر دے اور توبہ کرنے سے روکے رکھے وہ گناہ ہے اور اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور نفس کو اس سے پاک کرنا چاہئے گناہ دو قسم پر ہوتے ہیں۔ 1- اخلاقی گناہ 2- عملی گناہ۔

### 1- اخلاقی گناہ

برے اخلاق اور صفات نفس کو پلید اور کثیف کر دیتے ہیں اور انسانیت کے صراط مستقیم کے راستے پر چلنے اور قرب الہٰی تک پہنچنے سے روک دیتے ہیں۔ بری صفات اگر نفس میں رسوخ کر لیں اور بطور عادت اور ملکہ کے بن جائیں تو ذات کے اندر کو تبدیل اور تغیر کر دیتے ہیں یہاں تک کہ انسانیت کے کس درج پر رہے اسے بھی متاثر کر دیتے ہیں۔ اخلاقی گناہوں کو اس لحاظ سے کہ اخلاقی گناہ ہیں معمولی اور

چھوٹا اور غیر اہم شمار نہیں کرنا چاہئے اور ان سے توبہ کرنے سے غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ نفس کو ان سے پاک کرنا ایک ضروری اور زندگی ساز کام ہے۔ برے اخلاق نام ہے۔ ریاء نفاق' غضب' تکبر' خود بینی اور خود پسندی تندرو' ظلم' مکرو فریب غیبت' تہمت لگانا' چغلخوری' عیب نکالنا' وعدہ خلافی' جھوٹ حب دنیا حرص اورلالچ' بخیل ہونا حقوق والدین ادا نہ کرنا' قطع رحمی۔ کفران نعمت ناشکری' اسراف' حسد' بدزبانی گالیاں دنیا اور اس طرح کی دوسری بری صفات اور عاوات

سینکڑوں روایات اور آیات ان کی مذمت اور ان سے رکنے اور ان کے آثار سے علاج کرنے اور ان کی دنیاوی اور اخروی سزا کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اخلاقی کتابوں میں ان کی تشریح اور ان کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ یہاں پر ان کے بارے میں بحث نہیں کی جا سکتی۔ اخلاقی کتابوں اور احادیث میں ان کے بارے میں رجوع کیا جا سکتا ہے۔

## 2- عملی گناہ

عملی گناہوں میں سے ایک چوری کرنا۔ کسی کو قتل کرنا۔ زنا کاری۔ لواطت۔ لوگوں کا مال غصب کرنا۔ معاملات میں تقلب کرنا۔ واجب جہاد سے بھاگ جانا۔

امانت میں خیانت کرنا۔ شراب اور نشہ آور چیزوں کا پینا۔ مردار گوشت کھانا۔ خنزیر اور دوسرے حرام گوشت کھانا۔ قمار بازی۔ جھوٹی گواہی دینا۔ بے گناہوں لوگوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ واجب نمازوں کو ترک کرنا۔ واجب روزے نہ رکھنا۔ حج نہ کرنا۔ امر معروف اور نہی منکر کو ترک کرنا۔ نجس غذا کھانا۔ اور دوسرے حرام کام جو مفصل کتابوں میں موجود ہیں کہ جن کی تشریح اور وضاحت یہاں ممکن نہیں ہے۔ یہ تو مشہور گناہ ہیں کہ جن سے انسان کو اجتناب کرنا چاہئے اور اگر بجا لایا ہو تو ان سے توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے لیکن کچھ گناہ ایسے بھی ہیں جو مشہور نہیں ہیں اور انہیں گناہوں کے طور پر نہیں بتلایا گیا لیکن وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں اور اولیاء خدا کے لئے

گناہ شمار ہوتے ہیں جیسے مستحبات کا ترک کر دینا یا مکروہات کا بجالانا بلکہ گناہ کے تصور کو اور ذات الٰہی سے کسی غیر کی طرف توجہ کرنے کو اور شیطانی وسوسوں کو جو انسان کو خدا سے غافل کر دیتے ہیں۔ یہ تمام اولیاء خدا اور اس کی صفات اور افعال کی پوری اور کامل معرفت نہ رکھنے کو جو ہر ایک انسان کے لئے ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے خاص منتخب بندوں کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں اور ان سے وہ توبہ کرتے رہتے تھے بلکہ اس سے بالا تر ذات الٰہی اور اس کی صفات اور افعال کی پوری اور کامل معرفت نہ رکھنے کو جو ہر ایک انسان کے لئے ممکن نہیں ہے اللہ اور اس طرح کے نقص کے احساس سے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور گریہ نالہ و زاری سے خدا کی طرف رجوع کرتے تھے اور توبہ اور استغفار کرتے تھے۔ پیغمبروں اور آئمہ اطہار کے توبہ کرنے کو اسی معنی میں لیا جانا چاہئے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز ستر دفعہ استغفار کرتے تھے جبکہ آپ پر کوئی گناہ بھی نہیں تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی میرے دل پر تاریکی عارض ہوتی تھی تو اس کے لئے میں ہر روز ستر دفعہ استغفار کیا کرتا تھا۔

# دوسرا حصہ

## نفس کی تکمیل اور تربیت اور آراستہ کرنا۔

نفس کو پاک صاف کرنے کے بعد اس کی تکمیل اور تربیت کا مرحلہ آتا ہے کہ جسے اصطلاح اخلاق میں تحلیہ۔ کہا جاتا ہے۔ علوم عقلیہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کا نفس ہمیشہ حرکت اور ہونے کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس کی فعلیت اس کی استعداد اور قوت سے ملی ہوئی ہے۔ آہستہ آہستہ اپنے اندر کی قوت اور استعداد کو مقام فعلیت اور بروز و ظہور میں لاتا ہے اور اپنی ذات کی پرورش کرتا ہے اگر نفس نے صراط مستقیم پر حرکت کی اور چلا تو وہ آہستہ آہستہ کامل اور کامل تر ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ آخر کمال تک پہنچ جاتا ہے اور اگر صراط مستقیم سے ہٹ گیا اور گمراہی کے راستے پر گامزن ہوا تو پھر بھی آہستہ آہستہ کمال انسانی سے دور ہوتا جاتا ہے اور حیوانیت کی ہولناک وادی میں جا گرتا ہے۔

## خدا سے قرب

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کی حرکت ایک حقیقی اور واقعی حرکت ہے نہ کہ اعتباری محض اور یہ حرکت انسان کی روح اور نفس کی ہے نہ جسم اور تن کی اور روح کا حرکت کرنا اس کا ذاتی فعل ہے نہ کہ عارضی۔ اس حرکت میں انسان کا جوہر اور گوہر حرکت کرتا ہے اور متغیر ہوتا رہتا ہے۔ لہذا انسان کی حرکت کا سیر اور راستہ ایک واقعی راستہ ہے نہ اعتباری اور مجازی۔ لیکن اس کا مسیر اس کی متحرک ذات سے جدا نہیں ہے بلکہ متحرک اور حرکت کرنے والا نفس اپنی ذات کے باطن میں حرکت کرتا ہے اور مسیر کو بھی اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر حرکت کے لئے کوئی غایت غرض ہوتی ہے۔ انسان کی ذات کی حرکت کی غرض اور غایت کیا ہے؟ انسان اس جہان میں کس غرض اور غایت کی طرف حرکت کرتا ہے اور اس حرکت میں اس کا انجام کیا ہو گا؟

روایات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حرکت کی جو غرض معین کی گئی ہے وہ قرب الہی ہے لیکن تمام انسان صراط مستقیم پر نہیں چلتے اور قرب الہی

تک نہیں پہنچے۔ قرآن انسانوں کو تین گروہ میں تقسیم کرتا ہے۔1- اصحاب میمنہ 2- اصحاب مشئمہ 3- سابقوں کے جنہیں مقربین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ تم انسان تین گروہ ہو۔ اصحاب میمنہ آپ کیا جانتے ہیں کہ اصحاب میمنہ کون اشخاص ہیں؟ اصحاب مشئمہ اور آپ کیا جانتے ہیں کہ وہ کون اشخاص ہیں؟ بہشت کی طرف سبقت کرنے والے اور اللہ تعالٰی کی رحمت کو حاصل کرنے کے لئے بھی سبقت کرتے ہیں یہ وہ اشخاص ہیں جو خدا کے مقرب بندے ہیں ور بہشت نعیم میں سکونت رکھیں گے۔

اصحاب میمنہ یعنی سعادت مند حضرات اور اصحاب مشئمہ یعنی اہل شقاوت اور بدبخت۔ اور سابقین وہ حضرات ہیں کہ جو صراط مستقیم کو طے کرنے میں دوسروں پر سبقت کرتے ہیں اور قرب الٰہی کے مقام تک پہنچتے ہیں۔ اس ایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت نفس کی غرض اللہ تعالٰی کا قرب حاصل کرنا ہے خدا ایک اور آیت میں فرماتا ہے۔ اگر خدا کے مقربین سے ہوا تو قیامت کے دن آرام والی بہشت اور نعمت الٰہی سے جو خدا کا عطیہ ہے استفادہ کرے گا۔ اور اگر اصحاب یمین سے ہوا تو ان کی طرف سے تم پر سلام ہے اور اگر منکر اور گمراہوں سے ہوا تو اس پر دوزخ کا گرم پانی ڈالا جائیگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔

نیز ایک اور آیت میں ہے۔ کہ اس طرح نہیں ہے کہ کافرون نے گمان کیا ہوا ہے یقیناً" ابرار اور نیک لوگوں کا دفتر اور کتاب (اور جو کچھ اس میں موجود ہے) علین یعنی اعلٰی درجات میں ہے آپ کیا جانتے ہیں کہ علین کیا چیز ہے وہ ایک کتاب ہے جو خدا کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور اللہ کے مقرب اس مقام کامشاہدہ کریں گے۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا انتہائی کمال اور اسکے سیر اور حرکت کی غرض اور غایت اللہ تعالٰی کا قرب حاصل کرنا ہے تاکہ انسان حرکت کرکے اس مقام تک جا پہنچیں لہذا مقربین کا گروہ سعادتمندوں میں سے ایک ممتاز گروہ ہے قرآن مجید میں ایا ہے کہ جب ملائکہ نے کہا اے مریم خداوند عالم نے تجھے ایک کلمہ کی جو خداوند عالم کی

طرف سے ہے یعنی عیسیٰ بن مریم کی بشارت دی ہے کہ جو دنیا اور آخرت میں خدا کے نزدیک عزت والا اور اس کے مقرب بندوں میں سے ہے۔

ان آیات اور روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لائق اور ممتاز بندے کہ جنہوں نے ایمان اور نیک اعمال میں دوسروں پر سبقت حاصل کرلی ہے بہت ہی اعلیٰ جگہ پر سکونت کریں گے کہ جسے قرب الٰہی کا مقام بتلایا گیا ہے اور شہداء بھی اسی مقام میں رہیں گے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو راہ خدا میں مارے گئے ہیں ان کے بارے میں یہ گمان نہ کر کہ وہ مرگئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں روزی پاتے ہیں۔

لہذا انسان کا انتہائی اور آخری کمال خداوند عالم کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔

## قرب خدا کا معنی

یہ معلوم کیا جائے کہ خدا کے قرب کا مطلب اور معنی کیا ہے؟ اور کس طرح تصور کیا جائے کہ انسان خدا کے نزدیک ہو جائے۔ قرب کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں اور کسی کے نزدیک ہونے کو تین معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

## قرب مکان

دو موجود جب ایک دوسرے کے نزدیک ہوں تو انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

## قرب زمانی

جب دو چیزیں ایک زمانے میں ایک دوسرے کے نزدیک ہوں تو کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب اور ہمعصر ہیں۔ اور یہ واضح ہے کہ بندوں کا خدا کے نزدیک اور قریب ہونا ان دونوں معنی میں نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کسی مکان اور زمانے میں موجود نہیں ہوا تھا تاکہ کوئی چیز اس مکان اور زمان کے لحاظ سے خدا کے

قریب اور نزدیک کہی جائے بلکہ خدا تو زمانے اور مکان کا خالق ہے اور ان پر محیط ہے۔

## قرب مجازی

کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں شخص کے قریب اور نزدیک ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں کا احترام اور ربط اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی خواہش کو وہ بجالاتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ اسے انجام دے دیتا ہے اس طرح کی نزدیکی اور قرب کو مجازی اور اعتباری اور تشریفاتی قرب اور نزدیکی کہاجاتا ہے یہ قرب حقیقی نہیں ہوا کرتا بلکہ مورد احترام قرار دینے والے شخص کو اس کا نزدیکی اور قریبی مجازی لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ کیا اللہ کے بندوں کو خدا سے اس معنی کے لحاظ سے قریبی اور نزدیکی قرار دیا جا سکتا ہے؟ آیا خدا سے قرب اس معنی میں ہو سکتا ہے یا نہ؟

یہ مطلب ٹھیک ہے کہ خدا اپنے لائق بندوں سے محبت کرتا ہے اور ان سے علاقمند ہے اور ان کی خواہشات کو پورا بھی کرتا ہے لیکن پھر بھی بندے کا قرب خدا سے اس معنی میں مراد نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ پہلے اشارہ کیا گیا ہے کہ علوم عقلیہ اور آیات اور روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کی حرکت ذاتی اور اس کا صراط مستقیم پر چلنا اور سیر ایک امر واقعی ہے نہ کہ امر اعتباری اور تشریفاتی خدا کی طرف رجوع کرنا کہ جس کے لئے اتنی آیات اور روایات وارد ہوئی ہیں ایک حقیقت اور واقعیت ہے اور اسے امر اعتباری نہیں بنایا جا سکتا جیسے خدا قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔ اے نفس مطمئن تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر اس حالت میں کہ جب اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے اور تو اللہ تعالیٰ سے راضی ہے۔

نیز فرماتا ہے جس نے نیک عمل انجام دیا اس کا فائدہ اسے پہنچے گا اور جس نے برا عمل انجام دیا اس کا نقصان اسے پہنچے گا اس وقت تم سب اللہ کی طرف پلٹ آؤ گے۔

خدا فرماتا ہے جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ملک ہیں اور اسی

کی طرف لوٹ جائیں گے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور صراط مستقیم اور سبیل اللہ اور نفس کا کامل ہونا یہ ایسے امور ہیں جو واقعی ہیں نہ اعتباری اور تشریفاتی۔ انسان کا خدا کی طرف حرکت کرنا ایک اختیاری اور جانی ہوئی حرکت ہے کہ جس کا نتیجہ مرنے کے بعد جا معلوم ہو گا۔ وجود میں آنے کے بعد یہ حرکت شروع ہو جاتی ہے اور موت تک چلی جاتی ہے لہٰذا خدا سے قرب ایک حقیقی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لائق بندے واقعاً اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتے ہیں اور گناہگار اور نالائق اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتے ہیں لہٰذا غور کرنا چاہئے کہ خدا سے قرب کے کیا معنی ہیں؟

خدا سے قرب وہ قرب نہیں کہ جو متعارف اور جانا پہچانا ہوا ہوتا ہے بلکہ ایک علیحدہ قسم ہے کہ جسے قرب کمالی اور وجودی درجے کا نام دیا جاتا ہے۔ اس مطلب کے واضح ہونے کے لئے ایک تمہید کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ فلسفہ اسلام اور کتب فلسفہ میں یہ مطلب پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ وجود اور ہستی ایک حقیقت مشکک ہے کہ جس کے کئی درجات اور مراتب ہیں۔ وجود بجلی کی روشنی اور نور کی طرح ہے جیسے نور کے کئی درجے زیادہ اور کم ہوتے ہیں ایک درجہ مثلاً کمتر ایک ولٹ بجلی کا ہے کہ جس میں روشنی تھوڑی ہوتی ہے اور اس کے اوپر چلے جایئے کہ زیادہ سے زیادہ درجے پائے جاتے ہیں یہ تمام کے تمام نور اور روشنی کے وجود ہیں اور درجات ہیں کمتر اور اعلیٰ درجے کے درمیان کے درجات ہیں جو سب کے سب نور ہیں ان مین فرق صرف شدت اور ضعف کا ہوتا ہے بعینہ اس طرح وجود اور ہستی کے مختلف مراتب اور درجات ہیں کہ جن میں فرق صرف شدت اور ضعف کا ہوتا ہے۔ وجود کا سب سے نیچا اور پست درجہ اسی دنیا کے وجود کا درجہ ہے کہ جسے مادہ اور طبیعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وجود کا اعلیٰ ترین درجہ اور رتبہ ذات مقدس خدا کا وجود ہے کہ جو ذات مقدس کمال وجود کے لحاظ سے غیر متناہی ہے ان دو مرتبوں اور درجوں کے درمیان وجود کے درجات اور مراتب موجود ہیں کہ جن کا آپس میں فرق شدت اور ضعف کا ہے۔ یہیں

سے واضح اور روشن ہو جائیگا کہ جتنا وجود قوی تر اور اس کا درجہ بالا تر اور کاملتر ہو گا وہ اسی نسبت سے ذات مقدس غیر متناہی خدائے متعال سے نزدیک تر ہوتا جائیگا اس کے برعکس وجود جتنا ضعیف تر ہوتا جائیگا اتنا ہی ذات مقدس کے وجود سے دور تر ہو جائیگا اس تمہید کے بعد بندہ کا اللہ تعالیٰ سے قرب اور دور ہونے کا معنی واضح ہو جاتا ہے۔ انسان روح کے لحاظ سے ایک مجرد حقیقت ہے جو کام کرنے کے اعتبار سے اس کا تعلق مادہ اور طبیعت سے ہے کہ جس کے ذریعے حرکت کرتا ہے اور کامل سے کاملتر ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی درجے تک جا پہنچتا ہے۔ حرکت کی ابتداء سے لے کر مقصد تک پہنچنے کے لئے وہ ایک شخص اور حقیقت ہی ہوا کرتا ہے۔ لیکن جتنا زیادہ کمال حاصل کرتا جائیگا اور وجود کے مراتب پر سیر کرے گا وہ اسی نسبت سے ذات الٰہی کے وجود غیر متناہی کے نزدیک ہوتا جائیگا۔ انسان ایمان اور نیک اعمال کے ذریعے اپنے وجود کو کامل کاملتر بنا سکتا ہے یہاں تک کہ وہ قرب الٰہی کے مقام تک پہنچ جائے اور منبع ہستی اور چشمہ کمال اور جمال کے فیوضات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرلے اور خود بھی بہت سے آثار کا منبع اور سرچشمہ بن جائے۔ اس توضیح کے بعد واضح ہو گیا کہ انسان کی حرکت اور بلند پروازی ایک غیر متناہی مقصد کی طرف ہوتی ہے ہر آدمی اپنی کوشش اور تلاش کے ذریعے کسی نہ کسی قرب الٰہی کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب کے مقام کی کوئی خاص حد اور انتہا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقام قرب کی حقیقت کے کئی مراتب اور درجات ہیں۔ قرب ایک اضافی امر ہے کہ انسان جتنی زیادہ محنت اور عمل کرے گا ایک اعلیٰ مقام اور اس سے اعلیٰ مقام تک پہنچتا جائیگا اور ذات اللہ کے فیوضات اور برکات سے زیادہ سے زیادہ بہرمند ہوتا جائیگا۔

## کمالات انسان کی بنیاد ایمان ہے۔

نفس انسانی کے کمالات تک پہنچنے اور ذات الٰہی کے قرب کی طرف حرکت کرنے کی اساس اور بنیاد ایمان اور معرفت ہے ایک کمال تک پہنچنے والے انسان کو اپنے مقصد اور حرکت کی غرض و غایت کو اپنے سامنے واضح رکھنا چاہئے اور اسے معلوم ہو کہ وہ کدھر اور کہاں جانا چاہتا ہے اور کس طریقے اور راستے سے وہ حرکت کرے ورنہ وہ مقصد تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کی حرکت کی سمت کو بتلاتا ہے اور اس کے مقصد اور غرض کو واضح کرتا ہے۔ جو لوگ خدا پر ایمان نہ رکھتے ہونگے وہ صراط مستقیم کے طے کرنے سے عاجز اور ناتواں ہونگے۔ خداوند عالم قران میں فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ سیدھے راستے سے منحرف ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بلکہ وہ لوگ کہ جو آخرت کے عالم پر ایمان نہیں رکھتے وہ کمال کے عالم سے دور ہوا کرتے اور صرف مادیات اور اپنے نفس کی حیوانی خواہشات کے پورا کرنے میں لگے رہتے ہے اسی لئے <اس کا مقصد اور غرض سوائے مادی جہان کے اور کچھ نہیں ہوتا وہ کمال کے راستے پر ہی نہیں ہے تاکہ قرب الٰہی تک پہنچنے کا اس کے لئے کوئی امکان باقی ہو اس کے حرکت کی سمت صرف دنیا ہے اور انسانیت کے صراط مستقیم کے مرتبے سے دور ہو چکا ہے اگر کافر کوئی اچھا کام بھی کرے تو وہ اس کے نفس کے کامل ہونے اور قرب تک پہنچنے کا وسیلہ نہیں بن سکے گا اس واسطے کہ اس نے اس کام کو خدا اور اس سے قرب حاصل کرنے کے لئے انجام نہیں دیا ہے بلکہ اس کا مقصد دنیا کے لئے اسے انجام دینا تھا کہ جس کا نتیجہ اسے اسی دنیا میں مل جائے گا اور قیامت کے دن اس کے لئے کوئی اثر نہیں رکھتا ہو گا۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ ان لوگوں کی مثال جو اپنے پروردگار سے کافر ہوئے ہیں ان کے اعمال خاکستر اور راکھ کی طرح ہیں کہ جو ان میں سخت اندھیری کے خطرے سے دو چار ہوں اور ادھر ادھر بکھر جائیں اور جسے انہوں نے کمایا ہے اس کی حفاظت کرنے پر قدرت نہیں رکھتے یہی نجات کے راستے سے گمراہ اور دور ہیں۔

بہر حال اعمال کی بنیاد اور اساس ایمان ہے اور ایمان ہی عمل کو ارزش اور قیمت دیتا ہے اگر مومن کی روح ایمان اور توحید سے مخلوط ہوئی تو وہ نورانی ہو جائیگی اور خدا کی طرف صعود اور رجوع کرے گی اور پھر نیک عمل بھی اس کی مدد کرے گا۔ قرآن مجید میں ہے جو شخص عزت کا طلبگار تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ تمام عزت خدا کے پاس ہے۔ توحید کا اچھا کلمہ خدا کی طرف بلند ہوتا ہے اور نیک عمل اسے اوپر لے جاتا ہے۔

نیک عمل انسان کی روح کو بلندی پر لے جاتا ہے اور قرب الٰہی کے مقام تک پہنچا دیتا ہے اور پاک و پاکیزہ اور خوشنما زندگی اس کے لئے فراہم کرتا ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ ایمان رکھتا ہو۔ بغیر ایمان کے روح تاریک اور ظلمانی ہے اور قرب الٰہی اور پاک و پاکیزہ زندگی کی لیاقت نہیں رکھتی قرآن مجید میں ہے۔ جو بھی نیک عمل انجام دے خواہ مرد ہو یا عورت ایسی حالت میں کہ ایمان رکھتا ہو ہم اسے پاک و پاکیزہ زندگی کے لئے زندہ کریں گے۔

لہذا کمال حاصل کرنے والے انسان کو پہلے اپنے ایمان کو قوی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ جتنا اس کا ایمان قوی تر ہو گا اتنا ہی وہ قوی درجات کمال کو حاصل کر سکے گا۔ قرآن فرماتا ہے کہ خدا تم میں سے جو ایمان رکھتا ہو اسے بالا اور بلند لے جاتا ہے اور ان کو جو علم رکھتے ہوں بلند کرتا ہے خدا اس سے کہ جو تم انجام دیتے ہو عالم اور آگاہ ہے۔

تکامل اور قرب حاصل کرنے کے اسباب۔

نفس کی تکمیل اور قرب خدا کئی ایک وسیلے اور ذریعے سے حاصل کیا جا سکتا ہے

کہ ان میں اہم ترین کی طرف ہم اشارہ کریں گی۔

1- ذکر خدا 2- فضائل اور مکارم اخلاق کی تربیت 3- نیک عمل 4- جہاد اور شہادت 5- احسان اور خدمت خلق خدا 6- دعا 7- روزہ۔ کہ ان تمام کو یہاں بیان کریں گے۔

## پہلا وسیلہ - ذکر خدا

ذکر کو نفس کی اندرونی اور باطنی قرب الٰہی کی طرف حرکت کرنے کا نقطہ آغاز جاننا چاہئے۔ قرب کی طرف حرکت کرنے والا انسان ذکر کے ذریعے مادی دنیا سے بالا تر ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ عالم صفا اور نورانیت میں قدم رکھتا ہے اور کامل سے کامل تر ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر عبادات کی روح اور احکام کے تشریع کرنے کی بزرگترین غرض اور غایت ہے۔ اور ہر عبادت کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کیوجہ سے ہوا کرتی ہے۔ آیات اور احادیث میں اللہ کے ذکر اور یاد کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے۔ جیسے

قرآن مجید میں ہے کہ جو لوگ ایمان لے ائے ہیں وہ اللہ کے ذکر کو بہت زیادہ کرتے ہیں۔

نیز فرماتا ہے کہ عقلمند وہ انسان ہیں کہ جو قیام و قعود یعنی اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمان کی خلقت میں فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے پروردگار اس عظیم خلقت کو تو نے بیہودہ اور بیکار پیدا نہیں کیا تو پاک اور پاکیزہ ہے ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور نماز پڑھی وہی نجات پا گیا۔ خدا فرماتا ہے۔ اپنے پروردگار کا نام صبح اور شام لیا کرو۔

نیز فرمایا ہے کہ اپنے خالق کو زیادہ یاد کیا کر اور اس کی صبح اور شام تسبیح کیا کر۔

اور نیز فرمایا ہے کہ جب تم نے نماز پڑھ لی ہو تو خدا کو قیام اور قعود اور سونے کے وقت یاد کیا کر۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرے

خدا اسے بہشت میں اپنے لئے لطف و کرم کے سائے میں قرار دے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جتنا ہو سکتا ہے خدا کو یاد کیا کرو۔ دن اور رات کے ہر وقت میں۔ کیونکہ خداوند عالم نے تمہیں زیادہ یاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ خدا اس مومن کو یاد کرتا ہے جو اسے یاد کرے اور جان لو کہ کوئی مومن بندہ خدا کو یاد نہیں کرتا مگر خدا بھی اسے اچھائی میں یاد کرتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ دن اور رات میں مجھے زیادہ یاد کیا کر اور ذکر کرتے وقت خشوع اور خضوع کرنے والا اور مصیبت کے وقت صبر کرنے والا اور مجھے یاد کرنے کے وقت آرام اور سکون میں ہوا کر۔ میری عبادت کر اور میرا شریک قرار نہ دے تم تمام کی برگشت اور لوٹنا میری طرف ہی ہو گا۔ اے موسیٰ مجھے اپنا ذخیرہ بنا اور نیک اعمال کے خزانے میرے سپرد کر۔

ایک اور جگہ امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی حد اور انتہا ہوتی ہے مگر خدا کے ذکر کے لئے کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ خدا کی طرف سے جو واجبات ہیں۔ ان کے بجا لانے کی حد ہے۔ رمضان المبارک کا روزہ محدود ہے۔ حج بھی محدود ہے کہ جسے اس کے موسم میں بجا لانے سے ختم ہو جاتا ہے۔ مگر اللہ کے ذکر کے لئے کوئی حد نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے تھوڑے ذکر کرنے پر اکتفاء نہیں کی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

یا ایھا الذین امنوا ذکروا اللّٰہ ذکرا کثیرا و سبحوہ بکرۃ واصیلا۔ ایمان والو اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور اس کی صبح اور شام تسبیح کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کے لئے کوئی مقدار اور حد معین نہیں کی آپ نے اس کے بعد فرمایا کہ میرے والد بہت زیادہ ذکر کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے ساتھ راستے میں جا رہا تھا۔ تو آپ ذکر الٰہی میں مشغول تھے اگر آپ کے ساتھ کھانا کھاتا تھا تو آپ ذکر الٰہی کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر آپ لوگوں کے ساتھ بات کر رہے ہوتے

تھے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہوتے تھے اور میں دیکھ رہا ہوتا تھا کہ آپ کی زبان مبارک آپ کے دھن مبارک کے اندر ہوتی تھی تو آپ لا الہ الا اللہ فرما رہے ہوتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد ہمیں اکٹھا بٹھا دیتے اور حکم دیتے کہ دن نکلتے تک ذکر الٰہی کرو۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا میں تمہیں بہترین عمل کی خبر نہ دوں جو ہر عمل سے پہلے تمہارے درجات کو بلند کر دے؟ اور خدا کے نزدیک تمام چیزوں سے زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہو؟ اور تمہارے لئے درہم اور دینار سے بہتر ہو یہاں تک کہ خدا کی راہ میں جہاد سے بھی افضل ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ۔ ضرور فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک آدمی نے رسول خدا کی خدمت مین عرض کی کہ مسجد والوں میں سب سے زیادہ بہتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو دوسروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص ذکر کرنے والی زبان رکھتا ہو اس کو دنیا اور آخرت کی خیر عطاء کی جا چکی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کی تلاوت کر اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کر تیرے لئے ذکر کا اجر آسمان میں ہو گا اور زمین میں تیرے لئے نور ہو گا۔

امام حسن علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جنت کے باغات کی طرف سبقت اور جلدی کرو اصحاب نے عرض کیا کہ بہشت کے باغ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا ذکر کے حلقے اور دائرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو غافل لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے فکر کرنے والا ہو تو گویا وہ جہاد سے بھاگنے والوں کے درمیان مجاہد ہے اور اس طرح کے مجاہد کے لئے بہشت واجب ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ بہشت کے باغوں سے استفادہ کرو۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ۔ بہشت کے باغ کیا ہیں؟ آپؐ نے

فرمایا کہ ذکر کی مجالس۔ صبح شام اللہ کا ذکر کرو۔ جو شخص چاہتا ہے کہ خدا کے ہاں اپنی قدر اور منزل معلوم کرے تو دیکھے کہ خدا کی قدر اور منزلت اس کے نزدیک کیا ہے کیونکہ خدا اپنے بندے کو اس مقام تک پہنچاتا ہے کہ جس مقام کو بندے نے خدا کے لئے اختیار کر رکھا ہے اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سے بہترین عمل خدا کے نزدیک اور اعمال میں پاکیزہ ترین عمل جو ہر ایک عمل سے بہتر ہو اور تمہارے درجات کو بلند کرے اور تمہارے لئے اس سے بہتر ہو کہ جس پر سورج چمکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

یہ آیات اور روایات کہ جو بطور نمونہ ذکر ہوئی ہیں ان سے ذکر الٰہی کی قدر اور قیمت کو آپ نے معلوم کر لیا ہے۔ اب یہ دیکھا جائے کہ ذکر خدا سے مراد کیا ہے؟

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت میں سے ایک بڑی عبادت ہے۔ اور نفس کے پاک و پاکیزہ اور اس کی تکمیل اور سیر و سلوک الی اللہ کا بہترین وسیلہ ہے اب دیکھیں کہ ذکر خدا سے جو آیات اور روایات میں وارد ہوا ہے کیا مراد ہے۔ کیا اس سے مراد یہی لفظی ذکر مثل سبحان و الحمد للہ ولا الہ الا اللہ یا اس سے مراد کوئی اور چیز ہے؟ کیا یہ الفاظ بغیر باطنی توجہ کے اتنا بڑا اثر رکھتے ہیں یا نہ؟

لغت میں ذکر کے معنی لفظی ذکر کے بھی آئے ہیں کہ جو زبان سے کئے جاتے ہیں اور توجہ قلب اور اور حضور باطن کے معنی بھی آئے ہیں احادیث میں بھی ذکر ان دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کرتے وقت عرض کی کہ اے خالق۔ اس کی جزاء اور ثواب کہ جس نے تجھے زبان اور دل میں یاد کیا ہو کیا ہے؟ جواب آیا اے موسیٰؑ میں اسے قیامت میں عرش کے سایہ اور اپنی پناہ میں قرار دونگا۔ اس حدیث کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ اس میں ذکر لفظی جو زبان پر ہوتا ہے اور قلبی ذکر دونوں میں استعمال ہوا ہے اور دوسری بہت سی روایات موجود ہیں کہ جن میں ذکر ان دونوں میں استعمال ہوا ہے لیکن غالباً اور اکثر ذکر کو توجہ قلبی اور حضور باطنی میں استعمال کیا گیا ہے اور حقیقی اور کامل ذکر ابھی یہی

ہوا کرتا ہے۔ خدا کے ذکر سے مراد ایک ایسی حالت ہے کہ خدا کو روح کے لحاظ سے دیکھ رہا ہو اور باطن میں جہاں کے خالق کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ خدا کو حاضر اور ناظر جانے اور اپنے آپ کو خدا کے سامنے جانے جو شخص اس طرح کی حالت میں خدا کو یاد کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے گا اور واجبات کو بجا لائیگا اور حرام چیزوں کو ترک کرے گا۔ اس معنی کے لحاظ سے اللہ کا ذکر آسان ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ سب سے مشکل ترین عمل کہ جو ہر شخص سے نہیں ہو سکتا۔ تین ہیں اپنے آپ سے لوگون کو اس طرح انصاف دینا اور عدل کرنا کہ راضی نہ ہو دوسروں کے لئے وہ چیز کہ جس کو وہ خود اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔

2- مومن بھائی کے ساتھ مال میں مساوات اور غمگساری کرنا۔ 3- ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

ذکر سے فقط سبحان الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ مراد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر یہ ہے کہ جب کوئی واجب کام سامنے آئے تو اسے بجا لائے اور جب حرام کام سامنے ائے تو اسے ترک کرے۔

رسولخدا نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس امت کے لئے بلند و بالا اور مشکل ہیں۔ 1- مومن بھائی کے ساتھ مال میں مساوات اور برابری اور غمگساری۔ 2- اپنے آپ سے لوگوں کو انصاف دینا۔ 3- تمام حالات میں خدا کا ذکر۔ یہاں ذکر سے مراد سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ نہیں ہے بلکہ ذکر سے مراد انسان کا خدا کو اس طرح یاد کرنا ہے کہ جب کوئی حرام کام سامنے آئے تو خدا سے ڈرے اور اسے ترک کردے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا کا سہو اور غفلت میں ذکر نہ کر اور اسے فراموش نہ کر۔ اللہ تعالیٰ کا کامل ذکر اس طرح کر کہ تیرا دل اور زبان ایک دوسرے کے ہمراہ ہوں تیرا باطن اور ظاہر ایک دوسرے کے مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ کا حقیقی ذکر سوائے اس حالت کے نہیں کر سکتا مگر تب جب کہ تو ذکر کی حالت میں اپنے نفس کو فراموش کردے اور بالاخرہ تو اپنے آپ کو نہ پائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے جو شخص یقیناً اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہو گا وہ اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہو گا جو شخص اللہ سے غافل ہو گا وہ اللہ کی معصیت اور نافرمانی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہدایت کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی گمراہی کی نشانی ہے۔ ذکر اور غفلت معصیت اور اطاعت کی بنیاد میں ہے۔

لہذا اپنے دل کو قبلہ قرار دے اور زبان کو سوائے دل کے حکم اور عقل اور رضا الٰہی کی موافقت کے حرکت نہ دے کیونکہ اللہ تیرے باطن ظاہر سے آگاہ ہے اس شخص کی طرح ہو کہ جس کی روح قبض ہو رہی ہو یا اس شخص کی طرح جو اعمال کے حساب دینے میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہے۔ اپنے نفس کو سوائے الٰہی احکام کے جو تیرے لئے بہت اہم ہیں۔ یعنی اوامر اور نواہی الٰہی اور اس کے وعدے اور عہد کے علاوہ کسی میں مشغول نہ کر حزن اور ملال کے پانی سے اپنے دل کو دھوئے اور پاک و پاکیزہ کرے۔ جب کہ خدا تجھے یاد کرتا ہے تو تو بھی خدا کو یاد کر کیونکہ خدا نے تجھے اس حالت میں یاد کیا کہ وہ تجھ سے بے نیاز ہے اسی لئے خدا کا تجھے یاد کرنا زیادہ ارزش اور قیمت رکھتا ہے اور زیادہ لذیذ اور کاملتر ہے اور تیرے یاد کرنے سے بہت پہلے ہے۔

تیری اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا ذکر تیرے لئے خضوع اور حیاء اور اس کے سامنے تواضع کا موجب ہو گا اور اس کا نتیجہ اس کے فضل اور کرم کا مشاہدہ ہے اس حالت میں اگر تیری اطاعت زیادہ بھی ہوئی تو وہ اللہ تعالیٰ کے عطاء کے مقابلے میں کم ہو گی لہذا اپنے اعمال کو صرف خدا کے لئے بجالا۔ اگر اپنے خدا کے ذکر کرنے کو بڑا سمجھے تو یہ ریا اور خود پسندی جہالت اور لوگوں سے بداخلاقی اپنی عبادت کو بڑا قرار دینے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے غفلت کا موجب ہو گا۔ اس طرح کا ذکر سوائے اللہ تعالیٰ سے دور ہونے کے اور کوئی ثمر اور نتیجہ نہیں دے گا اور زمانے کے گذر جانے سے سوائے غم اور اندوہ کے کوئی اور اثر نہیں رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر دو قسم پر تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک خالص ذکر کہ جس میں دل بھی ہمراہی کر رہا ہو۔ دوسرا وہ ذکر جو غیر

خدا کی یاد کی نفی کرتا ہو جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تیری مدح نہیں کر سکتا تو اس طرح ہے کہ جس طرح تو نے اپنی صفت خود بیان کی ہے۔

لہذا رسول خدا نے اپنے ذکر کی کوئی وقعت اور ارزش قرار نہیں دی کیونکہ اس مطلب کی طرف متوجہ تھے کہ بندے کا خدا کے ذکر کرنے پر اللہ تعالی کا بندے کا ذکر کرنا مقدم ہے لہذا وہ لوگ جو رسول خداؐ سے کمتر ہیں وہ اپنے اللہ کے ذکر کو ناچیز اور معمولی قرار دینے کے زیادہ سزا وار ہیں لہذا جو شخص اللہ تعالی کا ذکر کرنا چاہتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ جب تک اللہ اسے توفیق نہ دے اور خود خدا بندے کو یاد نہ کرے وہ اللہ کے ذکر کرنے پر قدرت نہیں رکھ سکتا۔

جیسے کہ ملاحظہ کر رہے ہیں ان روایات میں قلبی توجہ اور باطنی حضور کو ذکر کرنے کا مصداق بتلایا گیا ہے نہ صرف قلبی خطور اور بے اثر ذہنی تصور کو بلکہ باطنی حضور جو یہ اثر دکھلائے کہ جس کی علامتوں میں سے اوامر اور نواہی الہی کی اطاعت کو علامت قرار دیا گیا ہے لیکن یہ اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ لفظی اور زبانی ذکر و اذکار ش لا الہ الا اللہ سبحان اللہ الحمد وغیرہ کے اللہ کے حقیقی ذکر کا مصداق نہیں ہیں بلکہ خود یہ کلمات بھی اللہ تعالی کے ذکر کا ایک مرتبہ اور درجہ ہیں علاوہ اس کے کہ یہ اذکار بھی قلب اور دل سے پھوٹتے ہیں۔

جو شخص ان لفظی اذکار کو زبان پر جاری کرتا ہے وہ بھی دل میں گرچہ کم ہی کیوں نہ ہو خدا کی طرف توجہ رکھتا ہے اس لئے کہ وہ خدا کی طرف توجہ رکھتا تھا تب ہی تو اس نے ان اذکار کو زبان پر جاری کیا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں ان کلمات اور اذکار کا کہنا بھی مطلوب ہے اور ثواب رکھتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ قصد قربت سے ہوں جیسے کہ ظاہری نماز انہیں الفاظ اور حرکات کا نام ہے کہ جس کے بجالانے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے گرچہ نماز کی روح قلب کا حضور اور باطنی توجہ ہے۔

## ذکر کے مراتب

ذکر کے لئے کئی ایک مراتب اور درجات ہیں کہ سب سے کمتر مرتبہ اور درجہ لفظی اور زبانی ذکر سے شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ انقطاع کامل اور شہود اور فنا تک جا پہنچتا ہے۔

پہلے درجے میں چونکہ ذکر کرنے والا خدا کی طرف توجہ کرتا ہے اور قصد قربت سے خاص اور مخصوص زبان پر بغیر معانی سمجھے اور متوجہ ہوئے جاری کر دیتا ہے۔

دوسرا درجہ۔

قصد قربت سے ذکر کرتا ہے اور ذکر کرنے کی حالت میں ان کے معانی کو بھی ذہن میں محظور دیتا ہے۔

تیسرا درجہ

زبان قلب کی پیروی کرتی ہے اور ذکر کہتی ہے اس معنی میں کہ جب دل خدا کی طرف توجہ کرتا ہے اور اپنے باطن ذات میں ان اذکار کے معانی پر ایمان رکھتا ہے تو پھر وہ زبان کو حکم دیتا ہے کہ وہ خدا کا ذکر شروع کر دے۔

چوتھا درجہ۔

خدا کی طرف رجوع کرنے والا انسان خالق جہان کے بارے میں حضور قلبی اور توجہ کامل رکھتا ہے اور اسے حاضر اور ناظر اور اپنے آپ کو اس ذات کے سامنے حاضر دیکھتا ہے۔ خدا کی طرف رجوع کرنے والے انسان اس حالت میں درجات رکھتے ہیں اور مختلف ہوتے ہیں بعض کاملتر ہیں جتنی مقدار غیر خدا سے قطع تعلق کرے گا اتنی ہی مقدار خدا سے مانوس اور اس سے علاقمند ہو گا یہاں تک کہ انقلاع کامل اور لقاء اور فناء کی حد تک پہنچ جائیگا۔اس درجے میں خدا کی طرف رجوع کرنے والا انسان اعلیٰ ترین درجے پر ہوتا ہے۔ اس کے سامنے دنیا کے حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور غیر حقیقی اور مجازی علاقہ اور ربط اس نے ختم کر دیئے ہوتے ہیں اور خیرات اور کمال کے مرکز

سے متصل ہو جاتا ہے لہٰذا اس کے سامنے تمام چیزیں یہاں تک کہ وہ اپنی ذات کو بھی چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ غیر خدا سے قطع روابط رکھتا ہے اور صرف ذات الٰہی سے اپنی محبت کو مختص کر دیتا ہے۔ سوائے خدا کے اور کوئی کمال نہیں دیکھتا تاکہ اس سے دل کو لگائے اور وابستہ کرے کسی کو مونس نہیں دیکھتا تاکہ اس سے انس اور محبت کرے۔ اس طرح کے خاص بندوں نے عظمت اور جلال و کمال اور خیر اور نور و ایمان کے سرچشمہ کو پا لیا ہوتا ہے اور اپنی باطنی آنکھ سے جمال الٰہی کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک لحظہ بھی وہ دنیا کی مجازی چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور انہیں اپنا دل نہیں دیتے چونکہ وہ کمالات کے منبع تک پہنچ چکے ہیں لہٰذا ان کی نگاہ میں مجازی اور عارضی کمالات کوئی حیثیت نہیں رکھتے وہ اللہ تعالیٰ کے لقاء اور عشق اور محبت میں جلتے رہتے ہیں اور خدا سے انس اور محبت کی لذت کو دنیاوی چیزوں سے تبادلہ نہیں کرتے اور اگر جہاں کی ظاہری چیزوں کو بھی دیکھتے ہیں تو اس میں بھی نور جمال الٰہی اور وجود کامل کی نشانی اور علامت کا عکس مشاہدہ کرتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کس طرح تیرے وجود کے ثابت کرنے کے لئے اس چیز سے استدلال کیا جائے کہ جو وہ خود تیری محتاج ہے؟ کیا تیرے غیر کے لئے ظہور ہے جو تیری ذات کے لئے موجود نہیں ہے تاکہ تو اس کے ظہور کے ذریعے ظاہر کیا جائے؟ کب تو دور تھا تاکہ آثار اور علائم تیرے تک پہنچنے کے اسباب بن سکیں؟ وہ آنکھ اندھی ہے جو تجھے اپنا مراقب اور مشاہدہ کرنے والا نہیں دیکھتی؟ کتنا نقصان میں ہے وہ بندہ کہ جسے تو نے اپنی محبت سے کچھ حصہ نہیں دیا؟

امیر المومنین علیہ السلام شعبانیہ مناجات میں فرماتے ہیں۔ اے خدا پوری طرح اپنے میں غرق اور کامل ہونے کو مجھے عطا کر اور میرے دل کی آنکھوں کو اپنے جمال کے نور کے مشاہدہ کرنے کا نور عطا فرما تاکہ میرے دل کی آنکھیں نور کے حجاب کو پار کر کے تیری عظمت تک پہنچ جائیں اور ہماری روحیں تیرے مقام قدس سے جا وصل ہوں

امام زین العابدین علیہ السلام اس طرح کے خاص بندوں کے حق میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

خدایا تیری ثناء اور تعریف جو تیرے لائق اور سزاوار ہے زبان سے بیان کرنے میں وہ تیرے بندے عاجز ہیں تیری ذات کے جمال حقیقت تک پہنچنے سے وہ عاجز ہیں۔ تیرے جمال کے انوار کو دیکھنے کی آنکھیں قدرت نہیں رکھتی۔ تو نے اپنے بندوں کے لئے تیری معرفت کے مقام تک پہنچنے کے لئے سوائے عجز کے اظہار کے اور کچھ نہیں رکھا۔ خدایا ہمیں ان بندوں سے قرار دے کہ تیرے لقاء کے شوق کا پودا جن کے دلوں میں بویا گیا ہے۔ اور محبت کی آتش نے ان کی دلوں کو گھیر رکھا ہے لہٰذا وہ عالی افکار کے آشیانہ میں اترتے ہیں اور مقام قرب و شہود الٰہی کے باغات سے نعمتیں حاصل کرتے ہیں اور محبت کے چشمے سے لطف و کرم کے جام پیتے ہیں۔ صفا اور محبت اور مودت کے چشمہ میں وارد ہوتے ہیں۔ ان کے دل کی آنکھوں سے پردہ اٹھ گیا ہے اور عقائد میں شک و تردید اور تاریکی ان کے دلوں سے دور ہو گئی ہے اور ان کے دلوں میں شک کا گذر زائل ہو چکا ہے۔ تحقیق کے ذریعے ان کے دلوں کی معرفت نے وسعت پیدا کر لی ہے۔ اور زہد کی دوڑ لگانے میں ان کی ہمت بلند ہو چکی ہے۔ خدا کے ساتھ معاملہ کرنے میں پسندیدہ خاطر ہوتے ہیں اور خدا کے ساتھ انس کی مجلس میں پاکیزہ باطن رکھتے ہیں اور خوف کے مقامات میں امن اور آرام کا راستہ موجود پاتے ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرنے میں مطمئن نفس رکھتے ہیں۔ سعادت اور نجات کے راستے میں یقین کے مرتبہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ محبوب کے مشاہدہ کرنے میں ان کی آنکھیں روشن ہیں اور اس کے پانے میں کہ جس کی امید کرتے باطنی آرام اور اطمینان رکھتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں آخرت کے لئے فائدہ حاصل کیا۔ اے خدا۔ تیرے ذکر کے الہام کے تصورات دلوں پر کتنے لذت آور ہوتے ہیں۔ اور تیری طرف غیب کے تفکر کے ذریعے آنے میں کتنا مٹھاس اور شرینی ہے۔ اور تیری محبت کا طعام کتنا مزے دار ہے۔

اور تیرے قرب کا پانی کتنا لذیذ اور خوشگوار ہے۔ ہمیں دور کرنے اور نکال دیئے جانے سے پناہ دے اور ہمیں مخصوص تر عارف اور اپنے بندوں میں صالح ترین بندہ اور اطاعت کرنے میں صادق ترین اور عبادت کرنے والوں میں خالص ترین عبادت کرنے والا قرار دے۔ اے بزرگتر اور عظیم اور کریم اور احسان کرنے والا خدا۔ تجھے تیری عطا اور رحمت کی قسم۔ اے ارحم الراحمین۔

خلاصہ چوتھا مرتبہ اور مقام بہت ہی عالی اور بلند و بالا ہے اور پھر اس کے کئی ایک درجات اور مراتب ہیں جو ذات مقدس واجب الوجود اور کمال و جمال غیر متناہی تک جاتے ہیں۔ اہل اللہ اور عارفین کی اصطلاح میں ان کے مختلف نام ہیں جیسے مقام ذکر مقام انس مقام انقطاع مقام محبت' مقام شوق' مقام رضا' مقام خوف' مقام شہود' مقام عین الیقین' مقام حق الیقین' اور آخری مقام جسے مقام فنا نام دیتے ہیں یہ تعبیرات اکثر آیات اور احادیث سے لی گئی ہیں اور ہر ایک نام کی کچھ نہ کچھ مناسبت بھی ہے۔

جب عارف اور عبادت گذار واجب الوجود ذات الٰہی کے جمال اور عظمت غیر متناہی کی طرف توجہ کرے اور اس کی محبت اور فیوضات کو سامنے رکھے اور اپنی تقصیر اور ناتوانی اور مقام اعلیٰ تک نہ پہنچنے کی مسافت سے دور ہونے کا احساس کرے تو پھر اس کے دل میں شوق اور عشق سوز اور گداز پیدا ہوتا ہے تو اس کیفیت اور مقام کا نام شوق کا مقام دیا جاتا ہے۔ جب کمالات کے درجات اور مقامات پر کوئی پہنچ جائے تو وہ انہیں درجات اور معلومات سے انس کرنے لگتا ہے اور خوش اور شاد ہو جاتا ہے تو اسی مناسبت سے اس درجے اور رتبے کو مقام انس سے تعبیر کرتے ہیں اور جب عظمت اور کمال غیر متناہی ذات الٰہی کی طرف توجہ کرے اور اس عظمت کے مقام کے پانے میں اپنی کمزوری اور عجز اور قصور پر مطلع اور واقف ہو تو اس کا دل لرزتا اور دکھتا ہے اس کے تمام وجود پر خوف اور ڈر چھا جاتا ہے تو پھر وہ گریہ و زاری کرنے لگتا ہے تو اسی مناسبت سے اس حالت کا نام مقام خوف رکھ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح باقی تمام مقامات کسی نہ کسی انسان کی کیفیت اور حالت کی مناسبت سے رکھے جاتے ہیں۔

بہتر یہی ہے کہ یہ ناچیز بندہ جو یہ کتاب لکھ رہا ہے اور جو خواہشات نفس اور مادی تاریکیوں اور ظلمات کا قیدی۔ مقامات معنوی کے حاصل کرنے سے محروم ہے اس بحر بیکراں میں وارد نہ ہو اور ان مقامات عالیہ کی شرح اور توضیح انہیں لوگوں کے لئے چھوڑ دے جو اس کی قابلیت اور اہلیت رکھتے ہیں کیونکہ جس نے محبت اور انس اور لقاء اللہ کا ذائقہ ہی نہ چھکا ہو وہ ان مقامات عالیہ کی توضیح اور تشریح سے عاجز اور ناتوان ہو گا۔ نیکوں کو دوست رکھتا ہوں اگرچہ انہیں سے نہیں ہوں۔

خدایا ہمیں اپنے ذکر کی حلاوت عنایت فرما اور ہمیں حلاوت چکھنے والے افراد سے قرار دے یہاں بہتر ہو گا کہ جو اس کے اہل تھے ان کی بات اور گفتگو کو نقل کیا جائے۔ عارف ربانی فیلسوف عالی ملا صدرا شیرازی لکھتے ہیں۔ اگر کسی بندے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے پڑ جائیں تو وہ خواب غفلت اور جہالت سے بیدار ہو جاتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اس محسوس جہان کے علاوہ بھی کوئی دوسرا جہان ہے۔ حیوانی لذات سے اعلیٰ اور بھی لذات ہیں تو اس حالت میں وہ باطل اور بے ارزش امور سے روگردانی کر لیتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی آیات اور نشانیوں میں فکر اور غور شروع کر دیتا ہے اور مواعظ الٰہی کو سنتا ہے اور پیغمبر اکرم کی احادیث میں غور کرتا ہے اور شریعت کے مطابق عمل کرتا ہے اور آخرت کے کمالات حاصل کرنے کے لئے دنیا کے لغویات اور فضولیات جیسے جاہ و جلال مقام و منصب مال اور متاع سے دستبردار ہو جاتا ہے اور اگر اس سے زیادہ اللہ کی رحمت اس کے شامل حال ہو جائے تو حتمی ارادہ کر لیتا ہے کہ غیر خدا سے چشم پوشی کرے اور اللہ تعالیٰ کی جانب حرکت کرے اور خواہش نفس کے مقام کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف حرکت کرے اس حالت میں اس پر اللہ تعالیٰ کے انوار ملکوتی ظاہر ہو جاتے ہیں اور عالم غیب کا دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے اور عالم قدس کے صفحات آہستہ آہستہ اس کے لئے آشکار ہو جاتے ہیں اور غیبی امور کو مثالی صورت میں مشاہدہ کرتا ہے جب وہ امور غیبی کے مشاہدے کی لذت کو چکھ لے تو پھر خلوت اور دائمی ذکر

کرنے سے علاقمند ہو جاتا ہے اس کا دل حسی مشاغل سے خالی ہو جاتا ہے اور تمام وجود کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پیدا کر لیتا ہے۔ اس حالت میں اس پر علوم لدنی آہستہ آہستہ اترنے لگتے ہیں اور معنوی انوار کبھی کبھی اس کے لئے ظاہر ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ کامل تمکن اور تحقق حاصل کر لیتا ہے۔ تلون مزاجی اور تغیر دور ہو جاتی ہے اور آرام اور سکون اس پر نازل ہو جاتا ہے اس حالت میں وہ عالم جبروت میں وارد ہو جاتا ہے اور عقول مفارقہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کے انوار سے نورانی ہو جاتا ہے اور اس کے لئے قدرت اور سلطان الٰہی اور عظمت اور کبریاء کا نور آشکار ہو جاتا ہے اور اس کی انانیت اور وجود کو متلاشی اور ھباء منثورا کر دیتا ہے اور ذات احدیت کی عظمت اور قدرت کے سامنے ساقط ہو جاتا ہے اس حالت اور مقام کو مقام احدیت کہا جاتا ہے اور اغیار سالک کی نگاہ میں مستہلک ہو جاتے ہیں اور لمن الملک الیوم للّٰہ الواحد القہار کی آواز کو سنتا ہے۔

عارف ربانی ملا فیض کاشانی لکھتے ہیں کہ خدائی محبت اور اس کی تقویت اور رویت خدا اور اس کے لقاء کے لئے اسباب مہیا کرنے کا طریقہ معرفت اور اس کو تقویت دینا ہوا کرتا ہے۔ معرفت حاصل کرنے کا طریقہ قلب کو دنیاوی علائق اور مشاغل اور کامل طور پر انقطاع الی اللہ کا وسیلہ اور ذریعہ صرف ذکر اور فکر اور غیر خدا کی محبت کو دل سے نکالنا ہے۔ کیونکہ دل ایک برتن کی مانند ہے۔ اگر برتن پانی سے بھرا ہوا ہو تو پھر اس میں سرکہ ڈالنے کی گنجائش نہیں ہوتی پانی کو برتن سے خالی کیا جائے تاکہ اس میں سرکہ ڈالا جا سکے۔ خداوند کریم نے کسی کے لئے دو دل پیدا نہیں کئے کامل محبت یوں ہو گی کہ سارے دل میں خدا کو دوست رکھے جب غیر خدا کی طرف توجہ رکھے گا تو دل کا کچھ حصہ غیر خدا میں مشغول ہو گا پس انسان جتنا غیر خدا کے ساتھ مشغول رہے گا اتنی مقدار خدا کی محبت میں کمی واقع ہو گی مگر غیر خدا کی طرف توجہ اس نیت سے ہو کہ وہ بھی خدا کی مخلوق اور خدا کا فعل ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا مظہر ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے

فل اللّٰہ ثم ذرھم یہ حالت شوق کے غلبہ سے حاصل ہوتی ہے بایں معنی کہ انسان کوشش کرے کہ جو کچھ اس کے لئے آشکار ہوا ہے اس سے زیادہ آشکار ہو اور اس کی طرف جو اسے ابھی تک حاصل نہیں ہوا ہے شوق پیدا کرے کیونکہ شوق اس چیز سے متعلق ہوتا ہے کہ کوئی چیز کچھ آشکار ہو اور کچھ آشکار نہ ہو ہمیشہ ان دو میں رہے گا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اس واسطے کہ جو درجات اور مراتب اسے حاصل ہوئے ہیں ان کی کوئی انتہا نہیں ہے اسی طرح خدا کے کمال اور جمال جو باقی ہیں ان کی زیادتی کا کوئی کنارہ نہیں۔ بلکہ وصال کے حاصل ہو جانے سے وہ لذت بخش شوق کا احساس کرتا ہے کہ جس میں کوئی الم اور درد نہیں ہوا کرتا پس شوق کبھی بھی ختم نہیں ہوتا بالخصوص جب بہت سے بالا درجات کو مشاہدہ کرتا ہے۔ یسعی نور ھم بین ایدیھم و بایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا۔

## ذکر اور بقاء کے آثار اور علائم

جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ذکر اور شہود اور لقاء ایک باطنی مقام اور معنوی اور روحانی پایہ تکمیل نفس کا ذریعہ ہے۔ عارف انسان اس مقام تک جب پہنچ جائے تو وہ ایک ایسے مقام تک پہنچا ہے کہ وہ اس سے پہلے یہاں تک نہیں پہنچا تھا اگر یہ کہا جاتا ہے کہ مقام شہود ایک حقیقت اور واقعیت ہے اور اسی طرح جب کہا جاتا ہے کہ مقام انس یا مقام رضا یا مقام محبت یا مقام شوق یا مقام وصال یا مقام لقاء تو یہ مجاز گوئی اور مجازی معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ یہ سب حقیقت ہیں لہٰذا مقام ذکر وجود واقعی کا ایک مرتبہ ہے اور رتبہ اور وہ نئے علائم اور آثار رکھتا ہے اس کمال کا وجود اس کے آثار اور علامتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ ہم یہاں اسکے کچھ اثرات بتلاتے ہیں خداوند عالم کی اطاعت۔ جب کوئی آدمی مقام شہود اور ذکر تک پہنچ چکا ہو اور اپنے باطن میں ذات احدیت کے جمال کا مشاہدہ کر لے اور اپنے آپ کو اس ذات کے سامنے پائے تو پھر بغیر کسی شک کے سو فیصدی اس کے احکام کی پیروی کرے گا اور جو کچھ خدا کہے گا اسے بجا لائیگا اور جس سے روکا ہو گا اسے ترک کرے گا اگر انسان یہ معلوم کرنا چاہے کہ آیا

اس مقام تک پہنچا ہے یا نہ تو اسے اوامر اور نواہی الہی کی پابندی سے معلوم کرے اور جتنی اس میں پابندی کی نسبت ہو اسی نسبت سے اس مقام تک پہنچنے کو سمجھ لے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ انسان مقام شہود اور انس تک پہنچا ہوا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کے احکام کی کامل طور سے پابندی نہ کرے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ذکر کی تشریح اور تعریف میں فرمایا ہے کہ ذکر کے یہ معنی ہیں کہ جب تیرے سامنے اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آئے تو اسے بجا لائے اور اگر منع کیا ہو تو اس سے رک جائے۔

امام حسین علیہ السلام نے عرفہ کی دعا میں فرمایا ہے اے وہ ذات کہ جس نے اپنے ذکر کی مٹھاس اور شرینی کو اپنے دوستوں کے موہنہ میں ڈالا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ تیری عبادت کے لئے تیرے سامنے آکھڑے ہوتے ہیں۔

اور تیرے سامنے خضوع اور خشوع کرتے ہیں۔ اے وہ ذات کہ جس نے ہیبت کا لباس اپنے اولیاء کو پہنایا ہے تاکہ وہ تیرے سامنے کھڑے ہوں اور استغفار کریں۔

خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ کہ ان سے کہہ دو کہ اگر واقعی خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ خدا بھی تمہیں دوست رکھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص واقعی خدا کا ذکر کرنے والا ہو گا تو وہ ذات الہی کا فرمانبردار اور مطیع بھی ہو گا اور جو شخص غافل ہو گا وہ گنہگار ہو گا۔

## خضوع اور عاجزی۔

جو انسان خدا کی عظمت اور قدرت کا مشاہدہ کرے گا تو وہ مجبوراً اس کے سامنے خضوع کرے گا اور اپنے قصور اور ناتوانی سے شرمندہ اور شرمسار ہو گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تیرا یہ جان لینا کہ تو خدا کا مورد توجہ ہے تو یہ تیرے خضوع اور حیا اور شرمندگی کا باعث بنے گا۔

عشق اور محبت:۔ مقام شہود کی ایک علامت اور اثر عبادت سے زیادہ علاقہ اور اس سے لذت حاصل کرنا ہوتا ہے کیونکہ جس نے لذت الٰہی کی عظمت اور قدرت کو پالیا ہو اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں سمجھتا ہو اور عظمت اور کمال الٰہی کا مشاہدہ کر لیا ہو تو پھر وہ مناجات اور انس اور راز و نیاز کی لذت کو ہر دوسری لذت پر ترجیح دے گا۔
جو لوگ معنوی لذات سے محروم ہیں وہ مجازی لذات اور جلدی ختم ہو جانے والی لذات سے جو درحقیقت سوائے الم اور غم کے ختم کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتیں اپنا دل لگا لیتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے حقیقی لذات اور پروردگار کی مناجات اور عبادت کو چکھ لیا ہو تو وہ اپنی خوش حالی اور زیبائی کو کسی دوسری لذت سے معاملہ نہیں کرتے۔ یہی وہ اللہ کے خالص بندے ہیں کہ جو خدا کی عبادت اس لحاظ سے کرتے کہ وہ عبادت کا سزاوار ہے نہ ثواب کی امید رکھتے ہیں اور نہ سزا کا خوف۔
پیغمبر علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام اور امام زین العابدین علیہ السلام اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی عبادات اور سوز و گداز کو آپ نے سنا ہی ہے۔

4- اطمینان اور آرام:۔ دنیا مصائب اور گرفتاری رنج و بلا کا گھر ہے۔ دنیا کے ابتلات اور گرفتاریوں کو تین قسم پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1- کئی طرح کی مصیبتیں جیسے اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی بیماریاں۔ خود مرنا اور لواحقین کی موت۔ ظلم اور تجاوز دوسروں کی حق کشی اور ایک دوسرے سے مزاحمت اور لڑائی جھگڑے۔

2- دنیاوی امور کے نہ ہونے کہ جنہیں حاصل نہیں کر سکتا۔

3- اس کا خوف کہ جو ہاتھ میں ہے وہ نہ نکل جائے اپنے مال کے چوری ہو جانے یا تلف ہو جانے کا ڈر یا زمانے کے حوادث کیوجہ سے اولاد نہ چلی جائے اپنے بیمار ہونے یا اپنی موت کا خوف اور ڈر اور اس طرح کے دوسرے امور کے اکثر انسان کے آرام اور سکون کو ختم کر دیتے ہیں ان تمام کی اصل وجہ دنیا سے علاقمندی اور محبت اور خدا کے ذکر سے غافل رہنا ہوا کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے۔ اس کی زندگی سخت ہوگی۔

لیکن اللہ کے خالص بندے جو کمالات اور خیرات کے مقامات تک پہنچ چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بے نہایت کمال اور جمال کا مشاہدہ کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی ذات کی محبت میں خوش ہیں اور کوئی غم اور غصہ نہیں رکھتے کیونکہ وہ جب خدا کو رکھتے ہیں تو سب چیزیں رکھتے ہیں دنیاوی امور سے لگاؤ نہیں لگا رکھا تاکہ ان کے نہ ہونے سے خوف اور ڈر رکھتے ہوں۔ کمالات اور خیرات کے منبع اور مرکز سے دل لگا رکھا ہے اور خود بھی صاحب کمال ہیں۔

امام حسین علیہ السلام عرفہ کی دعا میں فرماتے ہیں۔ خدایا تیری ذات ہے کہ جس نے اجنبیوں کو اپنے اولیاء کے دلوں سے باہر نکال دیا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ تیرے سوا کسی کو دوست نہیں رکھتے اور تیرے غیر سے پناہ نہیں مانگتے وہ خوفناک، مصائب میں تجھ سے انس اور محبت رکھتے ہیں اگر ان میں معرفت اور شناسائی حاصل ہوئی ہے تو وہ بھی تیری ہدایت کی وجہ سے ہے۔ جو تجھے نہیں پاتا وہ کس چیز کو پا سکتا ہے؟ جو تجھے رکھتا ہو وہ کس چیز کو نہیں رکھتا؟ کتنا نقصان میں ہے وہ انسان جو تیرے عوض کسی دوسرے کو اختیار کرے؟ کتنا بدبخت ہے وہ انسان جو تیرے سوا کسی دوسرے کی طرف رجوع کرے۔ کس طرح انسان کسی دوسرے سے امید رکھے جب کہ تیرے احسان اس سے قطع اور ختم نہیں ہوئے؟ کس طرح انسان اپنی حاجات کو دوسرے سے طلب کرے جب کہ تیرے احسان کرنے کی عادت نہیں بدلی؟

خلاصہ مقام ذکر اور شہود تک پہنچنے کی ایک علامت اور اثر انسان میں آرام اور سکون اور اطمینان قلب ہے اور سوائے خدا کے کوئی اور نہیں جو دل کی کشتی کو زندگی کی متلاطم امواج سے آرام اور سکون دے سکے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آرام اور اطمینان میں ہیں اور یاد رکھو کہ دل کو تو صرف خدا کے ذکر سے ہی آرام اور اطمینان اور سکون

حاصل ہوتا ہے۔

5- خدا کی بندے کی طرف توجہ۔ جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے تو خدا بھی اس کے عوض بندے کو مورد عنایت اور توجہ قرار دیتا ہے۔ یہ مطلب آیات اور روایات سے مستفاد ہوتا ہے۔

خدا فرماتا ہے مجھے یاد کرو تاکہ میں تمہیں یاد کروں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے۔ اے ادم کے فرزند مجھے اپنے دل میں یاد کر تاکہ میں تجھے اپنے دل میں یاد کروں۔ اے آدم کے فرزند مجھے خلوت اور تنہائی میں یاد کر تاکہ میں تجھے خلوت میں یاد کروں۔ اے آدم زاد مجھے مجمع میں یاد کر تاکہ میں تیرے مجمع سے بہتر مجمع میں یاد کروں آپ نے فرمایا کہ جو انسان خدا کو لوگوں کے درمیان یاد کرے خدا اسے ملائکہ کے درمیان یاد کرتا ہے۔

اللہ تعالٰی کا بندے کی طرف متوجہ ہونا اور لطف و کرم کرنا ایک اعتباری اور تشریفاتی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت اور واقعیت ہے اس کی دو میں سے ایک سے توجیہ کی جا سکتی ہے۔

1- جب بندہ خدا کو یاد کرتا ہے تو اس کے ذریعے فیض الہی کو قبول کرنے کے لئے امادہ ہو جاتا ہے خداوند عالم بھی اس پر کمال کو نازل کرتا ہے اور اس کے درجات کو بلند کر دیتا ہے۔

2- جب اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے والا انسان خدا کو یاد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالٰی کی طرف حرکت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے لطف اور کرم کا مورد قرار پاتا ہے۔ اسے خدا عالی مرتبہ کے لئے جلب اور جذب کر دیتا ہے اور اس کے دل کے کنٹرول کرنے کو اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔

پیغمبر گرامی نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ جب میں بندے کو اپنے میں مشغول اور متوجہ پاتا ہوں تو اسے سوال اور مناجات کرنے کا علاقمند بنا دیتا ہوں اور اگر کبھی اس پر غفلت طاری ہو جائے تو اس کے عارض ہونے سے رکاوٹ کھڑی کر دیتا

ہوں۔ یہ بندے میرے حقیقی اولیاء ہیں یہ واقعی بہادر اور شجاع ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر میں چاہتا ہوں کہ زمین والوں کو ہلاک کردوں تو ان کے وجود کی برکت سے زمین والوں سے عذاب کو دور کر دیتا ہوں۔

خلاصہ خدا کو اپنی بندے کی طرف توجہ کرنا ایک اعتباری اور تشریفاتی کام نہیں ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت ہے جو ان دو میں سے کسی ایک سے توجیہ کی جا سکتی ہے اگرچہ دونوں کو بھی اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔

## خدا کا بندے سے محبت کرنا

ذکر خدا کی آثار میں سے ایک اثر اور علامت خدا کا ایسے بندے سے محبت کا ہو جانا ہوتا ہے۔ آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بندہ خدا کی یاد میں ہو اور خدا اور اس کے پیغمبر علیہ السلام کے احکام پر عمل کرنے والا ہو تو خدا بھی اس کے عوض ایسے بندے کو دوست رکھتا ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے اے لوگو! اگر واقعی خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تاکہ خدا بھی تمہیں دوست رکھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے پیغمبر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کا بہت زیادہ ذکر کرے تو وہ اللہ تعالی کا مورد محبت قرار پائیگا۔ جو شخص اللہ تعالی کی یاد میں بہت زیادہ ہو گا اس کے لئے دو برات کے نامے لکھ دیئے جائیں گے ایک دوزخ سے برات اور دوسرے نفاق سے برات۔

اللہ تعالی کی بندے سے محبت کوئی اعتباری اور تشریفاتی امر نہیں ہوتا اور یہ اس معنی میں بھی نہیں ہوتی جو محبت بندے کو خدا سے ہوتی ہے۔ انسان میں محبت کے ہونے کے معنی اس کا کسی چیز سے کہ جس کا وہ محتاج ہے دلی لگاؤ اور علاقمندی ہوا کرتی ہے لیکن خدا کے محبت کرنے کے ایسے معنی مراد نہیں ہوا کرتے اور نہ ہی اللہ تعالی میں یہ معنی صحیح ہے۔ خدا کے محبت کرنے کی یوں وضاحت کی جائے کہ خدا بندے پر اپنا لطف و کرم زیادہ کرتا ہے اور اسے عبادت اور توجہ اور اخلاص کی زیادہ توفیق

عنایت فرماتا ہے کہ جس کے ذریعے کملات اور قرب کے درجات کی طرف اسے جذب اور جلب کرتا ہے اور چونکہ خدا اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ راز اور نیاز کو سنے تو اسے دعا نماز ذکر اور مناجات کرنے کی توفیق عطا کرتا ہے اور چونکہ اس کے تقرب کو دوست رکھتا ہے تو اس کے لئے کمال تک رسائی کا وسیلہ فراہم کر دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ خدا اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے لہٰذا اس کے دل کو اپنے کنٹرول میں لے لیتا ہے اور توفیق دیتا ہے کہ وہ بہتر اور سریع تر اس کے مقام قرب کی طرف حرکت کرے۔

اہم اثر:۔

اس مقام ذکر میں اس کے حاصل کرنیوالے کو بہت عالی فوائد حاصل ہو جاتے ہیں کہ جن کے بیان کرنے کے لئے قلم اور زبان عاجز اور ناتوان ہے اور سوائے اس مقام تک پہنچنے والوں کے اور کوئی بھی اس سے مطلع نہیں ہو سکتا۔

عارف اپنے نفس کے صاف اور پاک اور اپنے باطن کو تصفیہ کرنے عبادت اور ریاضت تفکر اور دائمی ذکر کرنے کے ذریعے اسے ایسے مقام تک پہنچتا ہے کہ وہ اپنی باطنی آنکھ اور کان کے ذریعے حقائق اور واقعات کا مشاہدہ کرتا ہے اور انہیں سنتا ہے کہ جو ظاہری آنکھ اور کان کے ذریعے دیکھنے اور سننے کے قابل نہیں ہوتے۔ کبھی کبھی وہ موجودات کی تسبیح اور تقدیس بلکہ ملائکہ کی تسبیح کو بھی سنتا ہے اور ان کے ساتھ ہم آواز ہو جاتا ہے جب کہ وہ اسی دنیا میں زندگی کر رہا ہوتا ہے اور دنیا کے لوگوں کے ساتھ معاشرت کر رہا ہوتا ہے لیکن اپنے اندر میں ایک اعلیٰ نقطہ کو دیکھتا ہے اور کسی دوسرے جہان میں اس طرح کی زندگی کر رہا ہوتا ہے کہ گویا وہ اس جہان میں زندہ نہیں ہے دوسرے جہان کی دوزخ اور بہشت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور نیک اور صالح افراد اور فرشتوں سے ربط رکھتا ہے۔ دوسرے جہان سے مانوس اور دوسری طرح کی نعمتوں کو پا رہا ہے لیکن وہ ان چیزوں کے بارے میں غالباً" کسی سے ذکر نہیں کرتا کیونکہ اس طرح کے افراد راز کو چھپانے والے ہوتے ہیں اور اس طرح کی شہرت کو پسند نہیں کرتے۔

عارف کے قلب پر علوم اور معارف وارد ہوتے ہیں اور بعض ایسے کشف اور شہود رکھتا ہے جو متعارف علوم جیسے نہیں ہوتے۔ عارف ایک ایسے مقام تک جا پہنچتا ہے کہ وہ تمام چیزوں سے یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی غافل ہوتا ہے اور سوائے ذات الٰہی کے اسماء اور صفات کے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر جگہ حاضر اور ناظر دیکھتا ہے کہ خود اس نے فرمایا کہ وہی اول ہے اور وہی آخر ہے اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔ ھوالاول والآخر و الظاہر والباطن۔ تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر اور تمام کمال اور جمال کو اسی ذات سے جانتا ہے۔

تمام دنیا کو اللہ کی صفات کا مظہر اور تمام کمال اور جمال کو اسی ذات سے جانتا ہے۔ تمام موجودات کو ذات کے لحاظ سے فقیر اور محتاج سمجھتا ہے اور صرف غنی مطلق بے نیاز اللہ تعالیٰ کی ذات کو دیکھتا ہے۔ اور ذات الٰہی کے جمال اور کمال مطلق کے مشاہدے میں غرق رہتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ خود مقام فناء کے کئی درجات اور مقامات ہیں کہ بہتر یہی ہے کہ یہ مولف ان سے محروم ان مقامات کے بیان کرنے سے احتراز ہی کرے۔ خدا ان کو مبارک کرے جو ان مقامات کے اہل ہیں۔

# پہنچنے کے راستے

ایمان کے کامل کرنے اور مقام ذکر اور شہود تک پہنچنے کے لئے مندجہ ذیل امور سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

## 1- فکر اور دلیل

وہ دلائل اور استدلات جو توحید اور وجود خدا کے ثابت کرنے کے لئے لائے جاتے ہیں وہ ایمان کو کامل کرنے کا سبب بن سکتے ہیں یا وہ دلیلیں جو فلسفہ اور علم کلام اور علم عرفان کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں ان سے ثابت کیا جاتا ہے کہ تمام موجودات عالم ذات کے لحاظ سے محتاج اور فقیر بلکہ عین احتیاج اور فقر ہیں وہ اپنے وجود کو باقی رکھنے میں اور تمام افعال اور حرکات میں ایک ایسی ذات کے محتاج ہیں جو بے نیاز اور غنی ہو بلکہ اسی ذات سے ان کا ربط اور اتصال ہے۔ تمام موجودات عالم محتاج اور محدود ہیں صرف ایک ذات ہے جو اپنے وجود میں مستغنی بالذات ہے اور کمال غیر متناہی رکھتی ہے اور وہ ذات واجب الوجود ہے کہ جس میں کوئی نقص اور احتیاج نہیں اور اسکے وجود میں کوئی احتیاج نہیں ہے۔ وہ ذات تمام کمالات کی مالک ہے۔ اس کے علم اور قدرت اور حیات اور تمام کمالات کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے ہر جگہ حاضر اور ناظر ہے اور کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ تمام موجودات سے نزدیک ہے یہاں تک کہ وہ شاہ رگ سے خود انسان سے زیادہ نزدیک ہے۔ بہت سی آیات اور احادیث خدا کی انہی صفات کو بیان کرتی ہیں۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ مشرق اور مغرب خدا کی ملکیت ہے پس تم جس طرف توجہ کرو گے خدا وہاں موجود ہے۔ نیز خدا فرماتا ہے کہ خدا تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور تمہارے کاموں کو جانتا ہے اور ان سے باخبر ہے۔

نیز خدا فرماتا ہے کہ ہم انسان سے اس کی شاہ رگ سے زیادہ نزدیک ہیں۔

نیز خدا فرماتا ہے کہ خدا ہر چیز کو دیکھنے والا اور حاضر ہے۔

خدا کے پہچاننے میں غور اور فکر کرنا انسان کو کفر کی تاریکی سے نکال کر خدا پر

ایمان لے آنے کی طرف لے جاتا ہے اور تکامل اور کمال تک پہنچنے کا راستہ کھول دیتا ہے اور عمل کی طرف جو ایمان کا لازمہ ہے دعوت دیتا ہے۔

2- آیات الٰہی میں غور کرنا۔

خدا اس دنیا کی ہر ایک چیز کو خدا کی نشانی قرار دیتا ہے۔ خدا متعدد آیات میں تاکید فرماتا ہے کہ خدا کی نشانیوں اور آیات میں خوب غور اور فکر کرو تاکہ ان کی رعنائیوں اور حسن سے اور ان کے نظم اور حساب سے ہونے کیوجہ سے جو تمام عالم پر برقرار ہے ایک دانا اور قادر اور علیم اور حکیم خدا کو معلوم کر لو گے۔ انسان سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنی خلقت اور وہ اسرار اور رموز اور حیرت انگیز قدرت جو اس کے جسم اور روح میں رکھ دیئے گئے ہیں اور اسی طرح مختلف زبانوں اور رنگوں اور شکلوں اور ہمسر کے وجود کو خوب غور سے سوچو اور فکر کرو۔ اسی طرح انسان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ سورج اور ستاروں کی خلقت اور ان کی منظم حرکت اور حسن اور زیبائی میں غور اور فکر کرے اسی طرح انسان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ زمین اور پہاڑوں اور درخت نباتات اور مختلف سمندری اور خشکی کے حیوانات میں غور اور فکر کرے۔ قرآن مجید میں اس طرح کے مطالبے کے بہت سے نمونوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے بہت ہی صحیح اور درست ہے کہ یہ جہان حسن اور تعجب میں ڈالنے والی چیزوں سے ہے۔ جس شی کو دیکھیں اس میں سینکڑوں مصلحتیں تعجب آور موجود ہیں۔ سورج ستارے کہکشاں بادل حیرت انگیز ایٹم زمین آسمان' پہاڑ' درخت' نباتات' مختلف دریائی اور خشکی کے حوانات معدنیات' سمندر دریا' بڑے بڑے' جنگل' چھوٹے بڑے' درخت اور نباتات' بڑے حیوانات' ہاتھی' اونٹ یہاں تک کہ چیونٹیوں اور مچھر بلکہ حیوانات جو دور بین سے دیکھے جاتے ہیں جیسے وریس اور جراثیم وغیرہ انسان ان کی زیبائی اور ظرافت کو جب مشاہدے کرے اور موجودات جہاں میں جو رموز اور مصالح' ہیں اور اس جہاں کے نظم اور ضبط اور اس میں ربط اور اتصال کو جو ان پر حاکم ہے دیکھے تو ان تمام چیزوں سے ایک ایسے خالق اور پیدا کرنے والے کا جو عظیم اور صاحب قدرت اور بے انتہا علم اور حکمت رکھنے والا ہے کا علم پیدا کریگا۔ اور حیرت اور تعجب میں غرق ہو جائیگا اور تہ دل سے کہے گا اے میرے رب تونے ان چیزوں کو بیہودہ اور لغو پیدا نہیں کیا۔ ربنا ماخلقت هذ[illegible] باطلا۔ آسمان [illegible] ستاروں سے [illegible] ہے اسے دیکھے

اور ان میں خوب غور او، فکر کرے جنگل کے پاس بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کا نظارہ کرے کہ کتنا عمدہ اور زیبا اور خوشنما جہان ہے۔

## 2- عبادت

ایمان اور معرفت کے بعد انسان کو نیک اعمال اور اپنے فرائض کے بجا لانے میں سعی اور کوشش کرنی چاہئے اس واسطے کے عمل کے ذریعے ہی ایمان کامل سے کاملتر ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے مقام تک پہنچتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ایمان اور معرفت اور توحید بلندی کی طرف لے جاتی ہے لیکن نیک عمل اس میں اس کی مدد کرتے ہیں۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جو شخص عزت چاہتا ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ تمام عزت خدا کے ہاں ہوتی ہے توحید کا نیک کلمہ خدا کیطرف جاتا ہے اور نیک عمل اسے اوپر لے جاتا ہے۔ نیک عمل کی نسبت ایمان اور معرفت کے لئے اس پٹرول کی ہے جو ہوائی جہاز میں ڈالا جاتا ہے جب تک ہوائی جہاز میں پٹرول ہو گا وہ بلندی کی طرف پرواز کرتا جائیگا اور جب بھی اس کا پٹرول ختم ہو جائیگا وہ تمام کا تمام گر جائیگا اسی طرح ایمان اور معرفت جب تک اس کے ساتھ نیک عمل انجام پاتا رہے گا وہ انسان کو اعلیٰ مقامات کی طرف لے جاتا رہے گا لیکن جب اس کی نیک عمل مدد کرنا چھوڑ دے گا ایمان ختم ہو جائیگا۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ اپنے پروردگار کی عبادت کر تاکہ تجھے یقین کا مقام حاصل ہو جائے۔

نفس کی تکمیل اور اس کی تربیت اور مقام یقین تک پہنچنے کا تنہا ایک راستہ ہے اور وہ ہے خدا کی عبادت اور بندگی اور اپنے فرائض کی بجا آوری۔ اگر کوئی خیال کرے کہ عبادت کے علاوہ کسی اور راستے سے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو سکتا ہے تو وہ بہت ہی سخت اشتباہ کر رہا ہے۔

انشاء اللہ بعد میں نیک عمل کے متعلق بھی بحث کریں گے۔

## 4- اذکار اور دعائیں:۔

اسلام دعاؤں کے ہمیشہ پڑھنے رہنے کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ اذکار اور دعائیں پیغمبر اور آئمہ علیہم السلام سے نقل ہوئی ہین اور ان کے پڑھنے پر ثواب بھی بتلائے گئے ہیں۔ ذکر اذکار درحقیقت عبادت کی ایک قسم ہے جو نفس کی تکمیل اور قرب الٰہی کا

سبب ہوتے ہے جیسے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزیں ہیں جو انسان کے میزان عمل کو بھاری کر دیتی ہیں۔ سبحان اللہ۔ الحمد اللہ اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور نیک بیٹے کی موت پر صبر کرنا۔

آپؐ نے فرمایا کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا اور میں بہشت میں داخل ہوا تو میں نے ملا ئکہ کو دیکھا کہ وہ سونے چاندی کا محل بنانے میں مشغول تھے لیکن کبھی کام کرنا چھوڑ دیتے تھے اور کبھی کام کرنا شروع کر دیتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیوں کام کرنے لگ جاتے ہو اور کام کرنا چھوڑ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا جب محل تعمیر کرنے کا مٹیریل آ جاتا ہے تو کام کرتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے کام کرنے کا میٹریل کونسا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ سبحان اللہ الحمدللہ ' لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہے۔

جب مومن دنیا میں یہ ذکر کرتا رہتا ہے ہمیں میٹریل ملتا رہتا ہے اور ہم بھی کام کرتے رہتے ہیں اور جب وہ اس ذکر سے غافل ہو جاتا ہے اور اسے پڑھنا چھوڑ دیتا ہے تو ہم بھی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ کہے تو اس کے لئے بہشت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے اور جو شخص الحمد للہ کہے تو خدا اس کے لئے بہشت میں درخت لگا دیتا ہے اور جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے خدا بہشت میں درخت لگا دیتا ہے۔ اس وقت قریشی مرد نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تو ہمارے لئے بہشت میں بہت ہی درخت ہونگے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اسی طرح ہی ہو گا لیکن خیال رکھنا کہ کوئی آگ نہ بھیجنا کہ جو ان درختوں کو جلا دے کیونکہ خداوند قرآن میں فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو تم خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

جو کلام بھی انسان کو خدا کی یاد دلائے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور تسبیح اور تمجید ہو تو وہ کلام ذکر کہلائیگا لیکن احادیث میں خاص خاص دعاؤں اور اذکار کا ذکر ہوا ہے اور ان کے پڑھنے کے اثرات اور ثواب بھی بتلایا گیا ہے کہ جن میں سے زیادہ اہم لا الہ الا اللہ' سبحان اللہ۔ الحمد اللہ۔ اللہ اکبر۔ لاحول ولاقوۃ الا

باللہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ لا الہ الا اللہ سبحانک انی کنت من الظالمین۔ یا حی یا قیوم یا من لا الہ الا انت افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔ لا حول ولا قوۃ اللہ باللہ العلی العظیم یا اللہ۔ یا رب۔ یا رحمٰن۔ یا ارحم الراحمین۔ یا ذالجلال والکرام۔ یا غنی یا مغنی اسی طرح اور دوسرے اسماء حسنیٰ کہ جو دعاؤں اور احادیث میں نقل ہوئے ہیں۔ یہ تمام کے تمام ذکر ہیں اور انسان کو خدا کی یاد دلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب کا وسیلہ بنتے ہیں۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا انسان ان میں سے کسی ایک کو انتخاب کر کے اسے ہمیشہ پڑھتا رہے لیکن بعض اہل معرفت ان میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں۔ بعض لا الہ الا اللہ کے پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں اور دوسرے بعض نے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو انتخاب کیا ہے اور بعض نے دوسرے بعض کلمات کو ترجیح دی ہے لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب پر لا الہ لا اللہ ترجیح رکھتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین عبادت لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ اذکار کا سردار اور ان سے بڑا ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے جبرائیلؑ سے نقل کیا ہے کہ خداوندعالم فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا کلمہ میری پناہ گاہ اور قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو جائے وہ عذاب دیئے جانے سے امان میں ہو گا۔

لیکن ذکر کرنے کی غرض اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہوتا ہے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ جو کلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ توجہ دلائے اس کا ذکر کرنا زیادہ مناسب ہو گا۔ حالات اور افراد اور مقامات مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ یا اللہ کا کلمہ بعض افراد کے لئے یا بعض حالات میں زیادہ مناسب ہو اور دوسرے افراد کے لئے یا مجیب دعوۃ المضطرین زیادہ مناسب اور جاذب ہو۔ بعض افراد کے لئے لا الہ الا اللہ کا کلمہ اور دوسرے بعض افراد کے لئے یا غفار یا ستار مناسب ہو اسی طرح دوسرے اذکار۔ اسلئے اگر کوئی انسان کسی استاد یا کامل مربی تک رسائی رکھتا ہو تو اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ اس سے مدد طلب کرے اور اگر اسے کسی تک رسائی نہ ہو تو وہ دعاؤں اور احادیث کی کتابوں اور پیغمبر اکرام اور آئمہ علیہم السلام کے فرامین سے استفادہ کرے تمام اذکار اور

عبادات اچھی ہیں جب کہ ان کو صحیح بجا لایا جائے تو وہ ان کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کر سکتا ہے اور مقامات عالیہ تک رسائی حاصل کرلے گا۔انسان ان تمام سے یا ان میں سے بعض سے استفادہ کر سکتا ہے لیکن مشائخ اور ماہرین استادوں نے مقام ذکر اور شہود تک پہنچنے کے لئے بعض مخصوص اذکار کا انتخاب کیا ہوا ہے کہ جنہیں خاص کیفیت اور خاص عدد کے ساتھ ہمیشہ پڑھتے رہنے کی سفارش کی ہے تاکہ وہ اس مقصد کو حاصل کر سکے۔

لیکن اس نقطہ کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ جو دعائیں اور اذکار شریعت میں وارد ہوئی ہیں گرچہ سب عبادات ہیں اور اجمالا تقرب کا موجب بھی ہوتی ہیں لیکن ان کی اصلی غرض غیر خدا سے بالکل اور کامل طور سے قطع تعلق کرنا اور حضور قلب سے ذات الٰہی کی طرف توجہ کرنا ہے۔ لہٰذا ہمیں صرف اذکار کے الفاظ کے تکرار پر ہی اکتفاء نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی اصلی اعلیٰ غرض و غایت اور معنی کی طرف توجہ کرنے سے غافل ہو جائیں کیونکہ الفاظ کا تکرار بلکہ انہیں ہمیشہ پڑھتے رہنا اتنا مشکل نہیں ہے اس واسطے کہ الفاظ کے ذکر کرتے وقت کئی قسم کے افکار اور مختلف طرح کے خیالات انسان پر ہجوم کرتے رہتے ہیں اور اسے خدا کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں اور جب تک خیالات اور افکار کو دور نہیں کیا جاتا اس وقت تک نفس افاضات اور اشراقات الٰہی کے قبول کرنے کی لیاقت پیدا نہیں کر سکتا۔

صرف یہی کام انسان کو اصلی غرض تک نہیں پہنچا سکتا وہ جو مفید اور فائدہ مند ہے وہ ذات الٰہی کی طرف حضور قلب اور خیالات کا دور کرنا اور فکر کا ایک مرکز پر برقرار رکھنا ہوتا ہے اور یہ کام بہت زیادہ مشکل ہے اس واسطے کہ ذکر کرتے وقت کئی طرح کے فکر اور مختلف خیالات انسان پر ہجوم اور ہوتے ہیں اور اس کو خدا کی یاد سے غافل کر دیتے ہیں اور جب تک دل سے خیالات کو دور نہ کرے اس وقت تک انسانی نفس اللہ تعالیٰ کے فیض اور اشراق کی لیاقت پیدا نہیں کرتا وہ دل اللہ تعالیٰ کے انوار کا محل بنتا ہے کہ جو اغیار سے خالی ہو۔ خیالات کا دور کرنا اور فکر کو ایک جگہ جمع کرنا ایک حتمی ارادے اور جہاد اور محافظ اور پائیداری کا محتاج ہوتا ہے اور اس طرح نہیں ہوتا کہ ایک دفعہ بغیر کسی ممارست اور دوام کے ایسا ممکن ہو جائے نفس کے ساتھ نرمی برتنی چاہئے اور آہستہ آہستہ اسے اس کی عادت دی جانی چاہئے۔

# وظائف اور دستور

بعض عرفاء نے اس راستے کو طے کرنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کے بجالانے کی سفارش کی ہے۔

1- اس مقام کے طالب کو سب سے پہلے توبہ کے ذریعے اپنے نفس کو گناہوں اور باطنی گندگیوں اور برے اخلاق سے پاک اور صاف کرنا چاہئے پہلے توبہ کی نیت سے غسل کرے اور غسل کی حالت میں اپنے گناہوں اور باطنی کثافتوں کو دل میں لائے اور اللہ تعالٰی سے عرض کرے اے خالق۔ میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی ہے اور تیری طرف لوٹ آیا ہوں اور ارادہ کر لیا ہے کہ پھر سے گناہ نہیں کروں گا جیسے میں اپنے جسم کو پانی سے پاک کرتا ہوں اپنے دل کو گناہوں اور برے اخلاق سے پاک کر رہا ہوں۔

2- اپنے آپ کو ہر حالت اور ہر وقت خدا کے سامنے دیکھے اور کوشش کرے کہ تمام حالات میں خدا کی یاد میں رہے اور اگر غفلت طاری ہو جائے تو فوراً لوٹ آئے۔

3- اپنے آپ پر اچھی طرح کنٹرول کرے تاکہ وہ پھر گناہ کو بجا نہ لائے۔ ایک خاص وقت دن اور رات میں نفس کے محاسبے کے لئے معین کر دے اور پوری وقت سے دن اور رات کے اعمال کا حساب کرے اور اپنے نفس کو مورو مواخذہ قرار دے۔

4- سوائے ضرورت کے چپ رہے اور زیادہ کلام نہ کرے۔

5- صرف ضرورت جتنی غذا کھائے اور زیادہ کھانے سے پرہیز کرے۔

6- ہمیشہ باوضو رہے اور جس وقت وضوء باطل ہو جائے فوراً وضو کر لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ جو شخص وضو کے باطل ہو جانے کے بعد دوبارہ وضو نہ کرے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور جو

شخص وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز نہ پڑھے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور اگر کوئی انسان نماز پڑھے اور نماز کے بعد دنیا اور آخرت کے لئے دعا کرے اور میں اسے قبول نہ کروں تو میں نے اس پر ظلم کیا ہے لیکن میں ظلم کرنے والا خدا نہیں ہوں۔

7- دن اور رات میں ایک خاص وقت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے لئے مخصوص کر دے اور اگر یہ رات میں بالخصوص سحری کے وقت ہو تو بہتر ہے خلوت اور تنہائی میں بیٹھ جائے اور اپنے سر کو زانوں میں رکھے اور تمام حواس کو اپنے آپ میں سموئے اور غلط خیالات اور افکار کو روکے۔ ایک مدت تک اس عمل کو بجالائے اس عمل سے تجھے کچھ مکاشفات حاصل ہونگے۔

8- یا حی یا قیوم اور یا من لا الہ الا انت کے ذکر کو اپنی زبان کا ورد قرار دے اور حضور قلب سے ہمیشہ اس کا تکرار کرے۔

9- دن اور رات میں ایک طویل سجدہ بجا لائے اور جتنا ہو سکتا ہے حضور قلب سے اس ذکر کا اس میں تکرار کرے۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ اس سجدہ کو طولانی بجالانا مجرب ہے اور اچھے اثرات رکھتا ہے۔ بعض عرفا سے نقل ہوا ہے کہ وہ اس ذکر کو چار ہزار دفعہ پڑھا کرتا تھا۔

10- دن اور رات میں ایک خاص وقت کو معین کر کے اس ذکر یا غنی یا مغنی کو کئی بار پڑھے۔

11- ہر روز حضور قلب سے کچھ مقدار قران مجید پڑھے اور آیات کے معانی میں غور اور فکر کرے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو بہتر ہے۔

12- سحری کے وقت بیدار ہو اور وضو کرے اور خلوت اور تنہائی کی جگہ میں حضور قلب سے نماز تہجد پڑھے اور وتر نماز کے قنوت کو طویل کرے اور اپنے اور مومنین کے لئے مغفرت کو طلب کرے تہجد کی نماز کے بعد آیت سخرہ کو ستر دفعہ پڑھے یقین حاصل کرنے اور خیالات دور ہونے کے لئے مفید اور مجرب

ہے۔ آیت سخرہ یہ ہے۔ ان ربکم اللّٰہ الذی خلق السموات والارض فی ستہ ایام ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللّٰہ رب العالمین ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ انہ لا یحب المعتدرین ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفا و طمعا ان رحمۃ اللّٰہ قریب من المحسنین

نتیجہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ چالیس شب و روز تک ان دستورات اور وظائف پر عمل کرے ممکن ہے کہ اللہ تعالٰی کے لطف کا مورد توجہ قرار پا سکے اور اس کے لئے کچھ مکاشفات حاصل ہو جائیں اور پہلے چالیسویں میں اس طرح توفیق حاصل نہ ہو تو مایوس نہیں ہونا چاہئے اور دوسرا چالیسواں حتمی اور کوشش سے شروع کر دے اور جب تک نتیجہ حاصل نہ ہو اسے بجالاتے رہنا چاہئے تیسرا اور چوتھا اور جب تک نتیجہ حاصل نہ ہو اس دستور العمل پر عمل کرتے رہنا چاہئے اور کبھی کوشش اور عمل کرنے سے دست بردار نہیں ہونا چاہئے اس طریقے پر محنت کرے اور خداوند عالم کی ذات سے توفیق طلب کرے اور جب بھی قابلیت اور استعداد پیدا ہو گئی تو اللہ تعالٰی کے فیض کا محل قرار پا جائیگا اور اگر انسان ابتداء میں ان تمام دستور العمل پر عمل کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو پھر ان میں تھوڑے سے دستور العمل پر عمل کرنا شروع کر دے اور پھر آہستہ آہستہ ان میں اضافہ کرتا جائے لیکن ان میں سے اہم عمل غور اور فکر کرنا اور اپنے نفس پر کنٹرول اور حضور قلب اور خدا کی طرف توجہ کرنا ہوتا ہے اور اہم یہ ہے کہ عارف کو اپنے نفس سے تصورات اور خیالات اور بیہودہ افکار اور غیر کو دور کرنا ہوتا ہے اور تمام کا تمام خدا کی طرف متوجہ ہو لیکن یہ کام بہت ہی مشکل اور سخت ہے خیالات کا دور کرنا تین مرحلوں میں انجام دیا جا سکتا ہے۔

1- پہلے مرحلے میں کوشش کرے کہ پوری توجہ صرف اسی ذکر پر ہو کہ جسے ادا کر

رہا ہے اور دوسرے تمام خیالات کو اپنے سے دور رکھے اس کام کو اتنا زیادہ کرے کہ اپنے نفس پر پوری طرح کنٹرول کر لے اور اپنے سے دوسرے فکر روکے رکھے۔

2- دوسرے مرحلے میں پہلے مرحلے والے کام میں مشغول رہے اور ساتھ ہی یہ کوشش بھی کرے کہ ذکر کو ادا کرتے وقت اس کے معانی اور مفہوم پر توجہ کرے اور ان معانی کو ذہن پر جاری کرے اور دوسرے خیالات اور تصورات کے ہجوم کو روکے رکھے اور اسی حالت میں ذکر کے معنی اور مفہوم کی طرف بھی پوری طرح متوجہ رہے۔

3- تیسرے مرحلے میں کوشش کرے کہ معانی کو پہلے اپنی دل میں قرار دے اور جب دل نے معانی کو قبول کر لیا اور اس پر ایمان لے آیا تو پھر اس ذکر کو زبان پر جاری کرے کہ گویا زبان دل کی پیروی کر رہی ہے۔

4- چوتھے مرحلے میں کوشش کرے کہ تمام خیالات اور تصورات اور معانی یہاں تک کہ ان کے تصوری مفہوم کو بھی دل سے دور کرے اور نفس کو اللہ تعالیٰ کے فیوضات اور برکات کے نازل ہونے کے لئے آمادہ اور مہیا کرے اپنے تمام وجود کے ساتھ ذات الہٰی کی طرف متوجہ رہے اور تمام غیر خدا کو دل سے دور کرے اور اشراقات اور افاضات سے استفادہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی توجہ سے سیر اور صعود کے کمال کے درجات طے کرنے لگے۔ عارف انسان اس حالت میں ممکن ہے کہ اس طرح مستغرق ہو جائے کہ سوائے خدا کے اور کوئی چیز نہ دیکھے اور صرف خدا سے ہی مانوس ہو جائے۔ ایسے افراد کو یہ کیفیت مبارک ہو بہت ہی بہتر ہے کہ اس موضوع کو اولیاء خدا کے سپرد کر دیں کہ جنہوں نے ان مراحل اور ان طریقوں کو طے کیا ہوا ہے اور مقام شوق اور ذوق انس او بقاء کا مزہ چکھا ہوا ہے۔

## امیر المومنین علیہ السلام کا حکم

نوف کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ جلدی سے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کی۔ اے مولای۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے نوف مجھے میری حالت پر چھوڑ دے کیونکہ میری آرزو اور تمنا مجھے اپنے محبوب کی طرف لے جا رہی ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے مولای۔ آپ کی آرزو کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ ذات جو میری آرزو کو جانے وہ جانتی ہے کہ میری آرزو کیا ہے اور دوسروں کو اس آرزو کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ خدا کا بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور حاجات میں کسی دوسرے کو شریک قرار نہ دے۔

میں نے عرض کی۔ یا امیرالمومنین میں خواہشات نفس اور دنیاوی امور کے طمع سے اپنے اوپر ڈرتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ تم کیوں اس ذات سے جو خوف کرنے والوں اور عارفین کی حفاظت کرنے والی ہے سے غافل ہو؟ میں نے عرض کی کہ اس ذات کی مجھے نشاندہی فرمایئے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ خداوند عالم ہے کہ جس کے فضل اور کرم سے تو اپنی آرزو کو حاصل کرتا ہے۔ تو ہمت کر کے اس کی طرف متوجہ رہ اور جو کچھ دل پر خیالات آتے ہیں انہیں باہر نکال دے اور اگر پھر تجھ پر یہ کام دشوار ہوا تو میں اس کا ضامن ہوں۔ خدا کی طرف لوٹتے جا اور اپنی تمام توجہ خدا کی طرف کر خداوند عالم فرماتا ہے کہ مجھے اپنی ذات اور جلال کی قسم کہ اس کی امید جو میرے سوا کسی دوسرے سے امید رکھتا ہو قطع کر دیتا ہوں اور اسے ذلت اور خواری کا لباس پہناتا ہوں اور اپنے قرب سے دور کر دیتا ہوں اور اس کا اپنے سے ربط توڑ دیتا ہوں اور اس کی یاد کو مخفی رکھتا ہوں۔ ویل اور پھٹکار ہو اس پر کہ جو مشکلات میں میرے سوا کسی دوسرے سے پناہ لیتا ہے جب کہ تمام مشکلات کا حل کرنا میرے ہاتھ میں ہے۔ کیا وہ میرے غیر سے امید رکھتا ہے جب کہ میں زندہ اور باقی ہوں - کیا مشکلات کے حل کرنے میں میرے بندوں کے دروازے پر جاتا ہے جب کہ ان کا دروازہ بند ہے۔ کیا میرے

دروازہ کو چھوڑ رہا ہے جب کہ وہ کھلا ہوا ہے؟ کس نے مجھ سے امید رکھی ہو اور میں نے اسے ناامید کیا ہو؟

میں نے اپنے بندوں کی امیدوں کو اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اور میں ان کی ان مین حفاظت کرتا ہوں میں نے آسمان کو ان سے پر کر دیا ہے جو میری تسبیح کرنے سے تھکتے نہیں ہیں اور فرشتوں سے کہہ رکھا ہے کہ کسی وقت بھی میرے اور میرے بندوں کے درمیان دروازہ بند نہ کریں۔ جب کسی کو مشکل پیش آئے کیا وہ نہیں جانتا کہ میری اجازت کے بغیر کوئی بھی اس کی مشکل کو حل نہیں کر سکتا؟ کیوں بندہ اپنی ضروریات میں میری طرف رجوع نہیں کرتا جب کہ میں اسے وہ دیتا ہوں کہ جسے اس نے چاہا بھی نہیں ہوتا کیوں مجھ سے سوال نہیں کرتا اور میرے غیر سے سوال کرتا ہے؟ کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ بغیر سوال کئے تو میں بندے کو دیتا ہوں اور جب وہ مجھ سے سوال کرے گا تو میں اسے نہیں دونگا؟ کیا میں بخیل ہوں یا بندہ مجھے بخیل جانتا ہے؟ کیا دنیا اور آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟ کیا جود اور سخا میری صفت نہیں ہے؟ کیا فضل اور رحمت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟ کیا تمام آرزوئیں میرے پاس نہیں آتیں؟ کون ہے جو انہیں قطع کرے گا۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اگر تمام لوگوں کی خواہشات اور آرزوں کو زمین پر اکٹھا کر دیں اور ہر ایک کو ان تمام کے برابر بھی دے دوں تو ذرہ بھر میرے ملک میں کمی واقع نہ ہو گی۔ جو کچھ میری طرف سے دیا جاتا ہے وہ کس طرح نقصان والا ہو گا؟ کتنا بیچارہ اور فقیر ہے وہ شخص کہ جو میری رحمت سے ناامید ہے؟ کتنا بیچارہ ہے وہ شخص جو میری نافرمانی کرتا ہے اور حرام کاموں کو بجا لاتا ہے اور میری عزت کی حفاظت نہیں کرتا اور طغیان کرتا ہے؟ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے بعد نوف سے فرمایا کہ اے نوف یہ دعا پڑھنا۔

الھی لن حمدتک فبموا ھبک، وان مجدتک فبمرادک، وان قدسنک فبقوتک وان ھللتک فبقدرتک، وان نظرت فالی

رحمتک، وان غضصت فعلی یعقتک، الهی انه من لم یشغله الو لوع بذکرک، ولم یزوه النسفر بقربک، کانت حیاته علیه میتته علیه حسرة، الهی تناهت ابصار رددون ما یریلون، هتکت ینک وبینهم حجت الغفلته، فسکنوافی نورک، تنقسؤا بروحک، فصارت قلوبهم مغارسا الهیبتک وابصارهم معا کفا لقدر تک وقربت ازواحهم من قدسک، فجالسؤا اسقک بوقار المجالسته، وخضوع المخاطبته، فاقبلت الیهم اقبال الشفیق، وانصت لهم انصات الرفیق، واجبتهم اجابات الاحباء وانا جیتهم مناجاة الاخلاء، فبلغ بی المحل الذی الیه وصلوا وانقلیی من ذکری الی ذکرک، ولا تترک بینی وبین ملکوت عزک بابا الافتحته، ولا حجابا من حجب الغفلته الا هتکته، حتی تقیم روحی بین ضیاء عرشک، وتجقل لها مقاما نص نورک انک علی کل شیء قدیر۔

الهی ما اوحش طریقا لا یکون رفیقی فیه املی فیک، وایعد سفرا لا یکون رجائی عنه دلیلی منک، خاب من اعتصم بحبل غیرک، وضعف رکن من استند الی غیر رکنک، فیامعلم مومليه الامل فیذهب عنهم کابته الوجل، لا تخرمنی صالح العمل، واکلاء نی کلاة من فارقته الحیل، فکیف یلحق مومليک ذل الفقر وانت الغنی، عن مضار المذنبین، الهی وان کل حلاوة منقطعته، وحلاوة الایمان تزداد حلاوتها اتصالا بک، الهی وان قلبی قد بسط امله فیک، فاذقه من حلاوة بسطل ایاه البلوغ لما امل، انک

علی کل شی ءقدیر۔

الهی اسئلک مسئلته من یعرفک کنته معرفتک من کل خیر ینتبغی للمومن ان یسلکه' واعوذبک من کل شر و فتننته اعذت بها احباء ک من خلقک' انک علی کل شی ء قدیر۔

الهی اسئلک مسئلته من یعرفک کنته معرفتک من کل خیر ینتبغی للمومن ان یسلکه' واعوذبک من کل شروفتننته اعذت بها احباء ک خلقک' انک علی کل شی ء قدیر۔

الهی اسئلک مسلته المسکین الذی قد تحیر فی رجاه' فلا یجد ملجا ولا مسندا" یصل به الیک' ولا یستدل به علیک الا بک وبازکانک و مقامتک التی لا تعطیل لها مسنک' فاسئلک باسمک الذی طهرت به لخاصته اولیائک' فوحدوک' واعرفوک فعبدوک بحقیقک ان تعرفنی نفسک لا قرلک بربو بیتک علی حقیقته الایمان بک ولا تجعلنی یا الهی من یعبد الاسم دون المعنی والحظنی بلحظته من لحظاتک تنوربها قلبی بمغرفتک خاصته و معرفته اولیائک انک علی کل شی ء قدیر۔

# امام جعفر صادق علیہ السلام کا دستور اور حکم

عنوان بصری چورانوے سال کا کہتا ہے کہ میں علم حاصل کرنے کے لئے مالک بن انس کے پاس آتا جاتا تھا۔ جب جعفر صادق علیہ السلام ہماری شہر آئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا کیونکہ میں دوست رکھتا تھا کہ میں آپ سے بھی کسب فیض کروں ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جو مورد نظر اور توجہ قرار پا چکا ہوں یعنی میرے پاس لوگوں کی زیادہ آمد و رفت ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود میں دن اور رات میں خاص ورد اور ذکر بجا لاتا ہوں تم میرے اس کام میں مزاحم اور رکاوٹ بنتے ہو تم علوم کے حاصل کرنے کے لئے پہلے کی طرح مالک بن انس کے پاس جایا کرو۔ میں آپ کی اس طرح کی گفتگو سے غمگین اور افسردہ خاطر ہوا اور آپ کے ہاں سے چلا گیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر امام مجھ میں کوئی خیر دیکھتے تو مجھے اپنے پاس آنے سے محروم نہ کرتے میں رسول خدا کی مسجد میں گیا اور آپ پر سلام کیا دوسرے دن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضہ میں گیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے میرے اللہ تعالیٰ میرے لئے جعفر صادق علیہ السلام کا دل نرم کر دے اور اس کے علم سے مجھے وہ عطا کر کہ جس کے ذریعے میں صراط مستقیم کی ہدایت پاؤں۔ اس کے بعد غمگین اور اندوہناک حالت میں گھر لوٹ آیا اور مالک بن انس کے ہاں نہ گیا کیونکہ میرے دل میں جعفر صادق علیہ السلام کی محبت اور عشق پیدا ہو چکا تھا بہت مدت تک سوائے نماز کے میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا یہاں تک میرا صبر ختم ہو چکا اور ایک دن جعفر صادق کے دروازے پر گیا اور اندر جانے کی اجازت طلب کی آپ کا خادم باہر آیا اور کہا کہ تجھے کیا کام ہے؟ میں نے کہا کہ میں امام کی خدمت میں مشرف ہونا چاہتا ہوں

اور سلام کرنا چاہتا ہوں خادم نے جواب دیا کہ آقا محراب میں نماز میں مشغول ہیں اور وہ واپس گھر کے اندر چلا گیا اور میں آپ کے دوازے پر بیٹھ گیا۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی کہ وہ خادم دوبارہ لوٹ آیا اور کہا کہ اندر آ جاؤ میں گھر میں داخل ہوا اور آنحضرت پر سلام کیا اپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ خدا تجھے مورد مغفرت قرار دے۔ میں آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا آپ نے اپنا سر مبارک جھکا دیا اور بہت دیر کے بعد اپنا سربلند کیا اور فرمایا تمہاری کنیت کونسی ہے؟ میں نے عرض کی کہ ابو عبداللہ آپ نے فرمایا کہ خدا تجھے اس کنیت پر ثابت رکھے اور توفیق عنایت فرمائے۔ تم کیا چاہتے ہو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس ملاقات میں سوائے اس دعا کے جو آپ نے فرمائی ہے اور کچھ بھی فائدہ حاصل نہ ہو تو یہ بھی میرے لئے بہت قیمتی اور ارزشمند ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں نے خدا سے طلب کیا ہے کہ خدا آپ کے دل کو میرے بارے میں مہربان کر دے اور میں آپ کے علم سے فائدہ حاصل کروں۔ امیدوارہوں کہ خداوند عالم نے میری یہ دعا قبول کر لی ہو گی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابو عبد اللہ۔ علم پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ علم ایک نور ہے۔ جو اس انسان کے دل میں کہ خدا جس کی ہدایت چاہتا ہے روشنی ڈالتا ہے پس اگر تو طالب علم ہے تو پہلے اپنے دل پر حقیقی بندگی پیدا کر اور علم کو عمل کے وسیلے سے طلب کر اور خدا سے سمجھنے کی طلب کرتا کہ خدا تجھے سمجھائے۔ میں نے کہا۔ اے شریف۔ اپ نے فرمایا اے ابو عبداللہ۔ کہہ میں نے کہا کہ بندگی کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بندگی کی حقیقت تین چیزوں میں ہے۔ پہلی بندہ اس چیز کو کہ جو خداوندعالم نے اسے دیا ہے اپنا ملک نہ سمجھے کیونکہ بندہ کسی چیز کے مالک نہیں ہوا کرتا بلکہ مال کو اللہ تعالٰی کا مال سمجھے اور اسی راستے میں کہ جس کا خدا نے حکم دیا ہے خرچ کرے۔ دوسری۔ اپنے امور کی تدبیر میں اپنے آپ کو ناتواں اور ضعیف سمجھے۔ تیسری۔ اپنے آپ کو اللہ تعالٰی کے اوامر اور نواہی کے بجالانے میں مشغول رکھے اگر بندہ اپنے آپ کو مال کا مالک نہ سمجھے تو پھر اس کے لئے اپنے مال کو اللہ کے راستے میں

خرچ کرنا آسان ہو جائیگا اور اگر اپنے کاموں اور امور کی تدبیر اور نگاہ داری اللہ تعالی کے سپرد کر دے تو اس کے لئے مصائب کا تحمل کرنا آسان ہو جائیگا اور اگر وہ اللہ تعالی کے احکام کی بجا آوری میں مشغول رہے تو اپنے قیمتی اور گران قدر وقت کو فخر اور مباہات اور ریاکاری میں خرچ نہیں کرے گا اگر خدا اپنے بندے کو ان تین چیزوں سے نواز دے تو اس کے لئے دنیا اور شیطن اور مخلوق آسان ہو جائے گی اور وہ اس صورت میں مال کو زیادہ کرنے اور فخر اور مباہات کے لئے طلب نہیں کرے گا اور جو چیز لوگوں کے نزدیک عزت اور برتری شمار ہوتی ہے اسے طلب نہیں کرے گا اور اپنے قیمتی وقت کو سستی اور بطالت میں خرچ نہیں کرے گا اور یہ تقویٰ کا پہلا درجہ ہے اور خدا قرآن مجید مین فرماتا ہے کہ یہ آخرت کا گھر ہم اس کے لئے قرار دیں گے کہ جو دنیا میں علو اور فساد برپا نہیں کریں گے اور عاقبت اور انجام تو متقیوں کے لئے ہے۔

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبتہ للمتقین۔

میں نے عرض کیا کہ اے امامؑ مجھے کوئی وظیفہ اور دستور عنایت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے نو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں اور یہ میری وصیت اور دستور العمل ہر اس شخص کے لئے ہے جو حق کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے اور میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ خدا تجھے ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ تین چیزیں اور دستور العمل نفس کی ریاضت کے لئے ہیں اور تین دستور العمل حلم اور بردباری کے لئے ہیں اور تین دستور العمل علم کے بارے میں ہیں۔ تم انہیں حفظ کر لو اور خبردار کہ ان کے بارے میں سستی کرو۔ عنوان بصری کہتا ہے کہ میری تمام توجہ آپ کی فرمائشات کی طرف تھی آپ نے فرمایا کہ وہ تین دستور العمل جو نفس کی ریاضت کے لئے ہیں وہ یہ ہیں۔

1- خبردار ہو کہ جس چیز کی طلب اور اشتہاء نہ ہو اسے مت کھاؤ۔ 2- اور جب تک بھوک نہ لگے کھانا مت کھاؤ۔ 3- جب کھانا کھاؤ تو حلال کھانا کھاؤ اور کھانے سے پہلے

بسم اللہ پڑھو۔ آپ نے اس کے بعد رسول اللہ کی حدیث نقل کی اور فرمایا کہ انسان برتن کو پر نہیں کرتا مگر شکم کا پر کرنا اس سے بدتر ہوتا ہے اور اگر کھانے کی ضرورت ہو تو شکم کا ایک حصہ کھانے کے لئے اور ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ سانس لینے کے لئے قرار دے۔

وہ تین دستور العمل جو حلم کے بارے میں ہیں وہ یہ ہیں۔

1- جو شخص تجھ سے کہے کہ اگر تو نے ایک کلمہ مجھ سے کہا تو میں تیرے جواب میں دس کلمے کہونگا تو اس کے جواب میں کہے کہ اگر تو نے دس کلمے مجھے کہے تو اس کے جواب میں مجھ سے ایک کلمہ بھی نہیں سنے گا۔

2- جو شخص تجھے برا بھلا کہے تو اس کے جواب میں کہہ دے کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو خدا مجھے معاف کردے اور اگر تم جھوٹ کہہ رہے ہو تو خدا تجھے معاف کردے۔

3- جو شخص تجھے گالیاں دینے کی دھمکی دے تو اسے نصیحت اور دعا کا وعدہ کرے وہ تین دستور العمل جو علم کے بارے میں ہیں وہ یہ ہیں۔

1- جو کچھ نہیں جانتا اس کا علماء سے سوال کر لیکن ملتفت رہے کہ تیرا سوال کرنا امتحان اور اذیت دینے کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ 2- اپنی رائے پر عمل کرنے سے پرہیز کر اور جتنا کر سکتا ہے احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ 3- اپنی رائے سے (بغیر کسی مدرک شرعی) کے فتوی دینے سے پرہیز کر اور اس سے اس طرح بچ کہ جیسے پھاڑ دینے والے شیر سے بچتا ہے۔ اپنی گردن کو لوگوں کے لئے پل قرار نہ دے اس کے بعد اپ نے مجھ سے فرمایا کہ اب یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ بہت کافی مقدار میں نے تجھے نصیحت کی ہے اور میرے ذکر اور اذکار کے بجا لانے میں زیادہ مزاحم اور رکاوٹ نہ بنو کیونکہ میں اپنی جان کی قیمت اور ارزش کا قائل ہوں اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدی

## مرحوم مجلسی کا دستور العمل

بہت بڑے بزرگوار عالم جو مقام عرفان مین عارف ربانی ملا محمد تقی مجلسی ہیں انہون نے لکھا ہے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو صاف کرنے اور ریاضت کرنے میں کچھ حاصل کیا ہے اور یہ اس وقت تھا جب میں قرآن کی تفسیر لکھنے میں مشغول تھا۔ ایک رات نیم نیند اور بیداری میں پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا۔ میں میں نے اپنے اپ سے کہا کہ میں آنحضرت کے کمالات اور اخلاق میں خوب اور دقت کروں۔ میں نے جتنی زیادہ دقت کی اتنا ہی آنحضرت کی عظمت اور نورانیت کو اس طرح وسیع تر پایا کہ آپ کے نور نے تمام جگہوں کو گھیرا ہوا تھا اسی دوران میں جاگ اٹھا اور اپنے آپ میں ایا تو مجھے القاء ہوا کہ رسول خدا کا اخلاق عین قرآن ہے لہٰذا ہمیں قرآن میں غور اور فکر کرنا چاہیئے میں جتنا قرآن میں زیادہ غور اور فکر کرتا جاتا تھا اتنا ہی زیادہ حقائق سامنے آتے جاتے تھے یہاں تک کہ ایک ہی دفعہ مجھ میں بہت زیادہ قرآن کے معارف اور حقاق آ موجود ہوئے میں جس آیت میں تدبر اور فکر کرتا تھا تو مجھے عجیب مو حصبت اور مطالب عطا کئے جاتے تھے گرچہ یہ مطالب اس شخص کے لئے کہ جس نے ایسی توفیق حاصل نہ کی ہو بہت دشوار اور مشکل ہیں بلکہ عادتاً غیر ممکن ہیں لیکن میرا قصد ایمانی بھائیوں کی راہنمائی اور ارشاد کرنا ہے۔ نفس کی ریاضت اور اپنے آپ کو سنوارنے کا دستور العمل یہ ہے کہ بے فائدہ گفتگو کرنے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر بغیر بات کرنے سے اپنے آپ کو روکیں۔ کھانے پینے اور لباس وغیرہ کی لذیذ چیزوں اور بہترین اور خوبصورت مکان اور عورتوں کو ترک کریں اور بقدر ضرورت استعمال کرنے پر اکتفاء کریں اولیاء خدا کے علاوہ لوگوں سے میل جول نہ رکھیں زیادہ سونے سے پرہیز کرین اور اللہ کے ذکر کو دائما اور پابندی سے بجا لائیں۔ اولیاء خدا نے یا حی یا قیوم اور یا۔ من لا الہ الا انت کا زیادہ تجربہ کیا ہے اور میں نے بھی اسی ذکر کا تجربہ کیا ہے لیکن میرا غالبا ذکر۔ یا اللہ۔ جب کہ دل کو خدا کے علاوہ سے نکال کر اور خداوند عالم کی طرف پوری توجہ سے ہوا کرتا تھا۔

لیکن سب سے زیادہ اہم اللہ تعالیٰ کا پوری توجہ اور پابندی سے ذکر کرنا ہوا کرتا

ہے باقی چیزیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے برابر نہیں ہوا کرتیں اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر چالیس دن اور رات تک متصل کیا جائے تو حکمت اور معرفت اور محبت کے انوار کے دروازے ایسے کرنے والے پر کھول دیئے جاتے ہیں اس وقت وہ فناء فی اللہ اور بقاء باللہ کے مقام تک ترقی کر جاتا ہے۔

**ملا اخوند حسینقلی ہمدانی کا خط:۔**

اخوند ملا حسین قلی ہمدانی جو عالم ربانی اور زاہد اور عارف تھے انہوں نے ایک خط تبریز شہر کے ایک عالم کو لکھا کہ جس میں آپ نے فرمایا۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی محمد والہ الطاہرین ولعنتہ اللّٰہ علی اعدائہم اجمعین دینی اور ایمانی بھائیوں پر واضح ہونا چاہئے کہ ذات الٰہی تک قرب حاصل کرنا سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ انسان کو تمام حرکات اور سکنات اور تمام اوقات میں شریعت اسلامی کا پابند ہونا چاہئے۔

جاہل صوفیاء کی لغویات اور خرافات سے جو ان کی عادت بن چکی ہے اس کے اپنانے سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان کے طریقے اور ذکر اور ورد پر عمل کرنا اللہ سے دور ہو جانے کے اور سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص موچھوں کو بڑھائے رکھے جیسے کہ یہ ایران کے صوفیوں کی جو اپنے آپ کو شیعہ کہلاتے ہیں علامت ہے۔) اور اسے ضروری سمجھتے ہیں اور گوشت کو نہ کھائے تو یہ بھی خرافات اور لغویات میں شمار ہوتا ہے اگر کوئی شخص ائمہ علیہم السلام کے معصوم ہونے پر ایمان رکھتا ہے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ وہ ایسے اعمال سے جو ایران کے شیعہ صوفی انجام دیتے ہیں اور اسی طرح خاص ذکر جو آئمہ علیہم السلام سے وارد نہیں ہوئے بجا لاتے ہیں ان سے وہ ذات خدا کے قرب سے دور ہو رہے ہوتے ہیں اور ان سے انہیں قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا سب سے پہلے شریعت اسلامی کو مقدم کرے

اور جو کچھ شریعت میں وارد ہوا اس پر عمل کرنے کا پابند بنے۔ اس ناتوان اور کمزور بندے نے عقل اور روایات سے جو کچھ سمجھا اور استفادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے سب سے زیادہ اہم خدا کی معصیت اور نافرمانی کو ترک کرنا ہو گا اور جب تک یہ نہیں کرے گا تب تک نہ کوئی ذکر اور نہ کوئی فکر تیرے دل کو فائدہ پہنچا سکے گا کیونکہ شیطان کی اطاعت اور خدمت کرنے والا جو ذات الٰہی کا نافرمان اور انکاری ہے کس طرح اس ذات کا قرب حاصل کر سکے گا کیا کوئی بادشاہ اور اس کی سلطنت خداوند عالم کی سلطنت سے عظیم الشان ہے۔

جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اسے خوب سمجھ تیرا اللہ تعالیٰ کی محبت کو طلب کرنا جب کہ تو اس کی معصیت بجا لا رہا ہے ایک غلط اور فاسد کام ہے۔ کس طرح تم پر مخفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نفرت کا سبب ہوا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نفرت کرنا محبت کے ساتھ اکٹھا نہیں ہوا کرتا۔ جب تیرے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ نافرمانی نہ کرنا اول اور آخر ظاہر اور باطن دین ہے تو پھر مجاہدہ اور کوشش کرنے کی طرف جلدی کر اور پوری کوشش سے نیند سے بیدار ہونے سے لے کر تمام اوقات میں مراقبہ میں مشغول رہ اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے اداب بجالانے کی پابندی کر اور یہ جان لے کہ تو اپنے تمام وجود کے ذرہ ذرہ میں اس کی قدرت کا قیدی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور کا احترام کر اور اس کی یوں عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ ذات تجھے دیکھ رہی ہے۔ ہمیشہ اس کی عظمت اور اپنے حقیر ہونے اس کی بلندی اور اپنی پستی اس کی عزت اور اپنی ذلت اور اس کا مستغنی ہوتا اور تیرا محتاج ہونے کی طرف متوجہ رہ۔ اور اس ذات کی طرف غفلت سے جب کہ وہ تیری طرف ہمیشہ ملتفت ہے غافل نہ رہ۔ اس ذات کے سامنے ایک ذلیل ضعیف بندے کی طرح کھڑا ہو اور اپنے قدموں کو اس کے سامنے یوں جھکا جیسے ایک کمزور کتا اپنے قدم زمین پر رگڑتا ہے۔ کیا تیرے لئے یہ شرف اور فخر کافی نہیں کہ اس نے تجھے اپنے عظیم نام لینے کی تیری کثیف اور معصیت کی گندگی سے نجس زبان سے ذکر کرنے کی

اجازت دی ہے۔

عزیز من۔ اس رحیم اور کریم ذات نے زبان کو اپنے شریف ذکر کا مرکز قرار دیا ہے کتنی بے حیائی ہو گی کہ اس کے مرکز کو غیبت جھوٹ گالیاں دینا آزار اور اذیت اور دوسری نافرمانیوں کی گندگی اور نجاست سے آلودہ کیا جائے۔ ذات الٰہی کے مرکز کو خوشبو اور گلاب سے معطر ہونا چاہئے نہ کہ گندگیوں سے نجس ہو۔ بلا شک جب مراقبت اور حفاظت کرنے میں وقت نہیں کرے گا تو تجھے علم نہ ہو گا کہ تیرے سات اعضاء یعنی کان زبان آنکھ ہاتھ پاؤں پیٹ اور شرمگاہ کیا کیا نافرمانی کرتے ہیں اور کتنی آگ لگاتے ہیں؟ اور تو اپنی زبان کی تلوار اور نیزے سے کتنے زخم اپنے دل پر لگا رہا ہے اور کتنا ہی بہتر ہو گا کہ اگر تو ان سے قتل نہ کیا جا چکا ہو۔ اگر میں ان مفاسد کی شرح بیان کروں تو اس خط میں ممکن نہیں ہے میں ایک ورقہ پر کیا کچھ لکھ سکتا ہوں۔ تم نے ابھی تک اپنی اعضاء کو معصیت سے پاک نہیں کیا پھر تو کس طرح انتظار رکھتا ہے کہ میں دل کے حالات کی تیرے لئے شرح لکھ دوں پس سچی توبہ کرنے کی طرف جلدی کر اور پھر مراقبت اور کوشش کرنے کی طرف دوڑ لگا۔ خلاصہ مراقبت اور حفاظت نفس کے بعد قرب الٰہی کو طلب کر اور سحری کے وقت بیدار ہو اور تہجد کی نماز کو آداب اور حضور قلب سے بجا لا اور اگر زیادہ وقت مل سکے تو اللہ کے ذکر اور اس کی مناجات میں مشغول ہو جا لیکن رات کے ایک خاص وقت میں حضور قلب کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہ اور تمام حالات میں حزن اور رنج سے خالی نہ رہتا اور اگر حزن اور رنج موجود نہ ہو تو اسے اس کے اسباب سے حاصل کر اور فارغ ہونے کے بعد حضرت زہرا علیہ السلام کی تسبیح اور بارہ دفعہ سورہ توحید دس مرتبہ لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک کو آخر تک اور سو مرتبہ لا الہ الا اللّٰہ اور ستر دفعہ استغفار۔ اور تھوڑا سا قران پڑھ اور دعا صباح بھی ضرور پڑھا کر اور ہمیشہ باوضو رہ اور اگر ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لے تو بہت اچھا ہے۔ مومنین کی حاجات اور بالخصوص علما اور بالاخص جو متقی ہیں کے بجا لانے میں بہت کوشش کر اور جس محفل

میں گناہ کے واقع ہونے کا گمان ہو حتمی طور سے اس کے جانے سے پرہیز کر بلکہ غافل لوگوں کے ساتھ بغیر ضروری کام کے اٹھ بیٹھ کرنا نقصان دہ ہے گرچہ اس میں معصیت بھی نہ ہوتی ہو۔ مباح چیزوں میں زیادہ مشغول رہنا زیادہ مزاح کرنا اور لغویات کہنا اور غلط چیزوں کو سننا انسان کے دل کو مار دیتے ہیں اور اگر مراقبہ کے بغیر ذکر اور فکر میں مشغول ہو تو وہ بھی بے فائدہ ہو گا گرچہ حال بھی لے آئے کیونکہ ایسا حال دائمی نہ ہو گا بغیر مراقبہ کے حال پیدا ہونے سے دھوکا نہ کھا۔ اس سے زیادہ کہنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ التماس دعا اور تم تمام سے دعا کا ملتمس ہوں۔ اس بندہ حقیر پر تقصیر اور معاصی کو فراموش نہ کرنا۔ شب جمعہ میں سو دفعہ اور جمعہ کے عصر میں سو دفعہ سورہ قدر کو پڑھا کرو۔

## میرزا جواد اقا تبریزی کا دستور العمل

عالم ربانی عارف کامل اقا ملکی تبریزی لکھتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے طویل سجدہ کرنے کی بہت زیادہ سفارش فرمائی ہے کہ یہ ایک بہت ہی اہم کام ہے۔ طویل سجدہ کرنا بندگی کی قریب ترین کیفیت اور علامت ہے اسی لئے تو ہر ایک رکعت میں دو سجدے قرار دیئے گئے ہیں۔ ائمہ اطہار اور خالص شیعوں سے طویل سجدے کے بارے میں مہم مطالب نقل ہوئے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو ایک سجدے میں ایک ہزار مرتبہ لا الہ الا اللّٰہ حقا حقا لا الہ الا اللّٰہ تعبدا و رقا لا الہ الا ایمانا وصدقا پڑھتے سنا گیا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ کبھی آپ کا سجدہ صبح کی نماز کی بعد ظہر تک ہوا کرتا تھا اور ائمہ علیہم السلام کے اصحاب میں سے ابن ابی عمیر و جمیل و خربود کے بارے میں بھی ایسا نقل کیا گیا ہے۔ نجف اشرف میں طالب علمی کے زمانے میں میرے ایک استاد تھے جو متقی طلبہ کے لئے مرجع تھے میں نے آپ سے سوال کیا آپ نے کون سے عمل کا تجربہ کیا ہے کہ جو سالک الی اللہ کے حق میں موثر

اور مفید ہو؟ آپ نے فرمایا کہ دن اور رات میں ایک طویل سجدہ بجالیا جائے اور سجدہ کی حالت میں یہ کہا جائے لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اور اس کے ذکر میں اس طرح توجہ کرے کہ میرا خدا کسی پر ظلم کرنے سے پاک اور پاکیزہ ہے بلکہ میں خود ہوں جو اپنے اوپر ظلم کرتا ہوں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہوں۔ میرے یہ استاد اپنے مریدوں اور علاقمندوں سے ایسے سجدہ کی سفارش کیا کرتے تھے اور جو بھی یہ سجدہ بجالاتا تھا اس کے اثرات کا مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ بالخصوص وہ حضرات جو اس سجدے کو بہت زیادہ طویل انجام دیتے تھے ان میں سے بعض اس ذکر کو سجدہ میں تکرار کیا کرتے تھے بعض تھوڑا اور بعض زیادہ تکرار کرتے تھے میں نے سنا ہے کہ ان میں سے بعض اس ذکر کو تین ہزار مرتبہ سجدہ میں پڑھا کرتے تھے۔

## شیخ نجم الدین کا دستور العمل:۔

شیخ نجم الدین رازی لکھتے ہیں کہ اداب اور شرائط کے بغیر زیادہ ذکر کرنا مفید نہیں ہوتا۔ پہلے شرائط اور ترتیب سے قیام کیا جائے اور جب سچے مرید کو سلوک الی اللہ کا دل میں درد پیدا ہو جائے تو یہ علامت ہوگی کہ اس نے ذکر سے انس پیدا کر لیا ہے اور اسے مخلوق سے وحشت اور نفرت پیدا ہو گئی ہے جو تمام مخلوق سے ناامید ہو کر ذکر الٰہی کی پناہ میں جا پہنچا ہے۔ قل اللّٰہ ثم ذرھم (یعنی اللہ کا ذکر کر اور تمام مخلوق کو چھوڑ دے کہ وہ اپنی لغویات میں کھیلتے رہیں) جب ذکر کو پے در پے بجالائے جو صحیح اور خالص توبہ کے بعد ہو اور ذکر کرنے کی حالت میں باغسل ہو اور اگر یہ نہ کر سکے تو باوضو ہو کیونکہ ذکر الٰہی کرنا دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کے مانند ہوا کرتا ہے اور بغیر اسلحے کے دشمن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور وضو مومن کا اسلحہ ہوتا ہے اور بغیر اسلحے کے دشمن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور وضوع مومن کا اسلحہ ہوا کرتا ہے۔ الوضوء سلاح المومن پاک کپڑے پہنے ہوا ہو اور کپڑے کے پاک ہونے کی

چار شرطیں ہیں۔ 1- نجاست سے پاک ہو۔ 2- لوگوں پر ظلم کئے ہوئے مال سے پاک ہو 3- حرام سے یعنی ابریشم سے پاک ہو یعنی ابریشمی کپڑا نہ ہو۔ 4- رعونت اور تکبر سے پاک ہو یعنی کپڑا کوتاہ ہو بہت لمبا نہ ہو۔ ثیابک فطھر سے مراد کوتاہ کرنا ہے۔ اور گھر میں خلوت اور تاریکی اور صاف ستھرا کر کے بیٹھے اور اگر تھوڑی خوشبو یعنی دھونی کرے تو بہتر ہے۔ قبلہ رخ بیٹھے اور چار زانوں یعنی پلتھی مار کر گرچہ تمام حالات میں بیٹھنا منع ہے لیکن ذکر کرنے کی حالت میں خواجہ علیہ السلام جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو اسی جگہ پلتھی مار کر یعنی چار زانوں سورج کے نکلنے تک بیٹھے رہتے تھے۔ ذکر کرنے کے وقت اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھے اور دل کو حاضر کرے اور آنکھیں بند کر لے اور پوری تعظیم کے ساتھ ذکر کرنا شروع کر دے اور لا الہ الا اللہ کے جملے کو پوری طاقت سے گویا اس کی ناف لا الہ سے اٹھے اور الا اللہ دل پر بیٹھ جائے اور اس کا تمام اعضاء پر اثر ظاہر ہو رہا ہو لیکن اپنی آواز کو بلند نہ کرے اور جتنا ہو سکے آہستہ اور کمتر آواز سے ذکر کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ واذکر ربک فی نفسک تضرعا و خیفة و دون الجھر من القول اس طرح سے سخت ذکر کرتے ہوئے اس کے معنی کو دل میں فکر کرے دوسرے خیالات کو دور کرے جیسے کہ لا الہ کے معنی سے یہی مراد ہے کہ جو بھی خدا کے علاوہ خیالات ہوں انہیں دور کرے اور گویا یوں سوچے کہ میں سوائے الا اللہ کے کوئی چیز نہیں چاہتا اور میرا مقصود اور محبوب صرف الا اللہ ہے اور تمام خیالات کو الا اللہ کے ذریعے دور کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو اپنا مقصود اور محبوب اور مطلوب الا اللہ کے ذریعے سے کر رہا ہوں اور جان لینا چاہئے کہ ہر ذکر میں اول سے لے کر آخر تک دل نفی اور اثبات میں حاضر ہو اور لگا رہے۔ اور جس وقت دل کے اندر نگاہ کرے اگر کوئی چیز دل کو لبھانے والی ہو تو اسے نظر انداز کر کے دل کو ذات الٰہی کی طرف توجہ دے اور الا اللہ کے ذریعے اس چیز کو دل سے اکھیڑ دے اور اس کے ربط کو باطل کر دے اور الا اللہ کو اس چیز کی محبت کی جگہ قرار دے دے اسی روش کو دوام دے تاکہ دل آہستہ آہستہ تمام چیزوں کی محبت اور انس

سے خالی ہو کر ذکر الٰہی سے سرشار ہو جائے۔ اس کا باحال ہونا ذکر کے غالب ہو جانے سے ہو۔ ذکر کرنے والے کا وجود ذکر کے نور میں مضمحل ہو جائے اور ذاکر کو ذکر مفرد بنا دے اور تمام تعلقات اور موانع کو اس کے وجود سے ختم کر دے اور اسے جسمانی دنیا سے اخروی دنیا کے لئے امادہ کر دے جیسے وارد ہوا ہے کہ سیروا فقد سبق المفردون جان لے کہ دل اللہ تعالیٰ کے لئے خلوت کی جگہ ہے۔ لا یسعنی ارضی ولا سمائی وانما یعنی قلب عبدی المومن یعنی مجھے نہ زمین اور نہ آسمان سمو سکتا ہے مجھے صرف مومن کا دل سمو سکتا ہے۔ اور جب تک دل میں اغیار کا وجود ہو گا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی عظمت کی غیرت اس سے نفرت کرے گی لیکن جب لا الہ کا چابک دل کو اغیار سے خالی کر دے گا اس وقت الا اللہ کے بادشاہ کی تجلی کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ اذا فرغت فانصب والی ربک فارغب جیسے کہ آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے کہ عرفان کے استاذہ نے ذکر کے دوامی بجا لانے کو سیر و سلوک کے لئے بہترین طریقہ قرار دیا ہے اور اس کے پہنچنے کے لئے مختلف طریقے اور تجربات اور وصیتیں فرمائی ہیں۔ اس مطلب کی علت یہ ہے کہ جتنے ذکر کے طریقے شریعت میں وارد ہوئے ان کے بنانے کی اصلی غرض غیر خدا سے قطع تعلق کرنا اور پوری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کرنے کو حاصل کرنا ہے لیکن یہ کام افراد اور مقامات اور حالات کے لحاظ سے فرق رکھتا ہے لہذا کسی نہ کسی استاذ اور مربی کی ضرورت ہے کہ جو اس کام میں رہبری انجام دے احادیث اور دعاؤں کی کتابوں میں بہت زیادہ دعائیں نقل ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے ثواب اور خاصیت ذکر کی گئی ہے۔ مطلق دعا اور ذکر دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مطلق اور دوسرا مقید۔ بعض ذکر کے لئے خاص زمانہ اور خاص ترکیب اور خاص عدد بتلایا گیا ہے ایسے ذکر کو اسی طرح بجا لانا چاہئے جیسکہ آئمہ علیہم السلام سے نقل ہوا ہے تاکہ اس کے ثواب اور خاص اثر کو حاصل کیا جا سکے۔ اس کے برعکس بعض ذکر مطلق ہیں جن میں کوئی قید نہیں ہے اسے انسان اپنے اختیار سے

خاص شرائط اور حالات اور عدد اور زمانے کا تعین کر سکتا ہے۔ اور اسے دائمی بجالاتا رہے یا اپنے کسی استاد اور رہنما سے اس میں راہنمائی حاصل کرے آپ اس بارے میں احادیث اور دعاؤں کی کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

آخر میں دو مطلب کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔ پہلا۔ عارف انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ذکر کرنے کی اصلی غرض و غایت خداوند عالم کی طرف حال اور حضور قلب کا حاصل کرنا ہوتا ہے لہٰذا ذکر کی تعداد اور زمانے اور کیفیت میں یہ مطلب مد نظر رہے اور پھر اس کو دائمی بجالائے اور جب تھک جائے یا بے میل اور رغبت نہ ہو تو اسے چھوڑ دے اور پھر مناسب وقت میں دوبارہ شروع کر دے۔ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دل اور روح کبھی حالت اقبال اور توجہ رکھتی ہے اور کبھی سست اور بے میل اور بے رغبت ہوتی ہے لہٰذا جب دل مائل اور رغبت رکھتا ہو اس وقت عمل کیا جائے کیونکہ اگر روح کو عمل کرنے پر مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔

البتہ اس بارے میں افراد اور مقامات اور حالات کا فرق ہوا کرتا ہے۔

دوسرا۔ یہ جاننا چاہئے کہ ریاضت نفس اور ذکر کی اصلی غرض اور غایت نفس اور روح کا تکامل اور قرب خداوند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تقرب بغیر احکام پر عمل کرنے سے ممکن نہیں ہوا کرتا اگر کوئی انسان شرعی یا اجتماعی ذمہ داری رکھتا ہو تو وہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہو سکتا ہے اور جتنا ہو سکے ذکر کو بھی انجام دے اور فراغت کی حالت میں ذکر کو دائمی بجالائے گوشہ نشین نہیں ہو جانا اور اجتماعی اور شرعی ذمہ داری کو نظر کر دینے سے انسان اللہ کا قرب اور تقرب حاصل نہیں کر سکتا۔

# موانع (رکاوٹیں)

کمالات اور مقامات عالیہ تک پہنچنا اتنا سادہ اور آسان کام نہیں ہے بلکہ یہ راستہ طے کرنا بہت مشکل اور دشوار ہے اس راستے میں کئی ایک موانع اور رکاوٹیں موجود ہیں اور جو انسان کمال حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے ان کو دور کرنا ہو گا ورنہ وہ کبھی کمال تک نہیں پہنچ سکے گا۔

پہلی رکاوٹ۔ قرب الٰہی حاصل کرنے اور سیر و سلوک الی اللہ کی سب سے بڑی رکاوٹ انسان کی قابلیت کا نہ ہونا ہے۔ جو روح اور دل گناہوں کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے تاریک اور آلودہ ہو چکا ہو وہ انوار الٰہی کی تابش کا مرکز قرار نہیں پا سکتا۔ جب انسان کا دل گناہوں کی وجہ سے شیطن کی حکومت کا مرکز قرار پا چکا ہو وہاں کس طرح اللہ کے مقرب فرشتے داخل ہو سکتے ہیں؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب انسان کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر تو اس نے توبہ کر لی تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے۔ اور اگر وہ اسی طرح گناہ بجالاتا رہا تو وہ سیاہ نقطہ تدریجاً بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے تمام دل کو گھیر لیتا ہے اس حالت میں وہ کبھی کامیابی اور چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے والد نے فرمایا ہے کہ انسان کے دل اور روح کے لئے گناہ سے کوئی چیز بدتر نہیں ہوا کرتی کیونکہ گناہ انسان کی روح اور قلب سے جنگ کرنا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس پر قابو اور غلبہ حاصل کر لیتا ہے اس صورت میں اس کا دل الٹا اور سرنگوں ہو جاتا ہے گناہ گار انسان کی روح سرنگوں اور الٹی ہو جاتی ہے اور وہ الٹے راستے چلتی ہے تو پھر وہ کس طرح قرب الٰہی کے راستے کی طرف حرکت کر سکی گی اور اللہ تعالیٰ کے فیوضات اور اشرقات کو قبول کرے گی؟ لہٰذا کمال تک رسائی حاصل کرنے والے انسان کے لئے ضروری اور واجب ہو جاتا ہے کہ وہ ابتداء ہی سے اپنے نفس اور روح کو گناہوں سے پاک اور صاف

کرے اور پھر ریاضت اور ذکر الٰہی میں داخل ہو ورنہ اس کا ذکر اور عبادت میں کوشش کرنا اس کو قرب الٰہی تک نہیں پہنچا سکے گا۔

دوسری رکاوٹ۔ کمال حاصل کرنے سے ایک بڑی رکاوٹ مادی اور دنیاوی تعلقات ہیں جیسے مال اور دولت سے اہل و عیال سے یا مکان اور زندگی کے اسباب سے جاہ و جلال مقام اور منصب سے ماں باپ سے بہن بھائی سے یہاں تک کہ علم اور دانش سے اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے علاقہ اور تعلق یہ وہ تعلقات ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے اور اس کے طرف حرکت اور ہجرت کرنے سے روک دیتے ہیں۔

جس دل نے محسوسات سے محبت اور انس کر رکھا ہو اور اس کا فریفتہ اور عاشق ہو کس طرح وہ ان چیزوں کو چھوڑ کر عالم بالا کی طرف حرکت کرے گا جو دل دنیاوی امور کا مرکز اور مکان بن چکا ہو وہ کب انوار الٰہی کی تابش کا مرکز قرار پا سکتا ہے؟ بہت سی روایات کے مطابق دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ گناہ گار انسان اللہ تعالیٰ سے قرب کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت ہر ایک گناہ کی جڑ ہے۔

رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کی سب سے پہلی چیز کہ جن سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی وہ چھ تھیں دنیا سے محبت حکومت اور مقام منصب سے محبت۔ عورت سے محبت۔ خوراک سے محبت نیند سے محبت اور آرام اور سکون سے محبت۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں زیادہ دور ہوتا ہے جب اس کی غرض و غایت صرف پیٹ کا بھرنا اور شہوات حیوانی کا پورا کرنا ہو۔

جناب جابر فرماتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا اے جابر۔ میں محزون اور مشغول دل والا ہوں۔ میں نے عرض

کی کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کا محزون اور غمگین ہونا اور مشغول ہونا کس سبب اور وجہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کے دل میں خالص اور صاف دین داخل ہو چکا ہو اس کا دل غیر خدا سے خالی ہو جاتا ہے۔ اے جابر۔ دنیا کیا ہے اور کیا قیمت رکھتی ہے؟ کیا وہ صرف لقمہ نہیں ہے کہ جسے تو کھاتا ہے اور لباس ہے کہ جسے تو پہنتا ہے یا عورت ہے کہ جس سے تو شادی کرتا ہے کیا اس کے علاوہ کچھ اور ہے؟ اے جابر۔ مومنین دنیا اور زندگی پر بھروسہ نہیں کرتے اور آخرت کے جہاں میں جانے سے اپنے آپ کو امان میں نہیں دیکھتے۔ اے جابر۔ آخرت ہمیشہ رہنے والی منزل اور مکان ہے اور دنیا مرنے اور چلے جانے کا محل اور مکان ہے۔ لیکن دنیا والے اس مطلب سے غافل ہیں صرف مومنین جو فکر اور عبرت اور سمجھ رکھتے ہیں انہیں جوان کے کانوں پر پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روکتا۔ زر و جواہرات کا دیکھنا انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتا وہ آخرت کے ثواب کو پا لیتے ہیں گویا کہ انہوں نے اس کے علم حاصل کر لیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان ایمان کی شرینی کو نہیں چکھ سکتا مگر جب وہ جسے کھاتا ہے اس سے لاپرواہی نہ برتے۔

لہٰذا عارف انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس طرح کا علاقہ اور محبت اپنے دل سے نکال دے تاکہ اللہ تعالیٰ کی قرب اور مقامات عالیہ کی طرف اس کا حرکت اور ہجرت کرنا ممکن ہو سکے۔ دنیا کے امور اور فکر کو اپنے دل سے باہر نکال دے تاکہ اللہ کی یاد اس کے دل میں جگہ پا سکے۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دنیاوی امور سے علاقہ مندی اور دل دے دنیا صرف قابل خدمت ہے نہ کہ خود دنیا مذموم ہے کیونکہ عارف انسان دوسرے انسانوں کی طرح زندگی کو باقی رکھنے میں غذا اور لباس اور مکان اور بیوی کا محتاج ہے اور ان کے حاصل کرنے کے لئے اسے ضرور کام کرنا ہو گا۔ نسل کی بقاء کے لئے اسے شادی ضرور کرنی ہو گی۔ اجتماعی زندگی بسر کرنے کے لئے اسے اجتماعی ذمہ داریاں قبول کرنی ہونگیں اسلامی شریعت میں ان میں کسی کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ

ان کے بجا لانے میں اگر قصد قربت کر لے تو وہ عبادت بھی ہو جائیں گی اور اللہ سے تقرّب کا موجب ہو نگیں خود یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کی مانع نہیں ہوا کرتیں وہ جو مانع ہے ان امور سے وابستگی اور محبت ہے۔

اگر یہی امور زندگی کی غرض اور غایت قرار پائیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور فکر سے غافل بنا دیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ انسان خدا سے غافل ہو جائے اور پیسہ اور عورت مقام اور منصب اور علم پرست ہو جائے جو قابل مذمت ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف حرکت کرنے سے روک دیتا ہے ورنہ خود پیسہ اور زن علم اور مقام منصب اور ریاست قابل مذمت نہیں ہیں۔ کیا پیغمبر اسلام امام سجاد اور امیر المومنین علیہ السلام اور دوسرے ائمہ اطہار کام اور کوشش نہیں کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے استفادہ نہیں کیا کرتے تھے، اسلام کی سب سے بزرگ خصوصیت یہ ہے کہ دنیاوی اور اخروی امور کے لئے کسی خاص حد اور مرز کا قائل نہیں ہے۔

## تیسری رکاوٹ

خواہشات نفس اور اس کی ھوی اور ہوس سے پیروی کرنا قرب الٰہی حاصل کرنے کا بہت بڑا مانع ہے۔ نفسانی خواہشات دل کے گھر کو سیاہ دھوئیں کی طرح سیاہ کر دیتے ہیں اس طرح کا دل اللہ تعالیٰ کے انوار کی تابش کی قابلیت نہیں رکھتا۔ نفسانی خواہشات انسان کے دل کو ادھر ادھر کھینچتے رہتے ہیں اور اسے مہلت نہیں دیتے کہ وہ خداوند عالم سے خلوت کر سکے اور اس ذات سے انس اور محبت کر سکے۔ وہ دن رات نفسانی خواہشات کے پورا کرنے کی تلاش اور کوشش میں لگا رہتا ہے۔ وہ کب دنیا کو چھوڑ سکتا ہے تاکہ بارگاہ الٰہی کی طرف پرواز کر سکے۔ خداوند عالم قران مجید میں فرماتا ہے۔ ہوی اور ہوس کی پیروی نہ کر کیونکہ وہ تجھے خدا کے راستے سے دور کئے رکھیں گے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سب سے بہادر انسان وہ ہے جو خواہشات نفس پر غلبہ حاصل کرے۔

## چوتھی رکاوٹ

خدا کی یاد سے ایک رکاوٹ اور مانع شکم پرستی ہے۔ جو شخص دن رات کوشش کرتا رہتا ہے کہ اچھی اور لذیذ غذا مہیا کرے اور اپنے پیٹ کو مختلف قسم کی غذاؤں سے پر کرے وہ کس طرح اپنے خدا سے خلوت اور راز اور نیاز اور انس کر سکتا ہے۔ غذا سے بھرا ہوا پیٹ کس طرح اللہ تعالٰی کی عبادت اور دعا کرنے کی حالت پیدا کر سکتا ہے۔ جو انسان کھانے اور پینے میں لذت سمجھتا ہے وہ کس طرح اللہ تعالٰی سے مناجات کی لذت کو محسوس کر سکتا ہے؟ اسی لئے تو اسلام نے شکم پرستی کی مذمت کی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر سے فرمایا ہے کہ انسان کا پیٹ بھر جانسے طغیان کرتا ہے اللہ تعالٰی سے زیادہ نزدیک ہونے کی حالت انسان کے لئے اس وقت ہوتی ہے جب کہ اس کا پیٹ خالی ہو اور بدترین حالت اس وقت ہوتی ہے جب اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مومن کے دل کے لئے پرخوری سے اور کوئی چیز نقصان دہ نہیں ہے۔ پرخوری قساوت قلب کا سبب ہوا کرتی ہے اور شہوت کو تحریک کرتی ہے۔ بھوک مومن کا سالن اور روح کی غذا اور طعام ہے اور بدن کی صحت ہے امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالٰی کسی بندے کی مصلحت دیکھتا ہے تو اسے کم غذا کم کلام اور کم خواب کا الہام کرتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نفس پر کنٹرول کرنے اور عادت کے ختم کرنے کے لئے بھوک بہترین مددگار ہے امیر المومنین علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے معراج کی رات رسول خدا سے فرمایا۔ اے احمد۔ کاش تم بھوک اور ساکت رہنے اور تنہائی اور اس کے آثار کی شیرینی کو چکھتے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی اے میرے خدا۔ بھوک کا کیا فائدہ ہے؟ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ دانائی دل کی حفاظت میرا تقرب ہمیشگی حزن تھوڑا

خرچ۔ حق گوئی اور آسائش اور تنگی میں بے خوف۔

درست ہے کہ عارف انسان بھی دوسرے انسانوں کی طرح زندہ رہنے اور عبادت کی طاقت کے لئے غذا کا محتاج ہے لیکن اسے اتنی مقدار جو بدن کی ضرورت کو پورا کرے کھانا کھانا چاہئے اور شکم پری سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ شکم پری سستی بے میلی اور عبادت کی طرف بے رغبتی قساوت قلب اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کا سبب ہوا کرتی ہے اور اگر تھوڑا کھائے اور بھوکا رہے تو عبادت کے لئے آمادگی اور خداوند عالم کی ذات کی طرف توجہ کرنے کا سبب ہوا کرتی ہے۔ اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے انسان بھوک کی حالت میں بانورانیت روح باصفا اور ہلکا پھلکا رہتا ہے لیکن پیٹ بھری ہوئی حالت میں ایسا نہیں ہوا کرتا لہٰذا ایک عارف انسان کے لئے ضروری ہے کہ جتنی بدن کو غذا کی ضرورت ہے اتنا ہی کھائے بالخصوص جب عبادت اور دعا اور ذکر میں مشغول ہو تو بھوکا ہی رہے۔

## پانچویں رکاوٹ:۔

عارف اور سالک انسان کو اس کے قرب الٰہی کے مقصد اور حضور قلب اور خدا کی طرف توجہ سے ایک رکاوٹ غیر ضروری اور بے فائدہ گفتگو کرنا ہوا کرتی ہے۔ خداوند عالم نے انسان کو بولنے کی قوت عنایت فرمائی تاکہ وہ اپنی ضروریات کو اس سے پورا کرے اگر تو انسان ضرورت کی مقدار تک گفتگو کرے تو اس نے اس بہت بڑی نعمت سے صحیح فائدہ حاصل کیا ہوگا اور اگر بیہودہ اور غیر ضروری گفتگو کرے تو اس نے اس بہت بڑی نعمت کو ضائع اور برباد کر دیا ہوگا اس کے علاوہ زیادہ اور ادھر ادھر کی گفتگو اور باتیں کرنا انسان کی فکر کو پریشان کر دیتی ہیں اور پھر وہ پوری طرح سے اللہ تعالیٰ کی طرف حضور قلب اور توجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اسی لئے احادیث میں زیادہ اور بے فائدہ باتیں کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کے زیادہ کلام

کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں کرنا قساوت قلب کا سبب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور انسان وہ ہے کہ جس کا دل تاریک ہو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کر اور اپنی گفتگو کو شمار کرتا رہے تاکہ تیری گفتگو امر خیر کے علاوہ کمتر ہو جائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گفتگو تین قسم کی ہوا کرتی ہے۔ مفید۔ سالم۔ شاحب یعنی بیہودہ۔ مفید گفتگو ذکر خدا۔ سالم گفتگو وہ ہے کہ جسے خدا دوست رکھے۔ شاحب گفتگو وہ ہے جو لوگوں کے متعلق بیہودہ بات کی جائے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی زبان کو قابو اور اس کی حفاظت کر یہ نفس کے لئے بہترین ہدیہ ہے۔ انسان صحیح اور حقیقی ایمان تک نہیں پہنچتا مگر یہ کہ وہ اپنی زبان کی نگاہ داری اور حفاظت کرے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں فہم اور فقہ کی علامت ہیں۔ تحمل اور بردباری۔ علم اور سکوت۔ ساکت رہنا دانائی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ساکت رہنا محبت کا سبب ہوتا ہے اور ہر نیکی کی دلیل ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے جب عقل کامل ہوتی ہے تو گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کوئی بھی عبادت ساکت رہنے اور خانہ کعبہ کی طرف پیدل جانے سے افضل نہیں ہے۔

رسول خدا نے جناب ابو ذر سے فرمایا کہ میں تجھے زیادہ ساکت رہنے کی سفارش کرتا ہوں اس واسطے کہ اس وسیلے سے شیطان تم سے دور ہو جائے گا۔ دین کی حفاظت کے لئے ساکت رہنا بہتر مدد گار ہے۔

خلاصہ انسان سالک اور عارف پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان پر پوری طرح کنٹرول کرے اور سنجیدہ اور سوچ سمجھ کر بات کرے اور زیادہ اور بیہودہ باتیں کرنے

سے پرہیز کرے دنیاوی امور میں ضرورت کے مطابق باتیں کرے جو اسے زندگی کرنے کے لئے ضروری ہیں اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ کا ذکر اور ورد اور علمی مطالب اور فائدہ مند اور اجتماع کے لئے مفید گفتگو کرنے میں مشغول رہے۔ ہمارے بزرگ اور عارف ربانی استاد علامہ طبا طبائی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ساکت رہنے کے گراں قدر آثار مشاہدہ کئے ہیں۔ چالیس شب و روز ساکت رہنے کو اختیار کیجئے اور سوائے ضروری کاموں کے باتیں نہ کریں اور فکر اور ذکر خدا میں مشغول رہیں تاکہ تمہارے لئے نورانیت اور صفاء قلب حاصل ہو سکے۔

## چھٹی رکاوٹ:۔

اپنی ذات اور اپنے اپ سے محبت ہے اگر عارف انسان نے تمام رکاوٹیں دور کر لی ہوں تو پھر اس کے سامنے ایک بڑی رکاوٹ سامنے آتی ہے اور وہ ہے اس کا حب ذات یعنی اپنی ذات سے محبت کرنا۔ وہ متوجہ ہو گا کہ اس کے تمام کام اور حرکات یہاں تک کہ اس کی عبادت وغیرہ کرنا سب کے سب اپنی ذات کی محبت کیوجہ سے انجام پا رہے ہیں۔ عبادت ریاضت ذکر اور د"عا نماز اور روزے اس لئے انجام دے رہا ہے تاکہ اپنے نفس کو کامل کرے اور اسے ان کی اجزاء آخرت میں دی جائے گرچہ اس طرح کی عبادت کرنا بھی انسان کو بہشت اور آخرت کے ثواب تک پہنچا دیتی ہے لیکن وہ ذکر اور شہود کے بلند و بالا مقام اور رتبہ تک نہیں پہنچاتی جب تک اس کا نفس حب ذات کو ترک نہ کرے اور وہ اللہ تعالیٰ کے بے مثال جمال کا مشاہدہ نہیں کر سکے گا جب تک تمام حجاب اور موانع یہاں تک کہ حب ذات کا حجاب اور مانع بھی ترک نہ کرے اس صورت میں وہ انوار الٰہی کا مرکز بننے کی قابلیت اور استعداد پیدا نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا عارف اور سالک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ریاضت اور مجاہدہ کر کے اپنے آپ کو حب ذات کی حدود سے باہر نکالے اپنی ذات کی محبت کو خدا کی محبت میں تبدیل کر دے اور تمام کاموں کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بجا لائے

اگر غذا کھاتا ہے تو اس غرض سے کھائے کہ اس کے محبوب نے زندہ رہنے کے لئے اسے ضروری قرار دیا ہے اور اگر عبادت کرتا ہے تو اسے اس نیت سے بجا لائے کہ ذات الٰہی ہی عبادت اور پرستش کی سزاوار اور مستحق ہے۔ اس طرح کا انسان نہ دنیا کا طلب کرنے والا ہوتا ہے اور نہ آخرت کا بلکہ وہ صرف خدا کا طلب کرنے والا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کشف اور کرامت کا طلبگار بھی نہیں ہوتا اور سوائے حقیقی معبود کے اس کا کوئی اور مطلوب اور منظور نظر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اس مرحلے کو طے کر لے یہاں تک کہ اپنی شخصیت اور ذات کو اپنے آپ سے جدا کر دے تو وہ مقام توحید میں قدم رکھ لے گا اور شہود اور لقاء اللہ کے بلند اور بالا مقام تک ترقی کر جائیگا اور بارگاہ مقعد صدق عند ملیک مقتدر میں نازل ہوجائیگا۔

## ساتویں رکاوٹ

کمال اور عرفان کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور شاید یہ سابقہ تمام رکاوٹوں سے بھی زیادہ ہو وہ ہے ارادہ کا ضعیف ہونا۔ اور حتمی فیصلے کرنے کی قدرت نہ رکھنا۔ یہ رکاوٹ اور مانع انسان کو عمل شروع کرنے سے روک دیتی ہے۔ شیطن اور نفس آمارہ ابتدا میں کوشش کرتا ہے کہ ریاضت اور مجاہدہ اور سیر و سلوک کو معمولی اور غیر ضروری قرار دے۔ شیطن کوشش کرتا ہے کہ انسان کو ظاہری ذمہ داری اور وظائف شرعی کی بجا لانے کو کافی قرار دے گرچہ اس میں حضور قلب اور توجہ نہ بھی ہو۔ شیطن انسان کو کہتا ہے کہ تو صرف انہیں عبادت کے بجا لانے کے سوا اور کوئی شرعی وظیفہ نہیں رکھتا تجھے حضور قلب اور توجہ اور ذکر سے کیا کام ہے؟ اور اگر کبھی انسان اس کی فکر کرنے بھی لگے تو اسے سینکڑوں حیلے اور بہانوں سے روک دیتا ہے اور کبھی اس مطلب کو اس کے لئے اتنا سخت نمایاں کرتا ہے کہ انسان اس سے مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے لیکن اس انسان کے لئے جو کمال حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے ضروری ہے کہ وہ شیطن اور نفس امارہ کے ایسے وسوسوں کے سامنے رکاوٹ بنے اور

احادیث اور آیات اور اخلاق کی کتابوں کے مطالعے کرنے سے معلوم کرے کہ سیر اور سلوک کے لئے حضور قلب اور ذکر و شہود کی کتنی ضرورت اور اہمیت ہے اور جب اس نے اس کی اہمیت کو معلوم کر لیا اور اپنی ابدی سعادت کو اس میں دیکھ لیا تو پھر حتمی طور سے اس پر عمل کرے گا اور مایوسی اور ناامیدی کو اپنے سے دور کر دے گا اور اپنے آپ سے کہے گا کہ یہ کام گرچہ مشکل ہے اور چونکہ اخروی سعادت اس سے وابستہ ہے لہٰذا ضرور مجھے اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو ہمارے راستے میں کوشش اور جہاد کرتے ہیں ہم اس کو اپنے راستوں کی راہنمائی کر دیتے ہیں۔

والذین جاھدوافینا لنھدینھم سبلنا

ہماری یہ ساری بحث اور کلام تکامل اور تقرب الٰہی کے پہلے وسیلے اور ذریعے میں تھی یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں تھی۔ بحث کی طوالت پر ہم معذرت خواہ ہیں۔

دوسرا وسیلہ:۔

فضائل اور مکارم اخلاق کی تربیت اور پرورش۔ نفس کے کمال تک پہنچنے اور قرب الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے ایک وسیلہ ان اخلاق کی جو انسان کی فطرت اور سرشت میں رکھ دیئے گئے ہیں پرورش اور تربیت کرنا ہے۔ اچھے اخلاق ایسے گران بہا امور ہیں کہ جن کا ربط اور سنخیت انسان کے ملکوتی روح سے ہے ان کی تربیت اور پرورش سے انسان کی روح کامل سے کاملتر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے بلند و بالا مقام قرب تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات تمام کمالات کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ انسان چونکہ عالم بالا سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنی پاک فطرت سے کمالات انسانی کو کہ جن کی عالم بالا سے مناسبت ہے انہیں خوب پہچانتا ہے اور فطرتاً ان کی طرف مائل ہے اسی لئے تمام انسان تمام زمانوں میں نیک اخلاق کو جانتے اور درک کرتے ہیں جیسے عدالت۔ ایثار۔ سچائی۔ امانتداری احسان' نیکی۔ شجاعت صبر اور استقامت علم خیر خواہی مظلوموں کی مدد شکریہ احسان شناسی سخاوت اور بخشش۔ وفا

عہد۔ توکل۔ تواضع اور فروتنی۔ عفو اور درگزر' نرم مزاجی خدمت خلق وغیرہ ان تمام کو ہر انسان خوب پہچانتے اور جانتے ہیں خداوند عالم قران مجید میں فرماتا ہے۔ کہ قسم نفس کی اور اس کی کہ اسے نیک اور معتدل بنایا ہے اور تقویٰ اور منحرف ہو جانے کا راستہ اسے بتلایا ہے کامیاب وہ ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک بنایا اور نقصان میں ہو گا وہ کہ جس نے اپنے نفس کو آلودہ اور ناپاک بنایا۔

جب اخلاقی کام بار بار انجام دیئے جائیں تو وہ نفس میں راسخ اور ایک قسم کا ملکہ پیدا کر لیتے ہیں وہی انسان کو انسان بنانے اور اپنانے اور ہو جانے میں موثر اور اثر انداز ہوتے ہیں اسی واسطے اسلام اخلاق کے بارے میں ایک خاص طرح کی اہمیت قرار دیتا ہے۔ اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ اخلاقیات پر مشتمل ہے۔ سینکڑوں آیات اور روایات اخلاق کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ قران مجید کی زیادہ آیتیں اخلاق کے بارے میں اور اخلاقی احکام پر مشتمل ہیں یہاں تک کہ اکثر قران کے قصوں سے غرض اور غایت بھی اخلاقی امور ہیں اور کہا جا سکتا ہے کہ قران مجید ایک اخلاقی کتاب ہے۔ قاعدتاً پیغمبروں کے بھیجنے کی ایک بہت بڑی غرض اور غایت بھی نفس کو پاک اور صاف بنانا اور اخلاق کی تربیت اور پرورش کرنا ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے بھی اپنی بعثت اور بھیجے جانے کی غرض اخلاق کی تکمیل کرنا اور نیک اخلاق کی تربیت کرنا بتلائی ہے اور فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تاکہ نیک اخلاق کو پورا اور تمام کروں۔

پیغمبر اسلام لوگوں سے فرماتے تھے کہ میں نیک اخلاق کی تمہیں نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کیونکہ خداوند عالم نے مجھے اسی غرض کے لئے بھیجا ہے۔

نیز پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں اخلاق حسنہ سے کوئی چیز افضل ہو نہیں رکھی جائیگی۔

## تیسرا وسیلہ اور ذریعہ عمل صالح

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد انسان کے تکامل کا وسیلہ اعمال

صالح ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان قرب خدا اور درجات عالیہ کو حاصل کر سکتا ہے اور اپنی اخروی زندگی کو پاک و پاکیزہ بنا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جو شخص نیک اعمال بجالائے خواہ مرد ہو یا عورت جب کہ ایمان رکھتا ہو ہم اس کو ایک پاکیزہ زندگی میں اٹھائیں گے اور اسے اس عمل سے کہ جسے وہ بجالایا ہے۔ بہتر جزاء اور ثواب دیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لئے دنیا کی زندگی کے علاوہ ایک اور پاک و پاکیزہ زندگی ہے اور وہ نئی زندگی اس کے ایمان اور عمل صالح کے نتیجے مین وجود میں آتی ہے۔ قران فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ خداوند عالم کی طرف لوٹیں یہی وہ لوگ ہیں جو مقامات اور درجات عالیہ پر فائز ہوتے ہیں۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے نیک عمل بجالانا چاہیئے اور عبادت میں خدا کا کوئی شریک قرار نہ دینا چاہیئے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص عزت کا طلبگار ہے تو تمام عزت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کلمہ طیبہ اور نیک عمل اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام عزت اور قدرت اللہ کے لئے مخصوص ہے اور اسی کے پاس ہے اور کلمہ طیبہ یعنی موحد انسان کی پاک روح اور توحید کا پاک عقیدہ ذات الہٰی کی طرف جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نیک عمل کو اپنے پاس لے جاتا ہے۔ نیک عمل جب خلوص نیت سے ہو تو انسان کی روح پر اثر انداز ہوتا ہے اوراسے ترقی اور کمال دیتا ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کی پاک و پاکیزہ زندگی اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور لقاء کا مرتبہ ایمان اور عمل صالح کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے نیک اعمال کے بجالانے پر بہت زیادہ زور دیا ہے خدا سعادت اور نجات کا وسیلہ صرف عمل صالح کو جانتا ہے نیک عمل کا معیار اور میزان اس کا شرعیت اور وحی الہٰی کے مطابق ہونا ہوا کرتا ہے۔ خداوند عالم جو انسان کی خصوصی غرض سے واقف ہے اس کی سعادت اور تکامل کے طریقوں کو بھی جانتا ہے

اور ان طریقوں کو وحی کے ذریعے پیغمبر اسلام کے سپرد کر دیا ہے تاکہ آپ انہیں لوگون تک پہنچا دیں اور لوگ ان سے استفادہ حاصل کریں۔

خدا قران میں فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں جب خدا اور اس کا رسول تمہیں کسی چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی عطا کرتی ہیں تو اسے قبول کرو۔

نیک اعمال شرعیت اسلام میں واجب اور مستحب ہوا کرتے ہیں۔ عارف اور سالک انسان ان کے بجالانے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر و سلوک کرتے ہوئے قرب الہٰی کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اور یہی تنہا قرب الہٰی تک پہنچنے کا راستہ ہے اور دوسرے جتنے راستے ہیں وہ عارف کو اس مقصد تک نہیں پہنچا سکتے بلکہ وہ ٹیڑھے راستے ہیں۔ عارف انسان کو مکمل طور سے شرعیت کا مطیع اور فرمانبردار ہونا چاہئے اور سیر و سلوک کے لئے شرعیت کے راستے کے علاوہ اور کوئی راستہ اختیار نہیں کرنا چاہئے اور ان اذکار اور اوراد اور حرکت سے کہ جس کا شرعیت اسلام میں کوئی مدرک اور ذکر موجود نہ ہو اس سے اجتناب اور پرہیز کرنا چاہئے نہ صرف وہ مقصد تک نہیں پہنچاتے بلکہ وہ اس کو مقصد سے دور بھی کر دیتے ہیں کیونکہ شرعیت سے تجاوز کرنا بدعت ہوا کرتا ہے۔ عارف اور سالک انسان کو پہلے کوشش کرنی چاہئے کہ وہ واجبات اور فرائض دینی کو صحیح اور شریعت کے مطابق بجالائے کیونکہ فرائض اور واجبات کے ترک کر دینے سے مقامات عالیہ تک نہیں پہنچ سکتا گرچہ وہ مستحبات کے بجالانے اور ورد اور ذکر کرنے میں کوشاں بھی رہے۔ دوسرے مرحلے میں مستحبات اور ذکر اور ورد کی نوبت آتی ہے۔ عارف انسان اس مرحلے میں اپنے مزاجی استعداد اور طاقت سے مستحبات کے کاموں کو بجالائے اور جتنی اس میں زیادہ کوشش کرے گا اتنا ہی عالی مقامات اور رتبے تک جا پہنچے گا۔ مستحبات بھی فضیلت کے لحاظ سے ایک درجے میں نہیں ہوتے بلکہ ان میں بعض دوسرے بعض سے افضل ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں بہتر اور جلدی مقام قرب تک پہنچاتے ہیں جیسے احادیث کی کتابوں میں اس کی طرف اشاہ کیا گیا ہے۔ عارف انسان نمازیں دعائیں ذکر اور اوراد کتابوں سے انتخاب کرے اور

اس کو ہمیشہ بجالاتا رہے جتنا زیادہ اور بہتر بجا لائیگا اتنا صفا اور نورانیت بہتر پیدا کرے گا اور مقامات عالیہ کی طرف صعود اور ترقی کرے گا ہم یہاں کچھ اعمال صالح کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور باقی کو کتابوں کی طرف مراجعہ کرنے کا کہتے ہیں لیکن اس کا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ فرائض اور نوافل ذکر اور ورد اس صورت میں عمل صالح اور موجب قرب ہونگے جب انہیں بطور اخلاص بجالایا جائے۔ عمل کا صالح اور نیک اور موجب قرب ہونا اخلاص اور خلوص کی مقدار کے لحاظ سے ہو گا لہٰذا پہلے ہم اخلاص اور خلوص میں بحث کرتے ہیں پھر کچھ تعداد اعمال صالح کی طرف اشارہ کریں گے۔

## اخلاص:۔

اخلاص کا مقام اور مرتبہ تکامل اور سیر و سلوک کے اعلیٰ ترین مرتبے میں سے ایک ہے اور خلوص کی وجہ سے انسان کی روح اور دل انوار الٰہی کا مرکز بن جاتا ہے اور اس کی زبان سے علم اور حکمت جاری ہوتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص خدا کے لئے چالیس دن خالص اور فارغ ہو جائے تو اس کے دل سے حکمت اور دانائی کے چشمے ابلتے اور جاری ہو جاتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے اعمال کو خدا کے لئے خالص بجالاتے ہیں اور اپنے دلوں کو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کا مرکز بنیں پاک رکھتے ہیں۔

حضرت زہراء علیہا السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص خالص عبادت اللہ تعالیٰ کی طرف بھیجے اللہ تعالیٰ بھی بہترین مصلحت اس پر نازل فرماتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے بندوں کا پاک دل اللہ تعالیٰ کی نگاہ کا مرکز ہوتا ہے جس شخص نے دل کو پاک کیا وہ اللہ تعالیٰ کا مورد نظر قرار پائیگا۔

پیغمبر علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے نقل کیا ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ خلوص اور اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے کہ جس

شخص کو میں دوست رکھتا ہوں اس کے دل میں یہ قرار دے دیتا ہوں۔

خلوص کے کئی مراتب اور درجات ہیں۔ کم از کم اس کا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت کو شرک اور ریاء اور خود نمائی سے پاک اور خالص کرے اور عبادت کو صرف خدا کے لئے انجام دے خلوص کی اتنی مقدار تو عبادت کے صحیح ہونے کی شرط ہے اس کے بغیر تو تقرب ہی حاصل نہیں ہوتا عمل کی قیمت اور ارزش اس کے شرک اور ریاء سے پاک اور خالص ہونے پر موقوف ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم تمہاری شکل اور عمل کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بہترین شریک ہوں جو شخص کسی دوسرے کو عمل میں شریک قرار دے (تو تمام عمل کو اسی کے سپرد کر دیتا ہوں) میں سوائے خالص عمل کے قبول نہیں کرتا امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم لوگوں کو قیامت میں ان کی نیت کے مطابق محشور کرے گا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے خوش نصیب ہے وہ شخص جو عبادت اور دعا کو صرف خدا کے لئے انجام دیتا ہے اور اپنی آنکھوں کو ان میں مشغول نہ کرے جو آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کی وجہ سے جو اس سے کان پر پڑتا ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو فراموش نہ کرے اور جو چیزیں دوسروں کو دی گئی ہیں ان پر غمگین نہ ہو۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ عمل میں خلوص سعادت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ عبادت قبول ہوتی ہے اور موجب قرب اور کمال ہوتی ہے جو ہر قسم کے ریاء اور خود پسندی اور خود نمائی سے پاک اور خالص ہو اور صرف اور صرف خدا کے لئے انجام دی جائے عمل کی قبولیت اور ارزش کا معیار خلوص اور اخلاص ہے جتنا خلوص زیادہ ہو گا اتنا ہی عمل کامل تر اور قیمتی ہو گا۔ عبادت کرنے والے کئی طرح کے ہوتے ہیں۔

ایک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور جہنم کی آگ کے خوف اور ڈر سے عبادت بجالاتے ہیں۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو بہشت کی نعمتوں اور آخرت کے ثواب کے لئے اوامر اور نواہی کی اطاعت کرتے ہیں ان کا اس طرح کا عمل اس کے صحیح واقع ہونے کے لئے تو مضر نہیں ہوتا ان کا ایسا عمل صحیح اور درست ہے اور موجب قرب اور ثواب بھی ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث میں لوگوں کو راہ حق کی ہدایت اور ارشاد اور تبلیغ کے لئے غالباً انہیں دو طریقوں سے استفادہ کیا گیا ہے بالخصوص پیغمبر علیہ السلام اور آئمہ اطہار اور اولیاء اللہ خداوند عالم کے عذاب سے ڈرتے تھے اور جزع اور فزع کیا کرتے تھے اور بہشت اور اس کی نعمتوں کے لئے شوق اور امید کا اظہار کیا کرتے تھے۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرانہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی پرستش اور عبادت کیا کرتے ہیں اس طرح کا عمل بجالانا اسکے منافی نہیں جو عمل کے قبول ہونے میں خلوص شرط ہے اسی واسطے احادیث میں لوگوں کو عمل بجالانے کی ترغیب اور شوق دلانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کریں بلکہ خود پیغمبر علیہ السلام اور آئمہ اطہار نے عبادت میں انہماک اور کوشش کرنے کا سبب یہ بتلایا ہے کہ کیا ہم اللہ کے شکرگزار بندے قرار نہ پائیں (افلا اکون عبداشکورا) گرچہ ان تینوں کے اعمال قابل قبول واقع ہوتے ہیں لیکن تیسرے قسم کے لوگ ایک خاص امتیاز اور قیمت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں غلوص زیادہ ہوتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں وہ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم وہ ہے جو آخرت کے ثواب حاصل کرنے کے لئے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا کردار تاجروں والا ہے دوسری قسم وہ ہے جو جہنم کے خوف سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں یہ اطاعت اور عبادت غلاموں اور نوکر والی ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرانے

کے ادا کرنے کے لئے عبادت کرتے ہیں یہ عبادت آزاد مردوں والی عبادت ہے۔

چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو نفس کی تکمیل اور روح کی تربیت کے لئے عبادت کرتے ہیں اس طرح کا قصد بھی اس خلوص کو جو عبادت کے صحیح ہونے میں شرط ہے ضرر نہیں پہنچاتا۔

پانچویں قسم اللہ کے ان ممتاز اور مخصوص بندوں کی ہے کہ جنہوں نے خدا کو اچھی طرح پہچان لیا ہے اور جانتے ہیں کہ تمام کمالات اور نیکیوں کا منبع اور سرچشمہ خدا ہے اس کی عبادت کرتا ہے اور چونکہ وہ اللہ کی بے انتہا قدرت اور عظمت کی طرف متوجہ ہیں اور اس ذات کے سوا کسی اور کو موثر نہیں دیکھتے صرف اسی ذات کو پرستش اور عبادت کے لائق سمجھتے ہیں اسی لئے خدا کو دوست رکھتے ہیں اور اس کی قدرت اور عظمت کے سامنے خضوع اور خشوع کرتے ہیں اور یہ اخلاص اور خلوص کا اعلیٰ ترین درجہ اور مرتبہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت کرنے والے تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ ثواب کی امید میں عبادت کرتا ہے یہ عبادت حریص لوگوں کی ہے کہ جن کی غرض طمع ہوتا ہے دوسرا گروہ وہ ہے جو دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے۔ یہ عبادت غلاموں کی عبادت ہے کہ خوف اس کا سبب بنتا ہے لیکن میں چونکہ خدا کو دوست رکھتا ہوں اسی لئے اس کی پرستش اور عبادت کرتا ہوں یہ عبادت بزرگوں اور اشراف لوگوں کی ہے اس کا سبب اطمینان اور امن ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وھم فزع یومئذ امنون کہ وہ قیامت کے دن امن میں ہیں۔ نیز اللہ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفر لکم ذنوبکم ○ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے اے میرے مالک۔ میں تیری عبادت نہ دوزخ کے خوف سے اور نہ بہشت کے طمع میں کرتا ہے بلکہ میں تیری عبادت اس لئے کرتا ہوں کہ تجھے عبادت اور پرستش کے لائق جانتا ہوں۔

یہ تمام گروہ مخلص ہیں اور ان کی عبادت قبول واقع ہو گی لیکن خلوص اور اخلاص کے لحاظ سے ایک مرتبے میں نہیں ہیں بلکہ ان میں کامل اور کاملتر موجود ہیں

پانچویں قسم اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہے لیکن یہ واضح رہے کہ جو عبادت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں وہ نچلے درجہ کو بھی رکھتے ہیں اور اس کے فاقد نہیں ہوتے بلکہ نچلے درجے کے ساتھ اعلیٰ درجے کو بھی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص اور صدیقین بندے بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ان کے لطف اور کرم کی امید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سامنے شکر ادا کرتے ہیں اور معنوی تقرب اور قرب کے طالب ہوتے ہیں لیکن ان کی عبادت کا سبب فقط یہی نہیں ہوتا اور چونکہ وہ خدا کی سب سے اعلیٰ ترین معرفت رکھتے ہیں اسی لئے اس کی عبادت اور پرستش کرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ممتاز اور منتخب بندے ہیں مقامات عالیہ کے علاوہ نچلے سارے درجات رکھتے ہیں کیونکہ جو انسان تکامل کے لئے سیر و سلوک کرتا ہے جب وہ اعلیٰ درجے تک پہنچتا ہے تو نچلے درجات کو بھی طے کر کے جاتا ہے۔

اب تک جو ذکر ہوا ہے وہ عبادت میں خلوص اور اخلاص تھا لیکن خلوص صرف عبادت میں منحصر نہیں ہوتا بلکہ عارف انسان تدریجا ایک ایسے مقام تک جا پہنچتا ہے کہ وہ خود اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو جاتا ہے اور تمام غیروں کو اپنے دل سے اس طرح نکال دیتا ہے کہ اس کے اعمال اور حرکات اور افکار خداوند عالم کے ساتھ اختصاص پیدا کر لیتے ہیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کی رضایت کے کوئی کام بھی انجام نہیں دیتا اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور خدا کے سوا کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔ اس کی کسی سے دوستی اور دشمنی صرف خدا کے لئے ہوا کرتی ہے اور یہ اخلاص کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں خوش نصیب ہے وہ شخص کہ جس کا عمل اور علم محبت اور بغض کرنا اور نہ کرنا بولنا اور ساکت رہنا تمام کا تمام خدا کے لئے خالص ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی محبت اور دشمنی خرچ کرنا اور نہ کرنا صرف خدا کے لئے ہو یہ ان انسانوں میں سے ہے کہ جس کا ایمان کامل

ہوتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بندے کے دل میں سوائے خدا کے اور کوئی چیز نہ رکھی ہو تو اس کو اس سے اور کوئی شریف ترین چیز عطا نہیں کی۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کہاں ہے وہ دل جو اللہ تعالیٰ کو بخش دیا گیا ہو اور اس کی اطاعت کا پیمان اور عہد باندھا گیا ہو۔

جب کوئی عارف انسان اس مرتبے تک پہنچ جائے تو خدا بھی اس کو اپنے لئے خالص قرار دے دیتا ہے اور اپنی تائید اور فیض اور کرم سے اس کو گناہوں سے محفوظ کر دیتا ہے اس طرح کا انسان مخلص پہچانا جاتا ہے اور مخلص انسان اللہ تعالیٰ کے ممتاز بندوں میں سے ہوتے ہیں۔

خداوند عالم قران میں فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو آخرت کی یاد کے لئے خالص قرار دے دیا ہے۔

قران کریم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ یقیناً" وہ خالص ہو گیا ہے اور رسول اور پیغمبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خالص بندے ایک ایسے مقام تک پہنچتے ہیں کہ شیطن ان کو گمراہ کرنے سے نا امید ہو جاتا ہے قرآن کریم شیطن کی زبانی نقل کرتا ہے کہ اس نے خداوند عالم سے کہا کہ مجھے تیری عزت کی قسم کہ میں تیرے تمام بندوں کو سوائے مخلصین کے گمراہ کروں گا اور مخلصین کے گمراہ کرنے میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے۔ بلکہ اخلاص کے لئے روح اور دل کو پاک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور عبادت کرنے میں کوشش اور جہاد کرنا ہوتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عبادت کا نتیجہ اور ثمر اخلاص ہوتا ہے۔

جیسے کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ چالیس دن تک عبادت اور ذکر کو برابر بجا لانا دل کے صفا اور باطنی نورانیت اور مقام اخلاص تک پہنچنے کے لئے سبب اور موثر اور مفید ہوتا ہے نہ صرف ایک دفعہ بلکہ تدریجاً اور اخلاص کے باطنی مراحل طے کرتے رہنے سے ایسا ہو سکتا ہے۔

# کچھ نیک اعمال

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ انسان کو تکامل تک پہچانے اور قرب اور ارتقاء کے مقام تک لے جانے کا راستہ صرف اور صرف وحی الہی اور شریعت کی پیروی کرنے میں منحصر ہے اور یہی وہ راستہ ہے کہ جسے انبیاء علیہم السلام نے بیان کیا ہے اور خود اس پر عمل کیا ہے اور اسے واجبات اور مستحبات سے بیان کیا ہے یہی عمل صالح ہے۔ عمل صالح یعنی واجبات اور مستحبات جو اسلام میں بیان کئے گئے ہیں اور انہیں قرآن اور احادیث اور دعاؤں کی کتابوں میں لکھا گیا ہے آپ انہیں معلوم کر سکتے ہیں اور ان پر عمل کر کے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں لیکن ہم یہاں پر ان میں سے - کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

## اول واجب نمازیں

قرب الہی اور سیر و سلوک معنوی کے لئے نماز ایک بہترین سبب اور عامل ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر پرہیز گار انسان کے لئے نماز قرب الہی کا وسیلہ ہے۔

معاویہ بن وھب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ بہترین وسیلہ جو بندوں کو خدا کے نزدیک کرتا ہے اور خدا اسے دوست رکھتا ہے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کی معرفت کے بعد میں نماز سے بہتر کوئی اور کسی چیز کو وسیلہ نہیں پاتا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے مجھے جب تک زندہ ہوں نماز اور زکواۃ کی سفارش کی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز محبوب ترین عمل ہے۔ انبیاء کی آخری وصیت نماز ہے۔ کتنا ہی اچھا ہے کہ انسان غسل کرے اور اچھی طرح وضوء کرے اس وقت ایک ایسے گوشہ میں بیٹھ جائے کہ اسے کوئی نہ دیکھے اور رکوع اور سجود میں مشغول ہو جائے جب انسان سجدے میں جائے اور سجدے کو طول دے تو شیطن داد اور فریاد کرتا ہے کہ اس بندے نے خدا کی اطاعت کی اور

سجدہ کیا اور میں نے سجدے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک بندہ کی خدا کے نزدیک ترین حالت اس وقت ہوتی ہے جب وہ سجدے میں ہوتا اس واسطے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ واسجد و اقترب

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو آسمان سے اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اس کے اردگرد ملائکہ گھیرا کر لیتے ہیں ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اگر یہ نماز کی ارزش اور قیمت کو جانتا تو کبھی نماز سے روگردانی نہ کرتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب مومن بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو خداوند عالم نماز سے فارغ ہونے تک اس کی طرف نگاہ کرتا ہے اور آسمان سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے گھیر لیتی ہے اور فرشتے اس کے اردگرد گھیرا ڈال دیتے ہیں خداوند اس پر ایک فرشتے کو معین کر دیتا ہے جو اسے کہتا ہے کہ اے نماز پڑھنے والے اگر تو جان لیتا کہ تو کس کی توجہ کا مرکز ہے اور کس سے مناجات کر رہا ہے تو پھر تو کسی دوسری چیز کی طرف ہرگز توجہ نہ کرتا اور کبھی یہاں سے باہر نہ جاتا۔

## نماز میں حضور قلب

نماز ایک ملکوتی اور معنوی مرکب ہے کہ جس کی ہر جزو میں ایک مصلحت اور راز مخفی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے راز اور نیاز انس محبت کا وسیلہ اور ارتباط ہے۔ قرب الٰہی اور تکامل کا بہترین وسیلہ ہے۔ مومن کے لئے معراج ہے برائیوں اور منکرات سے روکنے والی ہے۔ معنویت اور روحانیت کا صاف اور شفاف چشمہ ہے جو بھی دن رات میں پانچ دفعہ اس میں جائے نفسانی آلودگی اور گندگی سے پاک ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی امانت اور اعمال کے قبول ہونے کا معیار اور ترازو ہے۔

نماز آسمانی راز اور اسرار سے پر ایک طرح کا مرکب ہے لیکن اس کی شرط یہ

ہے کہ اس میں روح اور زندگی ہو۔ نماز کی روح حضور قلب اور معبود کی طرف توجہ اور اس کے سامنے خضوع اور خشوع ہے۔ رکوع اور سجود قرات اور ذکر تشہد اور سلام نماز کی شکل اور صورت کو تشکیل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور حضور قلب نماز کے لئے روح کی مانند ہے۔ جیسے جسم روح کے بغیر مردہ اور بے خاصیت ہے نماز بھی بغیر حضور قلب اور توجہ کے گرچہ تکلیف شرعی تو ساقط ہو جاتی ہے لیکن نماز پڑھنے والے کو اعلیٰ مراتب تک نہیں پہنچاتی نماز کی سب سے زیادہ غرض اور غایت اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر کرنا ہوتا ہے۔ خداوند عالم پیغمبر علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ نماز کو میری یاد کے لئے برپا کر۔

قرآن مجید میں نماز جمعہ کو بطور ذکر کہا گیا ہے یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو جب نماز جمعہ کے لئے آواز دی جائی تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جلدی کرو۔

نماز کے قبول ہونے کا معیار حضور قلب کی مقدار پر قرار پاتا ہے جتنا نماز میں حضور قلب ہو گا اتنا ہی نماز مورد قبول واقع ہو گی۔ اسی لئے احادیث میں حضور قلب کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کبھی آدھی نماز قبول ہوتی ہے اور کبھی تیسرا حصہ اور کبھی چوتھائی اور کبھی پانچواں حصہ اور کبھی دسواں حصہ۔ بعض نمازیں پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نماز پڑھنے والے کے سر پر مار دی جاتی ہے۔ تیری نماز اتنی مقدار قبول کی جائیگی جتنی مقدار تو خدا کی طرف توجہ کرے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو خدا اس کی طرف توجہ کرتا ہے اور اپنی توجہ کو اس سے نہیں ہٹاتا مگر جب تین دفعہ وہ خدا سے غافل ہو جائے اس وقت خداوند عالم بھی اس سے اعراض اور روگردانی کر لیتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سستی اور بیہودہ حالت میں نماز نہ پڑھو۔ نماز کی حالت میں اپنی فکر میں نہ رہو کیونکہ تم خدا کے سامنے کھڑے ہو۔ جان

لو کہ نماز سے اتنی مقدار قبول ہوتی ہے جتنی مقدار تیرا دل اللہ کی طرف توجہ کرے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ نماز کی حالت میں خدا کے علاوہ کسی کی طرف متوجہ ہو تو خدا اس سے کہتا ہے کہ اے میرے بندے کس کا ارادہ کیا ہے اور کس کو طلب کرتے ہو؟ کیا میرے علاوہ کسی کو خالق اور حفاظت کرنے والا ڈھونڈتے ہو؟ کیا میرے علاوہ کسی کو بخشنے والا طلب کرتے ہو؟ جب کہ میں کریم اور بخشنے والوں سے زیادہ کریم اور بخشنے والا ہوں اور سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہوں میں تمہیں اتنا ثواب دونگا کہ جسے شمار نہیں کیا سکے گا میری طرف توجہ کر کیونکہ میں اور میرے فرشتے تیری طرف توجہ کر رہے ہیں اگر نمازی نے خدا کی طرف توجہ کی تو اس دفعہ اس کے گزرے ہوئے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اس نے دوسری دفعہ خدا کے علاوہ کسی طرف توجہ کی تو خداوند عالم دوبارہ اسے سابقہ گفتگو کی طرح خطاب کرتا ہے اگر اس نے نماز کی طرف توجہ کر لی تو اس کا غفلت کرنے والا گناہ بخشا جاتا ہے اور اس کے آثار زائل ہو جاتے ہیں اور اگر تیسری دفعہ نماز سے توجہ ہٹا لے خدا پھر بھی پہلے کی طرح اسے خطاب کرتا ہے اگر اس دفعہ نماز کی توجہ کر لے تو اس دفعہ اس کا غفلت والا گناہ بخش دیا جاتا ہے اور اگر چوتھی دفعہ نماز سے توجہ ہٹا لے تو خدا اور اس کے ملائکہ اس سے توجہ ہٹا لیتے ہیں۔ خدا اس سے کہتا ہے کہ تجھے اسی کی طرف چھوڑے دیا ہے کہ جس کی طرف توجہ کر رہا ہے۔

نماز کی ارزش اور قیمت خدا کی طرف توجہ اور حضور قلب سے ہوتی ہے توجہ اور حضور قلب کی مقدار جتنا اسے باطنی صفا اور تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ بلا وجہ انبیاء علیہم السلام اور آئمہ اطہار اور اولیاء کرام نماز کو اتنی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو آپ کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اور آپکے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔

آپ سے اس تبدیلی اور اضطراب کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا

کہ اس وقت اس امانت کے ادا کرنے کا وقت آ پہنچا ہے جو آسمان اور زمین پر ڈالی گئی تھی لیکن وہ ڈر گئے تھے اور اس امانت کے اٹھانے سے انکار کر دیا تھا لیکن انسان نے اس بڑی امانت کے اٹھانے کو قبول کر لیا تھا میرا خوف اس لئے ہے کہ آیا میں اس امانت کو ادا کر لونگا یا نہ؟

امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے احوال میں کہا گیا ہے کہ نماز کے وقت ان کے چہرے کا رنگ زرد اور سرخ ہو جاتا تھا اور نماز کی حالت میں اس طرح ہوتے تھے کہ گویا اس سے گفتگو کر رہے ہیں کہ جسے وہ دیکھ رہے ہیں۔

امام زین العابدین کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا تھا اور ایک حقیر بندے کی طرح خدا کے سامنے کھڑے ہوتے تھے آپ کے بدن کے اعضاء خدا کے خوف سے لرزتے تھے اور آپ کی نماز ہمیشہ وداعی اور آخری نماز کی طرح ہوا کرتی تھی کہ گویا آپ اس کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھ سکیں گے۔

حضرت زہرا علیہا السلام کے بارے میں ہے کہ نماز کی حالت میں سخت خوف کی وجہ سے آپ کی سانس رکنے لگ جاتی تھی۔

امام حسن علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے کہ نماز کی حالت میں آپ کا بدن مبارک لرزنے لگتا تھا اور جب بہشت یا دوزخ کی یاد کرتے تو اس طرح لوٹتے پوٹتے کہ جیسے سانپ نے ڈس لیا ہو اللہ تعالیٰ سے بہشت کی خواہش کرتے اور دوزخ سے پناہ مانگتے تھے۔

حضرت عائشہ رسول خدا کے بارے میں فرماتی ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کر رہی ہوتی جب نماز کا وقت آتا تو آپ اس طرح متقلب ہوتے کہ گویا اپ مجھے نہیں پہچانتے اور میں انہیں نہیں پہچانتی۔

امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نماز کی حالت میں تھے کہ آپ کے کندھے سے عبا کر گئی لیکن آپ متوجہ نہیں ہوئے جب آپ نماز سے

فارغ ہوئے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک نے عرض کی اے فرزند رسولؐ آپ کی عباء نماز کی حالت میں گر گئی اور آپ نے توجہ نہیں کی؟ اپ نے فرمایا کہ افسوس ہو تم پر جانتے ہو کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہوا تھا؟ اس ذات کی توجہ نے مجھے عباء کے گرنے کی توجہ سے روکا ہوا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ بندہ کی نماز اتنی مقدار قبول ہوتی ہے کہ جتنا وہ خدا کی طرف حضور قلب رکھتا ہو۔ اس نے عرض کی۔ اے فرزند رسولؐ پس ہم تو ہلاک ہو گئے؟ اپ نے فرمایا نہیں۔ اگر تم نوافل پڑھو تو خدا ان کے وسیلے سے تمہاری نماز کو پورا کر دے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ نماز کی حالت میں آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا اور آپ کے سینے سے قلفے کی طرح آواز اٹھتی ہوئی سنی جاتی تھی اور جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اس لباس کی طرح جو زمین پر گرا ہوا ہو حرکت نہیں کیا کرتے تھے۔

## حضور قلب کے مراتب

حضور قلب اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے مختلف درجات ہیں کہ ان میں سے بعض کامل اور دوسرے بعض زیادہ کامل ہیں۔ عارف انسان آہستہ آہستہ ان درجات کو طے کرے تاکہ قرب اور شہود کے اعلیٰ درجے اور عالیتر مقام کو حاصل کر لے۔ یہ ایک طویل راستہ ہے اور متعدد مقامات رکھتا ہے کہ جس کی وضاحت مجھ جیسے محروم انسان سے دور ہے دور سے دیکھنے والا جو حسرت کی آگ میں جل رہا ہے یہ اس کی قدرت اور طاقت سے خارج ہے لیکن اجمالی طور سے بعض مراتب کی طرف اشارہ کرتا ہوں شاید کہ عارف انسان کے لئے فائدہ مند ہو۔

## پہلا مرتبہ

یوں ہے کہ نماز پڑھنے والا تمام نماز یا نماز کے بعض حصے میں اجمالی طور سے توجہ کرے کہ خداوند عالم کے سامنے کھڑا ہوا ہے اور اس ذات کے ساتھ ہم کلام اور راز د

نیاز کر رہا ہے گرچہ اسے الفاظ کے معانی کی طرف توجہ نہ بھی ہو اور تفصیلی طور سے نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

## دوسرا مرتبہ

قلب کے حضور اور توجہ کا یوں ہوتا کہ نمازی علاوہ اس کے کہ وہ نماز کی حالت میں اپنے آپ کو یوں جانے کہ خدا کے سامنے کھڑا اور آپ سے راز و نیاز کر رہا ہے ان کلمات کے معانی کی طرف بھی توجہ کرے جو پڑھ رہا ہے اور سمجھے کہ وہ خدا سے کیا کہہ رہا ہے اور کلمات اور الفاظ کو اس طرح ادا کرے کہ گویا ان کے معانی کو اپنے دل پر خطور دے رہا ہے مثل اس ماں کے جو الفاظ کے ذریعے اپنے فرزند کو معانی کی تعلیم دیتی ہے۔

## تیسرا مرتبہ

یہ ہے کہ نمازی تمام سابقہ مراتب بجا لاتے ہوئے تکبیر اور تسبیح تقدیس اور تحمید اور دیگر اذکار اور کلمات کی حقیقت کو خوب جانتا ہو اور ان کو علمی دلیلوں کے ذریعے پہچانتا ہو اور نماز کی حالت میں ان کی طرف متوجہ ہو اور خوب جانے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا چاہتا ہے اور کس ذات سے ہم کلام ہے۔

## چوتھا مرتبہ

یہ ہے کہ نمازی ان سابقہ مرحلوں کے ساتھ کلمات اور اذکار کے معانی اور معارف کو اچھی طرح اپنی ذات کے اندر سموئے اور کامل یقین اور ایمان کے درجے پر جا پہنچے اس حالت میں زبان دل کی پیروی کرے گی اور دل چونکہ ان حقائق کا ایمان رکھتا ہے زبان کو ذکر کرنے پر امادہ اور مجبور کرے گا۔

## پانچواں مرتبہ

یہ ہے کہ نمازی سابقہ تمام مراحل کے ساتھ کشف اور شہود اور حضور کامل تک

جا پہنچے اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات کو اپنی باطنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے اور سوائے خدا کے اور کسی چیز کو نہ دیکھے یہاں تک کہ اپنے آپ اور اذکار اور افعال اور حرکات کی طرف بھی متوجہ نہ ہو خدا سے ہم کلام ہے یہاں تک کہ متکلم اور کلام سے بھی غافل ہے اپنے آپ کو بھی گم اور ختم کر چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جمال کے مشاہدے میں محو اور غرق ہے۔ یہ مرتبہ پھر کئی مراتب اور درجات رکھتا ہے کہ عارف انسانوں کے لحاظ سے فرق کر جاتا ہے۔ یہ مرتبہ ایک عمیق اور گہرا سمندر ہے بہتر یہی ہے کہ مجھ جیسا محروم انسان اس میں وارد نہ ہو اور اس کی وضاحت ان کے اہل اور مستحق لوگوں کی طرف منتقل کر دے۔ اللھم ارزقنا حلا وۃ ذکرک و مشاھدۃ جمالک

## حضور قلب اور توجہ کے اسباب

جتنی مقدار حضور قلب اور توجہ کی ارزش اور قیمت زیادہ ہے اتنی مقدار یہ کام مشکل اور سخت دشوار بھی ہے۔ جب انسان نماز میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالنا شروع کر دیتا ہے اور دل کو دائما ادھر ادھر لے جاتا ہے اور مختلف خیالات اور افکار میں مشغول کر دیتا ہے۔ اسی حالت میں انسان حساب کرنا شروع کر دیتا ہے نقشے بناتا ہے اور گذرے ہوئے اور آئندہ کے مسائل میں فکر کرنا شروع کر دیتا ہے۔ علمی مطالب کو حل کرتا ہے اور بسا اوقات ایسے مسائل اور موضوعات کو کہ جن کو بالکل فراموش کر چکا ہے نماز کی حالت میں یاد کرتا ہے اور اس وقت اپنے آپ میں متوجہ ہوتا ہے کہ جب نماز ختم کر چکا ہوتا ہے اور اگر اس کے درمیان تھوڑا سا نماز کی فکر میں چلا بھی جائے تو اس سے فورا منصرف ہو جاتا ہے۔

بہت ہی تعجب اور افسوس کا مقام ہے۔ کیا کریں کہ اس سرکش اور بیہودہ سوچنے والے نفس پر قابو پائیں کس طرح نماز کی حالت میں مختلف خیالات اور افکار کو اپنے آپ سے دور کریں اور صرف خدا کی یاد میں رہیں۔ جن لوگوں نے یہ راستہ طے

کرلیا ہے اور انہیں اس کی توفیق حاصل ہوئی ہے وہ ہماری بہتر طریقے سے راہنمائی کر سکتے ہیں۔ بہتر یہ تھا کہ یہ قلم اور لکھنا ان ہاتھ میں ہوتا لیکن یہ حقیر اور محروم بھی چند مطالب کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حضور قلب اور توجہ کے لئے فائدہ مند ہوں گے۔

1- گوشہ نشینی

اگر مستحب نماز یا فرادی نماز پڑھے تو بہتر ہے کہ کسی تنہائی کے مکان کو منتخب کرے کہ جہاں شور وشین نہ ہو اور وہاں کوئی فوٹو وغیرہ یا کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کرے اور عمومی جگہ پر نماز پڑھے اور اگر گھر میں نماز پڑھے تو بہتر ہے کہ کسی خاص گوشے کو منتخب کرلے اور ہمیشہ وہاں نماز پڑھتا رہے نماز کی حالت مین صرف سجدہ گاہ پر نگاہ رکھے یا اپنی آنکھوں کو بند رکھے اور ان مین سے جو حضور قلب اور توجہ کے لئے بہتر ہو اسے اختیار کرے اور بہتر یہ ہے کہ چھوٹے کمرے یا دیوار کے نزدیک نماز پڑھے کہ دیکھنے کے لئے زیادہ جگہ نہ ہو اور اگر نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھے تو پھر صرف سجدہ گاہ پر نگاہ کرے اور اگر پیش نماز بلند آواز سے قرات پڑھے تو اس کی قرائت کی طرف خوب توجہ کرے۔

2- رکاوٹ کا دور کرنا

نماز شروع کرنے سے پہلے جو حضور قلب اور توجہ کا مانع اور رکاوٹ ہے اسے دور کرے پھر نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور اگر پیشاب اور پاخانے کا زور ہو تو پہلے اس سے فارغ ہو جائے اس کے بعد وضو کرے اور نماز میں مشغول ہو اور اگر سخت بھوک اور پیاس لگی ہوئی ہو تو پہلے کھانا اور پانی پی لے اور اس کے بعد نماز پڑھے اور اگر پیٹ کھانے سے بھرا ہوا اور نماز پڑھنے کو دل نہ چاہتا ہو تو پھر ٹھہر جائے اور صبر کرے یہاں تک کہ نماز پڑھنے کو دل چاہنے لگے۔

اور اگر زیادہ تھکاوٹ یا نیند کے غلبے سے نماز پڑھنے کو دل نہ چاہتا ہو۔ تو پہلے اپنی تھکاوٹ اور نیند کو دور کرے اس کے بعد نماز پڑھے۔ اور اگر کسی مطلب کے واضح

نہ ہونے یا کسی واقعہ کے رونما ہونے سے پریشان ہو اگر ممکن ہو تو پہلے اس پریشانی کے اسباب کو دور کرے اور پھر نماز میں مشغول ہو سب سے بڑی رکاوٹ دنیاوی امور سے محبت اور علاقہ اور دلبستگی ہوا کرتی ہے۔ مال و متاع۔ جاہ و جلال اور منصب و ریاست اہل و عیال یہ وہ چیزیں ہیں جو حضور قلب کی رکاوٹ ہیں ان چیزوں سے محبت انسان کے افکار کو نماز کی حالت میں اپنی طرف مائل کر دیتے ہیں اور ذات الہی کی طرف متوجہ ہونے کو دور کر دیتے ہیں۔ نمازی کو ان امور سے قطع تعلق کرنا چاہئے تاکہ اس کی توجہ اور حضور قلب اللہ تعالٰی کی طرف آسان ہو جائے۔

## 3- قوت ایمان

انسان کی اللہ تعالٰی کی طرف توجہ اس کی معرفت اور شناخت کی مقدار کے برابر ہوتی ہے اگر کسی کا اللہ تعالٰی پر ایمان یقین کی حد تک پہنچا ہوا ہو اور اللہ تعالٰی کی قدرت اور عظمت اور علم اور حضور اور اس کے محیط ہونے کا پوری طرح یقین رکھتا ہو تو وہ قہرا اللہ تعالٰی کے سامنے خضوع اور خشوع کرے گا۔ اور اس غفلت اور فراموشی کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ جو شخص خدا کو ہر جگہ حاضر اور ناظر جانتا ہو اور اپنے آپ کو اس ذات کے سامنے دیکھتا ہو تو نماز کی حالت میں جو ذات الہی سے ہم کلامی کی حالت ہوتی ہے کبھی بھی اللہ تعالٰی کی یاد سے غافل نہیں ہو گا۔ جیسے اگر کوئی طاقت ور بادشاہ کے سامنے بات کر رہا ہو تو اس کے حواس اسی طرف متوجہ ہونگے اور جانتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے اگر کوئی اللہ تعالٰی کو عظمت اور قدرت والا جانتا ہو تو پھر وہ نماز کی حالت میں اس سے غافل نہیں ہو گا لہذا انسان کو اپنے ایمان اور معرفت الہی کو کامل اور قوی کرنا چاہئے تاکہ نماز میں اسے زیادہ حضور قلب حاصل ہو سکے۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ خدا کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ آپ کا نماز میں ایک رنگ آتا تھا اور جاتا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ اس معبود کو کہ جس کے سامنے کھڑے تھے کامل طور سے پہچانتے تھے۔

## 4- موت کی یاد

حضور قلب اور توجہ کے پیدا ہونے کی حالت کا ایک سبب موت کا یاد کرنا ہو سکتا ہے اگر انسان مرنے کی فکر میں ہو اور متوجہ ہو کہ موت کا کوئی وقت نہیں ہوتا ہر وقت اور ہر شرائط میں موت کا واقع ہونا ممکن ہے یہاں تک کہ شاید یہی نماز اس کی آخری نماز ہو تو اس حالت میں وہ نماز کو غفلت سے نہیں پڑھے گا بہتر ہے کہ انسان نماز سے پہلے مرنے کی فکر میں جائے اور یوں تصور کرے کہ اس کے مرنے کا وقت آ پہنچا ہے اور حضرت عزائیل علیہ السلام اس کی روح قبض کرنے کے لئے حاضر ہو چکے ہیں تھوڑا سا وقت زیادہ نہیں رہ گیا اور اس کے اعمال کا دفتر اس کے بعد بند ہو جائیگا اور ابدی جہاں کی طرف روانہ ہو جائے گا وہاں اس کے اعمال کا حساب و کتاب لیا جائے گا جس کا نتیجہ یا ہمیشہ کی سعادت اور اللہ تعالٰی کے مقرب بندوں کے ساتھ زندگی کرنا ہو گا اور یا بد بختی اور جہنم کے گڑھے میں گر کر عذاب میں مبتلا ہونا ہو گا۔

اس طرح کی فکر اور مرنے کو سامنے لانے سے نماز میں حضور قلب اور توجہ کی حالت بہتر کر سکے گا اور اپنے آپ کو خالق کائنات کے سامنے دیکھ رہا ہو گا اور نماز کو خضوع اور خشوع کی حالت میں آخری نماز سمجھ کر بجا لائیگا نماز کے شروع کرنے سے پہلے اس طرح اپنے آپ میں حالت پیدا کرے اور نماز کے آخر تک یہی حالت باقی رکھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ واجب نماز کو اس کے وقت میں اس طرح ادا کرو کہ وہ تمہاری وداعی اور آخری نماز ہے اور یہ خوف رہے کہ شاید اس

کے بعد نماز پڑھنے کی توفیق حاصل نہ ہو۔ نماز پڑھنے کی حالت میں سجدہ گاہ پر نگاہ رکھے اور اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے نزدیک کوئی تجھے دیکھ رہا ہے اور پھر تو نماز کو اچھی طرح پڑھنے لگے تو جان لے کہ تو اس ذات کے سامنے ہے جو تجھے دیکھ رہا ہے لیکن تو اس کو نہیں دیکھ رہا۔

5- آمادگی

جب نمازی نے تمام رکاوٹیں دور کر لی ہوں تو پھر کسی خلوت اور تنہائی کی مناسب جگہ جا کر نماز پڑھنے کے لئے تیار ہو جائے اور نماز شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عظمت اور قدرت اور اپنی ناتوانی اور کمزوری کو یاد کرے اور یہ یاد کرے کہ وہ پروردگار اور تمام چیزوں کے مالک کے سامنے کھڑا ہے اور اس سے ہمکلام ہے۔ ایسی عظیم ذات کے سامنے کھڑا ہے کہ جو تمام افکار یہاں تک کہ مخفی سوچ اور فکر کو جانتا ہے۔ موت اور اعمال کے حساب اور کتاب بہشت اور دوزخ کو سامنے رکھے اور احتمال دے کہ شاید یہ اس کی آخری نماز ہو اپنی اس سوچ اور فکر کو اتنا زیادہ کرے کہ اس کی روح اس کی تابع اور مطیع ہو جائے اس وقت توجہ اور حضور قلب سے اذان اور اقامہ کہتے اور اس کے بعد نماز کی طرف مہیا ہونے والی یہ دعا پڑھے۔ اللھم الیک توجھت و مرضا تک طلبت وثوابک ابتغیت و بک امنت و علیک توکلت اللھم صل علی محمد وال محمد وافتح مسامع قلبی لذکرک و ثبتنی علی دینک و دین نبیک ولا تزغ قلبی بعد اذھدیتنی و ھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

اس دعا کے پڑھنے کے وقت ان کلمات کی معانی کی طرف توجہ کرے پھر یہ کہے۔ یا محسن قد اتاک المسئی یا محسن احسن الی

اگر حضور قلب اور توجہ پیدا ہو جائے تو پھر تکبیرۃ الاحرام کہے اور نماز میں

مشغول ہو جائے اور اگر احساس ہو جائے کہ ابھی وہ حالت پیدا نہیں ہوئی تو پھر استغفار کرے اور شیطانی خیالات سے خداوند عالم سے پناہ مانگے اور اتنا اس کو تکرار کرے کہ اس میں وہ حالت پیدا ہو جائے تو اس وقت حضور قلب پیدا کر کے تکبیرۃ الاحرام کے معنی کی طرف توجہ کرے نماز میں مشغول ہو جائے لیکن متوجہ رہے کہ وہ کس ذات سے ہمکلام ہے اور کیا کہہ رہا ہے اور متوجہ رہے کہ زبان اور دل ایک دوسرے کے ہمراہ ہوں اور جھوٹ نہ بولے کیاجانتا ہے کہ اللہ اکبر کے معنی کیا ہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کی تعریف اور وصف کی جا سکے درست متوجہ رہے کہ کیا کہتا ہے آیا جو کہہ رہا ہے اس پر ایمان بھی رکھتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب تو نماز کے قصد سے قبلہ رخ کھڑا ہو تو دنیا اور جو کچھ اس مین ہے لوگوں اور ان کے حالات اور اعمال سب کو ایک دفعہ بھولا دے اور اپنے دل کو ہر قسم کے ایسے کام سے جو تجھے یاد خدا سے روکتے ہوں دل سے نکال دے اور اپنی باطنی آنکھ سے ذات الٰہی کی عظمت اور جلال کا مشاہدہ کر اور اپنے آپ کو خدا کے سامنے اس دن کے لئے حاضر جان کہ جس دن کے لئے تو نے اپنے اعمال اگلی دنیا کے لئے بھیجے ہیں اور وہ ظاہر ہونگے اور خدا کی طرف رجوع کرین گے اور نماز کی حالت مین خوف اور امید کے درمیان رہ تکبیرۃ الاحرام کہنے کے وقت جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے معمولی شمار کر کیونکہ جب نمازی تکبیرۃ الاحرام کہتا ہے خداوند عالم اسکے دل پر نگاہ کرتا ہے اگر تکبیر کی حقیقت کی طرف متوجہ نہ ہو تو اسے کہتا ہے اے جھوٹے۔ مجھے دھوکا دینا چاہتا ہے؟ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم میں تجھے اپنے ذکر کی لذت سے محروم کرونگا اور اپنے قرب اور اپنی مناجات کرنے کی لذت سے محروم کر دونگا۔

درست ہے کہ نیت اور تکبیرۃ الاحرام کے وقت اس طرح کی تیاری قلب کے حضور کے لئے بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے لیکن سب سے اہم تر یہ ہے کہ ایسی حالت استمرار پیدا کرے اگر معمولی سے غفلت طاری ہو گئی تو انسان کی روح ادھر ادھر

پرواز کرنے لگے گی اور حضور اور توجہ خداوند عالم کی طرف سے ہٹ جائیگی۔ لہٰذا نمازی کو تمام نماز کی حالت میں اپنے نفس کی مراقبت اور حفاظت کرنی چاہئے اور مختلف خیالات اور افکار کو روکنا چاہئے ہمیشہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے حاضر سمجھے اور اس طرح نماز پڑھے کہ خدا کے ساتھ کلام کر رہا ہے اور اس کے سامنے رکوع اور سجود کر رہا ہے اور کوشش کرے کہ قرائت کرتے وقت ان کے معانی کی طرف متوجہ رہے اور غور کرے کہ کیا کہہ رہا ہے اور کس عظیم ذات کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے اس حالت کو نماز کے آخر تک باقی رکھے گرچہ یہ کام بہت مشکل اور دشوار ہے لیکن نفس کی مراقبت اور کوشش کرنے سے آسان ہو سکتا ہے والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا اگر اسے اس کی ابتداء مین توفیق حاصل نہ ہو تو ناامید نہ ہو بلکہ بطور حتمی اور کوشش کر کے عمل میں وارد ہو تاکہ تدریجا نفس پر تسلط حاصل کر لے۔ مختلف خیالات کو دل سے نکالے اور اپنے آپ کو خدا کی طرف توجہ دے اگر ایک دن یا کئی ہفتے اور مہینے یہ ممکن نہ ہوا ہو تو مایوس اور ناامید نہ ہو اور کوشش کرے کیونکہ یہ بہر حال ایک ممکن کام ہے۔ انسانوں کے درمیان ایسے بزرگ انسان تھے اور ہیں کہ جو اول نماز سے آخر نماز تک پورا حضور قلب رکھے تھے اور نماز کی حالت میں خدا کے علاوہ کسی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے۔ ہم بھی اس بلند و بالا مقام تک پہنچنے سے ناامید نہ ہوں اگر کامل مرتبہ تک نہیں پہنچ پائے تو کم از کم جتنا ممکن ہے اس تک پہنچ جائیں تو اتنا ہی ہمارے لئے غنیمت ہے۔

## دوسرا۔ نوافل

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سیر اور سلوک اور اللہ تعالٰی سے تقرب کا بہترین راستہ نماز ہے۔ اللہ تعالٰی انسان کی خلقت کی خصوصیت کے لحاظ سے اس کے تکامل اور کمال حاصل کرنے کے طریقوں کو دوسروں سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے نماز کو بنایا ہے اور پیغمبر علیہ السلام کے ذریعے انسانوں کے اختیار میں دیا ہے تاکہ وہ اپنی سعادت

اور کمال حاصل کرنے کے لئے اس سے فائدہ حاصل کریں۔ نماز کسی خاص حد تک محدود نہیں ہے بلکہ اس سے ہر زمانے میں ہر مکان اور ہر شرائط میں فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے نماز کی دو قسمیں ہیں ایک واجب نمازیں اور دوسری مستحب نمازیں۔

چھ نمازیں واجب ہیں پہلی پنجگانہ نمازیں یعنی دن اور رات میں پانچ نمازیں دوسری نماز آیات تیسری نماز میت چوتھی نماز طواف پانچویں وہ نمازیں جو نذر یا قسم یا عہد سے انسان پر واجب ہوتی ہیں چھٹی باپ کی نمازیں جو بڑے لڑکے پر واجب ہیں۔

پنجگانہ نمازیں تو تمام مکلفین مرد اور عورت پر واجب ہیں لیکن باقی نمازیں خاص زمانے اور خاص شرائط سے واجب ہوتی ہیں۔ جو انسان اپنی سعادت اور کمال کا طالب ہے اس پر پہلے ضروری ہے کہ وہ واجب نمازوں کو اس طرح جس طرح بنائی گئی ہیں انجام دے۔ اگر انہیں خلوص اور حضور قلب سے انجام دے تو یہ بہترین اللہ تعالیٰ سے تقرب کا موجب ہوتی ہیں۔ واجبات کو چھوڑ کر مستحبات کا بجا لانا تقرب کا سبب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی خیال کرے کہ فرائض اور واجبات کو چھوڑ کر مستحبات اور اذکار کے ذریعے تقرب یا مقامات عالیہ تک پہنچ سکتا ہے تو اس نے اشتباہ کیا ہے۔ ہاں فرائض کے بعد نوافل اور مستحبات سے مقامات عالی اور تقریب الہٰی کو حاصل کر سکتا ہے۔ دن اور رات کے نوافل پینتیس ہیں ظہر کی آٹھ ظہر سے پہلے اور عصر کی آٹھ عصر سے پہلے مغرب کی چار مغرب کے بعد عشاء کی دو عشاء کے بعد بیٹھ کر اور صبح کی دو صبح سے پہلے اور تہجد کی گیارہ رکعت ہیں۔ احادیث کی کتابوں میں نوافل کے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے اور انہیں واجب نمازوں کا متمم اور نقص کو پر کرنے والا بتلایا گیا ہے۔ دن اور رات کی نوافل کے علاوہ بھی بعض نوافل خاص خاص زمانے اور مکان میں بجا لانے کا کہا گیا ہے اور ان کا ثواب بھی بیان کیا گیا ہے آپ مختلف مستحب نمازوں اور ان کے ثواب اور ان کے فوائد اور اثرات کو حدیث اور دعا کی کتابوں سے دیکھ سکتے ہیں اور نفس کے کمال تک پہنچنے میں ان سے استفادہ کر سکتے ہیں ان سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہر وقت ہر جگہ اور

ہر حالت میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا مستحب نمازیں مومن کے لئے تقرب کا سبب ہوا کرتی ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کبھی آدھی اور کبھی تہائی اور چوتھائی نماز اوپر جاتی ہے یعنی قبول ہوتی ہے۔ اتنی نماز اوپر جاتی ہے اور قبول ہوتی ہے کہ جتنی مقدار اس میں حضور قلب ہو اسی لئے مستحب نمازوں کے پڑھنے کا کہا گیا ہے تاکہ ان کے ذریعے جو نقصان واجب نماز میں رہ گیا ہے پورا کیا جائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن بندہ میرے نزدیک محبوب ہے اور اس کے لئے واجبات پر عمل کرنے سے اور کوئی چیز بہتر نہیں ہے مستحبات کے بجالانے سے اتنا محبوب ہو جاتا ہے کہ گویا میں یعنی اللہ تعالٰی اس کا کان ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ سنتا ہے اور گویا میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ دیکھتا ہے اور گویا میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ بولتا ہے اور گویا میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ چیزوں کو پکڑتا ہے اور گویا میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھے پکارے تو میں قبول کرتا ہوں اور جواب دیتا ہوں اور اگر کوئی چیز مجھ سے مانگے تو اسے عطا کرتا ہوں میں نے کسی چیز میں تردید اور ٹھہراؤ پیدا نہیں کیا جتنا کہ مومن کی روح قبض کرنے میں کیا ہے وہ مرنے کو پسند نہیں کرتا اور میں بھی اس کی ناپسندی کو ناپسند کرتا ہوں۔

## تیسرا۔ تہجد کی نماز

مستحبات میں سے تہجد کی نماز کو بہت زیادہ فضیلت حاصل ہے قرآن مجید اور احادیث میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے خداوند عالم کی ذات پیغمبر علیہ السلام کو فرماتا ہے کہ رات کے تھوڑے سے وقت میں تہجد کی نماز کے لئے کھڑا ہو یہ تیرے لئے مستحب ہے شاید خدا تجھے خاص مقام کے لئے مبعوث قرار دے دے۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ کچھ لوگ رات کو اپنے پروردگار کے لئے سجدے اور قیام کے لئے رات گذارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مومنین کی صفات میں یوں ذکر کرتا ہے کہ رات کو بستر سے اپنے آپ کو جدا کرتے ہیں اور امید اور خوف میں خدا کو پکارتے ہیں اور جو کچھ انہیں دیا گیا ہے خرچ کرتے ہیں کوئی نہیں جان سکتا کہ کتنی نعمتیں ہیں جو ان کی آنکھ کے روشنی اور ٹھنڈک کا موجب بنیں گی جنہیں ان کے اعمال کی جزاء کے طور پر محفوظ کیا جا چکا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے دنیا کو وحی کی ہے کہ اپنی خدمت کرنے والوں کو مصیبت اور مشقت میں ڈال اور جو ترک کر دے اس کی خدمت کر جب کوئی بندہ رات کی تاریکی میں اپنے خالق سے خلوت اور مناجات کرتا ہے تو خدا اس کے دل کو نورانی کر دیتا ہے جب وہ کہتا ہے یا رب یا رب تو خدا کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ لبیک یا عبدی۔ تو جو چاہتا ہے طلب کر تا کہ میں تجھے عطا کروں مجھ پر توکل اور آسرا کر تاکہ میں تجھے کفایت کروں اس کے بعد اپنے فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کس طرح تاریکی میں میرے ساتھ مناجات کر رہا ہے جب کہ بیہودہ لوگ لہو اور لعب میں مشغول ہیں اور غافل انسان سوئے ہوئے ہیں تم گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل مجھے تہجد کی نماز میں اتنی سفارش کر رہا تھا کہ میں نے گمان کیا کہ میری امت کے نیک بندے رات کو کبھی نہیں سوئیں گے۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آدھی رات میں دو رکعت نماز پڑھنا میرے نزدیک دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تہجد کی نماز شکل کو خوبصورت اور اخلاق کو اچھا اور انسان کو خوشبودار بناتی ہے اور رزق کو زیادہ کرتی ہے اور قرض کو ادا کراتی ہے اور غم اور اندوہ کو دور کرتی ہے اور آنکھوں کو روشنائی اور جلا دیتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تہجد کی نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ملائکہ سے دوستی کا وسیلہ ہے۔ تہجد کی نماز پیغمبروں کا طریقہ اور سنت ہے اور ایمان اور معرفت کے لئے نور اور روشنی ہے۔ کیونکہ تہجد کی نماز کے ذریعے ایمان قوی ہوتا ہے) بدن کو آرام دیتی ہے اور شیطان کو غضبناک کرتی ہے۔ دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے دعا اور اعمال کے قبول ہونے کا ذریعہ ہے انسان کی روزی کو وسیع کرتی ہے۔ نمازی اور ملک الموت کے درمیان شفیع ہوتی ہے۔ قبر کے لئے چراغ اور فرش ہے اور منکر اور نکیر کا جواب ہے۔ قبر میں قیامت تک مونس اور نمازی کی زیارت کرتی رہے گی۔ جب قیامت برپا ہو گی تو نمازی پر سایہ کرے گی اس کے سر کا تاج اور اس کے بدن کا لباس ہو گی۔ اس کے سامنے نور اور روشنی ہو گی اور جہنم اور دوزخ کی آگ کے سامنے رکاوٹ بنے گی۔ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حجت ہے اور میزان مین اعمال کو بھاری اور سنگین کر دے گی پل پر عبور کرنے کا حکم ہے اور بہشت کی چابی ہے کیونکہ نماز تکبیر اور حمد تسبیح اور تمجید تقدیس اور تنظیم قرات اور دعا ہے۔ یقیناً" جب نماز وقت میں پڑھی جائے تو تمام اعمال سے افضل ہے۔

تہجد کی نماز میں بہت زیادہ آیات اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔ تہجد کی نماز کو پڑھنا پیغمبروں اور اولیاء خدا کا طریقہ اور سنت ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار نماز تہجد کے بارے میں خاص اہمیت اور توجہ اور عنایت رکھتے تھے۔ اللہ کے اولیاء اور عرفاء نماز شب کو ہمیشہ بجا لانے سے اور سحر کیوقت دعا اور ذکر سے عالی مراتب تک پہنچے ہیں۔ کتنا ہی اچھا اور بہتر اور لذت بخش ہے کہ انسان سحری کے وقت نیند سے بیدار ہو جائے اور نرم اور آرام دہ بستر کو چھوڑ دے اور وضوء کرے اور رات کی تاریکی میں جب کہ تمام آنکھیں نیند میں گم اور سوئی ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور راز اور نیاز کرے اور اس کے وسیلے روحانی معراج کے ذریعے بلندی کی طرف سفر کرے اور آسمان کے فرشتوں سے ہم آواز بنے اور تسبیح اور تہلیل تقدیس اور تمجید الٰہی میں مشغول ہو جائے اس حالت مین اس کا دل اللہ تعالیٰ کے انوار اور

اشراقات کا مرکز قرار پائیگا اور خدائی جذب سے مقام قرب تک ترقی کرے گا (مبارک ہو ان لوگوں کو جو اس کے اہل ہے)

## نماز شب کی کیفیت

تہجد کی نماز گیارہ رکعت ہے دو دو رکعت کر کے صبح کی نماز کی طرح پڑھی جائے بایں معنی کہ اٹھ رکعت کو تہجد کی نیت سے اور دو رکعت نماز شفع کی نیت سے اور ایک رکعت نماز وتر کی نیت سے پڑھے۔ تہجد کی نماز کے لئے کچھ آداب اور شرائط بیان کئے گئے ہیں۔ جنہیں دعاؤں اور احادیث کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

## چوتھا وسیلہ (جہاد اور شہادت)

اسلام کو وسعت دینے اور کلمہ توحید کے بلند و بالا کرنے اسلام کی شوکت اور عزت سے دفاع کرنے قرآن کے احکام اور قوانین حق کی عملداری اور حاکمیت کو برقرار کرنے ظلم اور تعدی سے مقابلہ کرنے محروم اور مستضعفین کی حمایت کرنے کے لئے جہاد کرنا ایک بہت بڑی عبادت ہے اور نفس کے تکامل اور ذات الٰہی سے تقرب اور رجوع الی اللہ کا سبب ہے۔ جہاد کی فضیلت میں بہت زیادہ روایات اور آیات وارد ہوئی ہیں۔

خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور اپنے وطن سے ہجرت کرلی ہے اور اپنے مال اور جان سے خدا کے راستے میں جہاد کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک ایک بلند و بالا مقام اور رتبہ رکھتے ہیں اور وہی نجات پانے والے لوگ ہیں خدا انہیں اپنی رحمت اور رضوان اور بہشت کی کہ جس میں دائمی نعمتیں موجود ہیں خوشخبری اور بشارت دیتا ہے۔ وہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے اور یقیناً" اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی جزا اور ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو جہاد نہ کرنے والوں پر بہت زیادہ ثواب دیئے جانے میں برتری اور بلندی دی ہوئی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہشت کا ایک دروازہ ہے کہ جس کا نام باب المجاہدین ہے۔ جب مجاہد بہشت کی طرف روانہ ہوں گے تو وہ دروازہ کھل جائیگا جب کہ جانے والوں نے اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر ڈال رکھا ہو گا دوسرے لوگ قیامت کے مقام پر کھڑے ہونگے اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ ہر نیکی کے اوپر کوئی نہ کوئی اور نیک موجود ہے یہاں تک کہ انسان اللہ کے راستے میں مارا جائے کہ پھر اس سے بالا تر اور کوئی نیکی موجود نہیں ہے۔

امام جعفر صادق نے فرمایا ہے جو شخص اللہ کے راستے میں شہادت پالے تو

خداوند عالم اسے اس کا کوئی گناہ یاد نہیں دلائے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم شہید کو سات چیزیں عنایت فرمائیگا۔ 1۔ جب اس کے خون کا پہلا قطرہ بہتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ 2۔ شہادت کے بعد اس کا سر دو حوروں کے دامن میں قرار دیتا ہے اور وہ اس کے چہرے سے غبار کو ہٹاتی ہیں اور کہتی ہیں۔ تم پر شاباش ہو وہ بھی ان کے جواب میں ایسا کہتا ہے۔ 3۔ اسے بہشت کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ 4۔ بہشت کے خزانچی اس کے لئے بہترین عطر اور خوشبو پیش کرتے ہیں کہ ان میں سے جسے چاہے انتخاب کرلے۔

5۔ شہادت پانے کے وقت وہ اپنی جگہ بہشت میں دیکھتا ہے۔ 6۔ شہادت کے بعد اس کی روح کو خطاب ہوتا ہے کہ بہشت میں جس جگہ تیرا دل چاہتا ہے گردش کر۔ 7۔ شہید اللہ تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس میں ہر پیغمبر اور شہید کو آرام اور سکون ہے۔

خدا قرآن میں فرماتا ہے۔ خداوند عالم مومنین کے جان اور مال کو خریدتا ہے تاکہ اس کے عوض انہیں بہشت عنایت فرمائے یہ وہ مومن ہیں جو اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہو جاتے ہیں یہ ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو توراۃ اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کون زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والا ہے؟ تمہیں یہ معاملہ مبارک ہو کہ جو تم نے خدا سے کرلیا ہوا ہے اور یہ ایک بڑی سعادت ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت ایک بڑی لطیف اور خوش کن آیت ہے کہ جو لوگوں کو عجیب اور لطیف اور ظریف انداز سے جہاد کا شوق دلاتی ہے۔ ابتداء میں کہتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے مال اور جان کو خرید لیا ہے اور اس کے عوض ان کو بہشت دیتا ہے یہ کتنا بہترین معاملہ ہے؟ اللہ تعالیٰ جو غنی مطلق اور جہان کا مالک ہے وہ خریدار ہے اور فروخت کرنے والے مومنین ہیں جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور

جن چیزوں پر معاملہ کیا ہے وہ مومنین کے مال اور جان ہیں اور اس معاملہ کا عوض بہشت ہے اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ تورات اور انجیل اور قرآن یعنی تین آسمانی بڑی کتابیں ہیں جن میں اس طرح کا ان سے وعدہ درج کیا گیا ہے۔ پھر خدا فرماتا ہے کہ کس کو پیدا کر سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے بہتر وعدہ پر عمل کرے آخر مین خدا مومنین کو خوشخبری دیتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی نیک بختی اور سعادت ہے۔

قرآن مجید ان لوگوں کے لئے جو خدا کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں مقامات عالیہ کو ثابت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو مردہ گمان نہ کرو جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں روزی پاتے ہیں۔ لفظ عندھم جو اس آیت میں ہے وہ بلند و بالا مقام کی طرف اشارہ ہے مرنے کے بعد انسان کی روح کا زندہ رہنا شہید کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام انسان زندہ ہیں لیکن شہداء کی خصوصیت یہ ہے کہ شہید اللہ کے ہاں عالیترین مقامات اور درجات میں زندہ رہتا ہے اور انہیں مقامات عالیہ میں روزی دیا جاتا ہے اور یہ واضح ہے کہ ان مقامات میں روزی دیا جانا دوسروں کے ساتھ مساوی اور برابر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت بہت بڑی قیمتی اور بڑی عبادت ہے۔ عارف اس ممتاز راستے میں عالی مقامات تک جا پہنچتا ہے۔ اس بزرگ عبادت کو دوسری عبادت سے دو چیزوں کی وجہ سے خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے۔ پہلی۔ مجاہد انسان کی غرض اور غایت اپنے ذاتی مفاد اور لواحقین کے مفاد کو حاصل کرنا نہیں ہوتا وہ کوتاہ نظر اور خود خواہ نہیں ہوتا بلکہ وہ جہاں میں خدا خواہ ہوا کرتا ہے۔ مجاہد انسان کلمہ توحید اور اسلام کی ترویج اور وسعت کو چاہتا ہے اور ظلم اور ستم اور استکبار کے ساتھ مبارزہ اور جہاد کرتا ہے اور محروم طبقے اور مستضعفین سے دفاع کرتا ہے اور اجتماعی عدالت کے جاری ہونے کا طلبگار ہوتا ہے اور چونکہ یہ غرض سب سے بلند اور بالا ترین غرض ہے لہذا وہ اعلیٰ درجات اور مراتب کو پالیتا ہے۔

دوسری۔ ایثار کی مقدار

مجاہد انسان اللہ تعالیٰ سے تقرب اور اس کی ذات کی طرف سیر اور سلوک کے لئے ارزشمند اور قیمتی چیز کا سرمایہ ادا کرتا ہے اگر کوئی انسان صدقہ دیتا ہے تو تھوڑے سے مال سے درگزر اور صرف نظر کرتا ہے اور اگر عبادت کرتا ہے تو تھوڑا سا وقت اور طاقت اس میں خرچ کرتا ہے لیکن مجاہد انسان تمام چیزوں سے صرف نظر اور درگذر کرتا ہے اور سب سے بالا تر اپنی جان سے ہاتھ دھو لیتا ہے اور اپنی تمام ہستی کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے۔ مال اور جاہ و جلال مقام اور منصب اور اہل اور عیال اور رشتہ داروں سے صرف نظر کرتا ہے اور اپنی جان اور روح کو اپنے پروردگار کے سپرد کر دیتا ہے۔ جس کام کو متدین اور عارف لوگ پوری عمر کرتے ہیں مجاہد انسان ان سب سے زیادہ تھوڑے سے وقت میں انجام دے دیتا ہے۔ مجاہد انسان کی عظیم اور نورانی روح کے لئے مادیات اور مادی جہان تنگ ہوتا ہے اسی واسطے وہ شیر کی طرح مادی جہان کے پنجرے کو توڑتا ہے اور تیز پرواز کبوتر کی طرح وسیع عالم اور رضایت الٰہی کی طرف پرواز کرتا ہے اور اعلیٰ مقامات اور مراتب تک اللہ تعالیٰ کی طرف جا پہنچتا ہے۔ اگر دوسرے اولیاء خدا ساری عمر میں تدریجاً محبت اور عشق اور شہود کے مقام تک پہنچتے ہیں تو مجاہد شہید ایک رات میں سو سال کا راستہ طے کر لیتا ہے اور مقام لقاء اللہ تک پہنچتا ہے۔ اگر دوسرے لوگ ذکر اور ورد قیام اور قعود کے وسیلے سے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والا انسان زخم اور درد سختی اور تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی دے کر اللہ تعالیٰ کا تقرب ڈھونڈتا ہے۔

ان دو میں بہت زیادہ فرق ہے۔ جنگ اور جہاد کا میدان ایک خاص قسم کی نورانیت اور صفا اور معنویت رکھتا ہے۔ شور و شغب اور عشق اور حرکت اور ایثار کا میدان ہے۔ محبوب کے راستے میں بازی لے جانے اور ہمیشگی زندگی کا میدان ہے۔ مورچے میں بیٹھنے والوں کا زمزمہ ایک خاص نورانیت اور صفا اور جاذبیت رکھتا ہے کہ جس کی نظیر اور مثال مساجد اور معابد میں بہت کم حاصل ہوتی ہے۔

## پانچواں وسیلہ = خدمت خلق اور احسان

خداوند عالم سے تقرب اور قرب صرف نماز روزہ حج اور زیارت ذکر اور دعا مین منحصر نہیں ہے اور نہ ہی مساجد اور معابد میں منحصر ہے بلکہ اجتماعی ذمہ داریون کو انجام دینا اور احسان اور نیکو کاری مخلوق خدا کی خدمت کرنا بھی جب اس میں قصد قربت ہو تو وہ بھی بہترین عبادت ہے کہ جس کے ذریعے سے اپنے آپ کو بنانا اور نفس کی تکمیل کرنا اور نفس کی تربیت کرنا اور ذات الٰہی کے تقرب کا موجب ہوتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں اللہ کا قرب اور سیرو سلوک اور تعبد کے معنی لوگوں سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی نہیں ہے بلکہ اجتماعی ذمہ داریوں کو قبول کرتے ہوئے لوگوں میں رہ کر لوگوں کے ساتھ احسان اور نیکی انجام دینا اور مومنین کے ضروریات کو پورا کرنا اور انہیں خوش کرنا محروم طبقے کا دفاع مسلمانوں کے امور میں اہتمام کرنا اور ان کے مصائب کو دور کرنا اور خدا کے بندوں کی مدد کرنا یہ تمام اسلام کی نگاہ میں ایک بہت بڑی عبادتیں ہیں کہ جن کا ثواب حج اور عمرے کے کئی برابر زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق سیکنڑوں احادیث پیغمبر اور آئمہ اطہار علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری مخلوق میرے عیال ہین میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب انسان وہ ہے جو میری مخلوق پر مہربان ہو اور ان کے ضروریات کے بجا لانے میں زیادہ کوشش کرے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ اللہ کے اہل و عیال ہیں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب انسان وہ ہے جو اللہ کے اہل و عیال کو فائدہ پہنچائے اور ان کے دلوں کو خوشنود کرے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کسی مومن کا کسی دوسرے مومن کے سامنے مسکرانا ایک حسنہ اور نیکی ہوا کرتا ہے اور اس کی تکلیف اور گرفتاری کو دور کرنا بھی ایک نیکی ہے خدا کسی ایسی چیز سے عبادت نہیں گیا کہ جو اس کے نزدیک مومن

کے خوش کرنے سے زیادہ محبوب ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو کسی مومن کو خوش کرے اس نے مجھے خوش کیا ہے اور جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کیا ہوا اس نے خدا کو خوش کیا ہے اور جس نے خدا کو خوش کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک مومن کی حاجت اور ضرورت کو پورا کر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیس ایسے حج سے کہ جسمیں ایک لاکھ خرچ کیا ہو زیادہ محبوب ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ مسلمان کی ضرورت اور حاجت کے پورے کرنے میں کوشش کرنا خانہ کعبہ کے ستر دفعہ طواف کرنے سے بہتر ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو ان کی حاجات میں پناہ گاہ بنتے ہیں یہ وہ ہیں کہ جو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہونگے۔

جیسے کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ احسان نیکو کاری اللہ کے بندوں کی خدمت لوگوں کے مصائب دور کرنے میں کوشش اسلام کی نگاہ میں ایک بہت بڑی عبادت شمار ہوتے ہیں کہ اگر انسان اسے قصد قربت سے بجا لائے تو یہ تکمیل نفس اور اس کی تربیت اور قرب الہی کا وسیلہ بنتا ہے۔ افسوس ہے کہ اکثر لوگ صحیح اسلام کو نہ پہچاننے کی وجہ سے اس بہت بڑی اسلامی عبادت سے غفلت برتتے ہین اور عبادت اور قرب الہی کو فقط نماز روزہ دعا اور زیارت ذکر اور ورد میں منحصر جانتے ہیں۔

## چھٹا وسیلہ۔ دعا

تکمیل روح اور قرب خدا کی بہترین عبادت اور سبب دعا ہے اسی لئے خداوند عالم نے اپنے بندوں کو دعا کرنے کی دعوت دی ہے۔ قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے مجھ سے مانگو اور دعا کرو تاکہ میں تمہیں عنایت کروں جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر

کرتے ہیں وہ بہت جلدی اور خواری کی حالت میں جہنم میں داخل ہونگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تضرع اور مخفی طور سے خدا سے مانگو یقیناً" خدا تجاوز اور ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور فرمایا اے میرے بندو مجھ سے سوال کرو ان سے کہہ دو کہ میں ان کے نزدیک ہوں اگر مجھے پکاریں تو میں ان کا جواب دونگا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کی روح اور مغز ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں۔ خدا کو پکار اور یہ نہ کہہ کہ بس کام ختم ہو چکا ہے۔

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کبھی دعا کو ترک نہ کرو کیونکہ تم ایسا عمل پیدا نہیں کرو گے جو دعا سے زیادہ تقرب کا موجب ہو یہاں تک کہ معمولی چیزوں کو بھی خدا سے طلب کرو اور ان کے معمولی ہونے کی وجہ سے دعا کرنے کو ترک نہ کرو کیونکہ معمولی چیزوں کا مالک بھی وہی ہے جو بڑے امور کا مالک ہے۔

لہٰذا خدا کے بندے کو دعا کرنی چاہئے کیونکہ وہ تمام وجود میں خدا کا محتاج ہے بلکہ عین احتیاج اور فقر ہے اگر ایک لحظہ بھی اللہ تعالیٰ کا فیض قطع ہو جائے تو وہ نابود ہو جائیگا۔ جو کچھ بھی بندے کو پہنچتا ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا بندے کو اس تکوینی اور طبعی احتیاج کو زبان سے اظہار کرنا چاہئے اپنی احتیاج اور فقر اور بندگی کو عملی طور سے ثابت کرنا چاہئے اور اس کے سوا کوئی عبادت کا اور مفہوم اور معنی نہیں ہے۔ انسان دعا کرنے کی حالت میں خدا کی یاد میں ہوتا ہے اور اس کے ساتھ راز اور نیاز کرتا ہے اور تضرع اور زاری جو عبادت کی رسم ہے غنی مطلق کے سامنے پیش کرتا ہے۔

دنیا جہاں سے اپنے فقر اور احتیاج کو قطع کرتا ہے خیرات اور کمالات کے مرکز اور منبع کے ساتھ ارتباط برقرار کرتا ہے۔ عالم احتیاج سے پرواز کرتا ہے اور اپنی باطنی

آنکھ سے جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کے لئے دعا اور راز و نیاز کی حالت ایک لذید ترین اور بہترین حالت ہوتی ہے۔ خدا کے نیک بندے اور اولیاء اسے کسی قیمت پر کسی قیمت سے معاملہ نہیں کرتے صحیفہ سجادیہ اور دوسری دعاؤں کی کتابوں کی طرف رجوع کیجئے کہ کس طرح آئمہ اطہار علیہم السلام راز اور نیاز کرتے تھے۔ خدا سے ارتباط اور دعا کی قبولیت کی امید دعا کرنے والے کے دل کو کس طرح آرام اور دل کو گرمی دیتی ہے۔ اگر انسان مصائب اور مشکلات کے حل کے لئے خدا سے پناہ نہ مانگے تو کس طرح وہ مشکلات کا تحمل کر سکتا ہے اور زندگی کو گرم و نرم رکھ سکتا ہے؟

دعا مومن کا ہتھیار ہے کہ جس کے وسیلے سے نا امید اور یاس کا مقابلہ کرتا ہے اور مشکلات کے حل کے لئے غیب کی خدا سے پناہ نہ مانگے تو کس طرح وہ مشکلات کا تحمل کر سکتا ہے اور زندگی کو گرم و نرم رکھ سکتا ہے؟

دعا مومن کا ہتھیار ہے کہ جن کے وسیلے سے نا امیدی اور یاس کا مقابلہ کرتا ہے اور مشکلات کے حل کے لئے غیب کی طاقت سے مدد طلب کرتا ہے۔ پیغمبر اور آئمہ علیہم السلام ہمیشہ اس ہتھیار سے استفادہ کیا کرتے تھے اور مومنین کو ان سے استفادہ کرنے کی سفارش کیا کرتے تھے۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ انبیاء کے ہتھیار سے فائدہ حاصل کرو۔ پوچھا گیا کہ انبیاء کا ہتھیار کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا کہ دعا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا اپنے بندوں میں اسے زیادہ دوست رکھتا ہے جو زیادہ دعا کرتا ہے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ سحر کے وقت سے لے کر سورج نکلنے تک دعا کیا کرو کیونکہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور لوگوں کا رزق تقسیم کیا جاتا ہے اور ان کی بڑی بڑی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔

دعا ایک عبادت ہے بلکہ عبادت کی روح ہے اور آخرت میں اس کا اجر دیا جاتا ہے اور مومن کی معراج ہے اور عالم قدس کی طرف پرواز ہے روح کو کامل اور تربیت دیتی ہے اور قرب خدا تک پہنچاتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کا ہتھیار دعا ہے اور دعا دین کا ستون اور زمین اور آسمان کا نور ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نیک بختی اور سعادت کی چابی دعا ہے۔ بہترین دعا وہ ہے۔ جو پاک اور تقویٰ والے دل سے ہو خدا سے مناجات کرنا نجات کا سبب ہوتا ہے اور اخلاص کے ذریعے نجات حاصل ہوتی ہے جب مصائب اور گرفتاری میں شدت آ جائے تو خدا اسے پناہ لینی چاہئے۔ لہٰذا دعا ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر اس کے شرائط موجود ہوں اور درست واقع ہو تو نفس کے کمال تک پہنچنے اور قرب خدا کا موجب ہوتی ہے اور یہ اثر یقینی طور سے دعا پر مرتب ہوتا ہے۔ اسی لئے خدا کے بندے کو کسی حالت اور کسی شرائط میں اس بڑی عبادت سے غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ کسی وقت بھی بغیر اثر کے نہیں ہوا کرتی گرچہ اس کا فوری طور سے ظاہر بظاہر اثر مرتب نہ ہو رہا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ دعا کرنے والے کی خواہش اور سوال کو موخر کر دیا جائے یا دنیا میں بالکل پوری ہی نہ کی جائے لیکن ایسا ہونا بھی بغیر مصلحت کے نہ ہو گا۔ کبھی مومن کی دنیاوی خواہش کے قبول کرنے میں واقعاً" مصلحت نہیں ہوتی۔ خداوندعالم بندے کی مصلحتوں کو اس سے زیادہ بہتر جانتا ہے لیکن بندے کو ہمیشہ اپنے احتیاج اور فقر کے ہاتھ کو قادر مطلق کے سامنے پھیلاتے رہنا چاہئے اور اپنی حاجتوں کو اس سے طلب کرتے رہنا چاہئے اگر اس کی مصلحت ہوئی تو اسی دنیا میں اس کی حاجتوں کو پورا کیا جائیگا لیکن خدا کبھی مصلحت دیکھتا ہے کہ اپنی بندے کی حاجت کو موخر کر دے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ راز و نیاز اور مناجات کرے اور وہ اعلیٰ مقامات اور درجات تک جا پہنچے اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مصلحت اس میں دیکھتا ہے کہ اس کی حاجت کو اس دنیا میں پورا نہ کیا جائے تاکہ ہمیشہ وہ خدا کی یاد میں رہے اور آخرت کے جہان میں اس کو بہتر اجر اور ثواب عنایت فرمائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا اس بندے پر اپنی رحمت نازل کرے۔ جو اپنی حاجتوں کو خدا سے طلب کرے اور دعا کرنے میں اصرار

کرے خواہ اس کی حاجتیں پوری کی جائیں یا پوری نہ کی جائیں آپ نے اس وقت یہ آیت تلاوت کی وادعوا ربی عسی الا اکون بدعا ربی شقیا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کبھی مومن اپنی حاجت کو خدا سے طلب کرتا ہے لیکن خدا اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میری بندے کی حاجت کے پورے کئے جانے کو موخر کردو کیونکہ دوست رکھتا ہے کہ اپنے بندے کی آواز اور دعا کو زیادہ سنتا رہے پس قیامت میں اس سے کہے گا اے میرے بندے تو نے مجھ سے طلب کیا تھا لیکن میں نے تیرے قبول کئے جانے کو موخر کردیا تھا اب اس کے عوض فلاں ثواب اور فلاں ثواب تجھے عطا کرتا ہوں اسی طرح فلانی دعا اور فلانی دعا۔ اس وقت مومن آرزو کرے گا کہ کاش میری کوئی بھی دعا دنیا میں قبول نہ کی جاتی یہ اس لئے تمنا کرتا ہے۔ جب وہ آخرت کا ثواب دیکھتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ دعا کے آداب کو حفظ کر اور متوجہ رہ کہ کس کے ساتھ بات کر رہا ہے اور کس طرح اس سے سوال کر رہا ہے اور کس لئے اس سے سوال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کو یاد کر اور اپنے دل میں جھانک اور مشاہدہ کر کہ جو کچھ تو دل میں رکھتا ہے۔ خدا اسے جانتا ہے اور تیرے دل کے اسرار سے آگاہ ہے تیرے دل میں جو حق یا باطل پنہاں اور چھپا ہوا ہے اس سے مطلع ہے اپنی ہلاکت اور نجات کے راستے کو معلوم کر کہیں ایسا نہ ہو کہ تو خدا سے ایسی چیز کو طلب کرے کہ جس میں تیری ہلاکت ہو جب کہ تو خیال کرتا ہے کہ اس میں تیری نجات ہے۔

خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ کبھی انسان خیر کی جگہ اپنے شر کو چاہتا ہے انسان اپنے کاموں میں جلد باز اور جلدی کرنے والا ہے۔ پس ٹھیک فکر کر کہ خدا سے کس کا سوال کر رہا ہے اور کس لئے طلب کر رہا ہے۔ دعا اپنے دل کو پروردگار کے مشاہدے کے لئے پگھلانا ہے۔ اور اپنے تمام اختیارات کو چھوڑنا اور تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہے۔ اگر تو نے دعا کے شرائط پر عمل نہ کیا تو اس کے قبول کئے جانے کے انتظار میں نہ رہ کیونکہ خدا تیرے راز اور سب سے زیادہ مخفی راز سے بھی آگاہ اور

کونسا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزے کا اثر دانائی ہے اور دانائی معرفت کا سبب ہوتی ہے۔ اور معرفت یقین کا سبب بنتی ہے اور جب انسان یقین کے مرتبے تک پہنچتا ہے تو پھر اس کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ سختی میں یا آرام میں زندگی کرے۔

روزہ ایک خاص عبادت ہے کہ جس میں دو پہلو نفی اور اثبات موجود ہوتے ہیں پہلا اپنے نفس کو کھانے پینے اور عزیز لذت سے جو شرعا جائز ہے روکنا اور محافظت کرنا۔ اسی طرح خدا اور رسول پر جھوٹ نہ باندھنا اور بعض دوسری چیزوں کو ترک کرنا ہوتا ہے۔ دوسرا۔ قصد قربت اور اخلاص کہ جو درحقیقت اس عبادت کے روح کے بمنزلہ ہے۔ روزے کی حقیقت نفس کو روکنا اور مادی لذات سے حتی طور سے قصد قربت سے محافظت کرنا ہوتا ہے۔ کھانا پینا جنسی عمل خدا اور رسول پر جھوٹ باندھنا روزے کو باطل کر دیتے ہیں فقہی کتابوں میں روزے کی یوں تعریف کی گئی ہے کہ اگر کوئی ان امور یعنی کھانے پینے جماع خدا اور رسول پر جھوٹ باندھے۔ انزال منی۔ حقنہ کرنا۔ غسل ارتماسی۔ جنابت پر باقی رہنا کو قصد قربت سے ترک کرے تو اس کی عبادت صحیح ہے اور اس کی قضاء اور کفارہ نہیں بتلایا گیا ہے بلکہ روزہ اس سے زیادہ وسیع معنی میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ روزہ صرف کھانے پینے کے ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ حقیقی روزہ دار وہ ہے کہ جس کے تمام اعضاء اور جوارح گناہوں کو ترک کریں یعنی آنکھ آنکھوں کے گناہوں سے اسی طرح زبان اور کان ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء اپنے اپنے گناہون کو ترک کریں ایسا روزہ اللہ کے خاص بندوں کا ہے۔

اس سے بلند اور بالا ایک وہ روزہ ہے جو خاص الخاص لوگوں کا روزہ ہے اور وہ ان چیزوں کے ترک کرنے کے علاوہ اپنے دل کو ہر اس خیال اور فکر سے فارغ کر دے جو خدا کی یاد سے روکے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں رہے اور اسے حاضر اور ناظر جانے اور اپنے آپ کو خدا کا مہمان جانے اور اپنے آپ کو خدا کی ملاقات کے لئے آمادہ کرے۔

نمونے کے طور پر اس حدیث کی طرف توجہ کیجئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں روزہ صرف کھانے اور پینے کو ترک کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ جب روزہ رکھے تو

مطلع ہے۔ شاید تو خدا سے ایسی چیز طلب کر رہا ہے جب کہ تیری نیت اس کے خلاف ہے۔

## ساتواں وسیلہ = روزہ

تزکیہ نفس اور اس کے پاک کرنے اور خود سازی کے لئے ایک بہت بڑی عبادت کہ جس کے بہت زیادہ اثرات پائے جاتے ہیں وہ روزہ ہے۔ روزے کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہوئی ہیں جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ جہنم کی آگ سے حفاظت کرنے والی ڈھال ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دونگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ روزہ رکھنے والا بہشت میں پھرتا ہے اور فائدہ حاصل کرتا ہے اس کے لئے فرشتے افطار کرنے تک دعا کرتے ہیں۔

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے جو شخص ثواب کے لئے ایک مستحبی روزہ رکھے اس کے لئے بخشا جانا واجب ہے۔ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے اور اس کا چپ رہنا تسبیح ہے۔ اور اس کا عمل مقبول اور اس کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے نیک بندوں کے اعمال دس برابر سے سات سو برابر ثواب رکھتے ہیں سوائے روزے کہ جو میرے لئے مخصوص ہو تو اس کی جزاء میں دونگا پس روزے کا ثواب صرف خدا جانتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے معراج کی رات فرمایا۔ اے میرے خالق۔ پہلی عبادت کونسی ہے تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ پہلی عبادت ساکت رہنا اور روزہ ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے عرض کی اے میرے خالق روزہ کا اثر

پھر کان اور آنکھ اور زبان اور شکم اور شرمگاہ کو بھی گناہوں سے محفوظ کرے اور ساکت رہے سوائے نیکی اور مفید کلام کے بات کرنے سے رکا رہے اور اپنی خدمت کرنے والوں اور نوکروں سے نرمی کرے جتنا ہو سکتا ہے ساکت رہے سوائے خدا کے ذکر کے اور اس طرح نہ ہو کہ روزے والا دن اس طرح کا ہو کہ جس دن روزہ نہ رکھا ہوا ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے جو شخص ماہ رمضان کا روزہ ساکت ہو کر رکھے اور کان اور انکھ اور زبان اور شرمگاہ اور دوسرے بدن کی اعضاء کو جھوٹ اور حرام اور غیبت سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کی نیت سے روکے رکھے تو وہ روزہ اس کے تقرب کا اس طرح سبب بنے گا کہ گویا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم نشین ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ روزہ صرف نہ کھانے اور پینے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے شرائط ہیں کہ ان کی محافظت کرنی چاہئے تاکہ روزہ کامل اور تمام ہو سکے وہ ہے سکوت اور چپ رہنا۔ کیا تم نے حضرت مریم علیہا السلام کی بات نہیں سنی کہ جو آپ نے لوگوں کے جواب میں کہا تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے نذر کی ہوئی ہے کہ آج کے دن کسی سے بات نہ کروں یعنی چونکہ روزے سے ہوں مجھے چپ رہنا چاہئے لہذا جب تم روزہ رکھو تو اپنی زبان کو جھوٹ بولنے سے روکو۔ اور غصہ نہ کرو۔ گالیاں نہ دو بری باتیں نہ کرو۔ جھگڑا اور لڑائی نہ کرو۔ ظلم اور ستم سے پرہیز کرو۔ جہالت اور بداخلاقی اور ایک دوسرے سے دوری سے پرہیز کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے غافل نہ رہو۔ سکوت اور تعقل اور صبر و صدق اور برے لوگوں سے دوری کا خیال کرو۔ باطل کلام جھوٹ بہتان دشمنی سوء ظن غیبت چغل خوری سے اجتناب کرو۔ اور آخرت کی طرف توجہ رکھو اور اس دن کے آنے کے انتظار میں رہو کہ جس دن خدا کا وعدہ پورا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا سامان مہیا کرو۔ آرام اور وقار خشوع خضوع ذلت کہ جب کوئی بندہ اپنے مولی سے ڈرتا ہے اس کی رعایت کرو۔ خوف اور امید خوف اور ترس کی حالت میں رہو اور اگر اپنے دل کو عیبوں سے اور

باطن کو دھوکا دینے سے اور بدن کو کثافت سے پاک اور صاف کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک چیز سے بیزاری کرو۔ اور اللہ کی حکومت کو روزے کے وسیلے سے اور ظاہر اور باطن کو جس سے خدا نے منع کیا ہے خالی کرنے سے قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے خوف اور خشیت کو ظاہر اور باطن میں ادا کیا اور روزہ کے دنوں اپنے نفس کو خدا کے لئے بخش دیا اور اپنے دل کو خدا کے لئے خالی کر دیا اور اسے حکم دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے اگر اس طرح اور اس کیفیت سے روزہ رکھا تو پھر تو واقعا روزہ دار ہے اور اپنے وظیفہ پر عمل کیا ہے اور ان چیزوں میں جتنی کمی کرو گے اتنا ہی تیرا روزہ ناقص ہو جائیگا کیونکہ روزہ رکھنا صرف نہ کھانے اور پینے سے نہیں ہوتا بلکہ خدا نے روزے کو تمام افعال اور اقوال جو روزے کو باطل کر دیتے ہیں حجاب اور مانع قرار دیا ہے پس روزے رکھنے والے کتنے تھوڑے ہیں اور بھوکے رہنے والے بہت زیادہ ہیں۔

## اپنے آپ کو سنوارنے میں روزے کا کردار=

اگر روزے کو اسی طرح رکھا جائے کہ جس طرح پیغمبر اسلام نے چاہا ہے اور اسی کیفیت اور شرائط سے بجالا جائے کہ جو شریعت نے معین کیا ہے تو پھر روزہ ایک بہت بڑی قیمتی اور مہم عبادت ہے اور نفس کے پاک کرنے میں بہت زیادہ اثر کرتا ہے روزہ ہر حالت میں نفس کو گناہوں اور برے اخلاق سے خالی کرنے اور نفس کو کامل اور زینت دیئے جانے والے اور اللہ تعالیٰ کے اشراقات سے استفادہ کرنے میں کامل طور سے موثر ہوتا ہے۔ روزہ رکھنے والا گناہوں کے ترک کرنے کے وسیلے سے نفس امارہ پر کنٹرول کر کے اپنے قابو میں رکھتا ہے۔ روزے کے دن گناہوں کے ترک کرنے سے نفس کی ریاضت اور عملی تجربے کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس زمانے میں نفس کو گناہوں اور کثافت سے پاک کرنے کے علاوہ جائز لذات کھانے پینے سے بھی چشم پوشی کرتا ہے اور اس وسیلے سے اپنے نفس کو صفا اور نورانیت بخشتا ہے کیونکہ بھوک باطن کے صفا اور

خدا کی طرف توجہ کا سبب ہوتی ہے۔ انسان بھوک کی حالت میں غالباً" خوش حالی کی حالت پیدا کر لیتا ہے کہ جو پیٹ بھری حالت میں اسے حاصل نہیں ہوتی۔ خلاصہ روزہ تقویٰ حاصل کرنے میں بہت زیادہ تاثیر رکھتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں تقویٰ حاصل کرنے کو روزے کے واجب قرار دینے کی غرض بتلایا گیا ہے۔ قران میں ہے۔ اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے روزہ تم پر واجب کیا گیا ہے جیسے کہ پہلے لوگوں پر واجب کیا گیا تھا تم اس وسیلے سے صاحب تقویٰ ہو جاؤ جو شخص ماہ رمضان مین روزہ رکھے اور چونکہ روزہ دار پورے مہینے مین گناہوں اور برے اخلاق سے پرہیز کرتا ہے اور اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے تو وہ ماہ رمضان کے بعد بھی گناہوں کے ترک کرنے کی حالت کو باقی رکھے گا۔

یہاں تک جو کچھ کہا اور لکھا گیا ہے وہ ہے روزے کا نفس انسانی کے پاک کرنے اور نفس کو گناہوں اور کثافتوں سے صاف کرنے کا اثر لیکن روزہ کچھ مثبت اثرات بھی رکھتا ہے جو نفس کو کمال تک پہنچنے اور باطن کے خوشنما ہونے اور ذات الٰہی تک تقرب کا موجب اور سبب بنتا ہے۔ جیسے۔

1- روزہ یعنی نفس کو مخصوص مفطرات سے روکنا ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں اخلاص اور قصد قربت سے نفس کی تکمیل اور تربیت ہوتی ہے اور قرب الٰہی کا دوسری عبادتوں کی طرح سبب بنتی ہے۔

2- گناہوں اور اور لذات کے ترک کرنے سے روزہ دار کا دل صاف اور پاک ہو جاتا ہے اور خدا کے سوا ہر فکر اور ذکر سے فارغ ہو جاتا ہے اس وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے اشراقات اور افاضات اور لقاء اللہ کی استعداد اور قابلیت پیدا کر لیتا ہے اور اس حالت میں اللہ تعالیٰ کے الطاف اور عنایات اسے شامل حال ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جذبے سے قرب الٰہی کو حاصل کر لیتا ہے۔ اسی لئے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ روزے دار کا سانس لینا اور سونا بھی ثواب اور عبادت ہے۔

3- روزے کے دن عبادت اور نماز اور دعا اور قران پڑھنے ذکر اور خیرات اور مبرات

کے بہترین دن ہوتی ہیں کیونکہ نفس حضور قلب اور اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کے لئے دوسرے دلوں سے زیادہ آمادہ اور حاضر ہوتا ہے۔ ماہ رمضان عبادت کی بہار اور خدا کی طرف توجہ کرنے کے لئے بہترین وقت ہوا کرتا ہے اسی لئے احادیث میں ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تھا تو امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے فرزند سے سفارش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ عبادت کرنے میں کوشش کرو کیونکہ اس مہینے میں رزق تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور اجل اور موت لکھی جاتی ہے۔ اس میں وہ لوگ جو خدا کے پاس جائیں گے لکھے جاتے ہیں۔ ماہ رمضان میں ایک رات ایسی کہ جس میں عبادت کرنا ہزار مہینے سے زیادہ افضل ہے امیر المومنین نے لوگوں سے فرمایا کہ ماہ رمضان میں دعا زیادہ کیا کرو اور توبہ اور استغفار کرو کیونکہ دعا کے وسیلے سے تم سے مصیبتیں دور کی جائیں گی اور توبہ اور استغفار کے ذریعے سے تمہارے گناہ مٹ جائیں گے۔

امیر المومنین نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ہمارے لئے خطبہ بیان کیا اور اس میں فرمایا لوگو۔ ماہ رمضان کا مہینہ برکت اور رحمت اور مغفرت کیساتھ تمہارے طرف ایا ہے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے خدا کے نزدیک بہترین مہینہ ہے۔ اس کے دن دونوں سے بہترین دن ہیں۔اور راتیں راتوں میں سے بہترین راتیں ہیں اس کی گھڑیاں گھڑیوں میں سے بہترین گھڑیاں ہیں یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس میں تم خدا کی طرف اس میں دعوت دیئے گئے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب کرامت قرار دیئے گئے ہو۔ اس میں تمہارا سانس لینا تسبیح کا ثواب رکھتا ہے اور تمہارا سونا عبادت کا ثواب رکھتا ہے۔ اس مہینے میں تمہارے اعمال قبول کئے جاتے ہیں اور تمہاری دعائیں قبول کی جاتی ہیں پس تم سچی نیت اور پاک دل سے خدا کو پکارو کہ اس نے تمہیں اس میں روزہ رکھنے اور قرآن پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائی ہے کیونکہ بدبخت اور شقی ترین وہ شخص ہے جو اس بزرگ مہینے میں اللہ تعالیٰ کے بخشے جانے سے محروم رہے اس میں اپنی بھوک اور پیاس سے قیامت کی بھوک اور پیاس کو یاد کرو۔

فقراء اور مساکین کو صدقہ دو اور بڑوں کا احترام کرو اور اپنے سے چھوٹوں پر رحم کرو۔ اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو۔ اپنی زبان کی حفاظت کرو اور حرام چیزوں سے اپنی آنکھوں کو بند کرو اور کانوں کو حرام کے سننے سے بند کرو۔ یتیموں پر رحم اور مہربانی کرو۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ اور نماز کے اوقات میں اپنے ہاتھوں کو دعا کرنے کے لئے بلند کرو کیونکہ یہ وقت بہترین وقت ہے کہ خدا لوگوں پر رحمت کی نگاہ ڈالتا ہے اور ان کی مناجات کو قبول کرتا ہے اور ان کی پکار پر لبیک کہتا ہے جب کوئی سوال کرے اسے عطا کرتا ہے اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ لوگو! تمہاری جانیں تمہارے اعمال کے مقابلے میں گروی ہیں پس استغفار کے ذریعے انہیں آزاد کراؤ۔

تمہاری پشت گناہوں کی وجہ سے سنگین ہو چکی ہے طویل سجدوں سے اس بار سنگین کو ہلکا کرو اور جان لو کہ خدا نے اپنی عزت کی قسم کھا رکھی ہے کہ نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے والوں کو عذاب نہ کرے اور ان کو قیامت کے دن جہنم کی آگ سے ڈرائے۔

لوگو! جو شخص اس مہینے میں روزہ دار کو افطاری کرائے اسے ایک بندے کے آزاد کرنے کا ثواب دیا جائیگا اور گذرے ہوئے گناہوں کو معاف کر دیا جائیگا۔ کہا گیا۔ یا رسول اللہ۔ ہم تمام افطاری دینے پر قدرت نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ سے بچو خواہ ایک ٹکڑا یا پانی کا ایک گھونٹ پلانا ہی کیوں نہ ہو۔ لوگو! جو شخص اس مہینے میں اپنے اخلاق کو اچھا کرے قیامت کے دل پل صراط سے عبور کرے گا۔ اور خدا اسے آزاد کرے گا۔ جو شخص اس مہینے میں کسی بندے کے کام کو آسان کر دے خداوند عالم قیامت کی دن اس کے کام کو آسان کر دے گا۔ جو شخص اس مہینے میں اپنی برائی کو لوگوں سے روکے خدا قیامت کے دن اپنے غضب کو اس سے روکے گا۔ جو شخص کسی یتیم کی عزت کرے خدا قیامت کے دن اسے اپنی رحمت سے متصل کرے گا جو شخص قطع رحمی کرے خدا قیامت کے دن اس سے اپنی رحمت کو قطع کر دے گا۔ جو شخص اس مہینے میں مستحب نمازیں پڑھے خدا اس کے لئے جہنم سے برات لکھ دے

گا۔ جو شخص اس مہینے میں مجھ پر زیادہ درود بھیجے خدا اس کے نامہ اعمال کے ترازو کو بھاری قرار دے گا۔ جو شخص اس مہینے میں قرآن کی ایک آیت پڑھے اس کو ایک قرآن کے ختم کرنے کا جو دوسرے مہینوں میں پڑھے گا ثواب دیا جائیگا۔ لوگو! اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے طلب کرو کہ وہ تم پر بند نہ کرے۔ اس مہینے میں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ خدا سے طلب کرو کہ وہ تم پر کھول نہ دیئے جائیں۔ اس مہینے میں شیطانوں کو زنجیروں میں بند کر دیا جاتا ہے خدا سے طلب کرو کہ ان کو تم پر تسلط اور غلبہ نہ دیا جائے۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس مہینے میں سب سے بہترین عمل کونسا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے ابو الحسن۔

اس مہینے میں محرمات سے پرہیز کرنا سب سے زیادہ افضل عمل ہے۔

جیسے کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ ماہ رمضان پر برکت اور بافضیلت مہینہ ہے یہ عبادت اور اپنے آپ کو بنانے دعا اور تہجد نفس کی تکمیل اور تربیت کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں عبادت دوسرے مہینوں کی نسبت کئی برابر ثواب رکھتی ہے یہاں تک کہ اس مہینے میں مومن کا سانس لینا بھی عبادت ہے۔ اس مہینے میں جنت کے دروازے مومنین کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے خدا کے بندوں کو عبادت کی طرف بلاتے رہتے ہیں بالخصوص سحری اور شب قدر کہ جس میں جاگتے رہنا اور عبادت کرنا ہزار مہینے سے افضل ہے خدا نے اس مہینے میں عام دربار لگایا ہے اور تمام مومنین کو اپنی طرف مہمانی کے لئے بلایا ہے اس دعوت کا پیغام پیغمبر علیہم السلام لائے ہیں۔

میزبان جواد مطلق ہے۔ اللہ کے مقرب فرشتے مہمان مومنین کے خدمت گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا عام دستر خوان بچھا ہوا ہے۔ مختلف قسم کی نعمتیں اور جوائز کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے۔ اور نہ کسی کے دل

پر خلوص کیا ہے مہیا کر دی گئی ہیں۔ رمضان کا مہینہ پر برکت اور بافضیلت مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہر طرف سے آمادہ اور مہیا ہے۔ دیکھیں کہ ہماری ہمت اور لیاقت کتنی ہے اگر ہم نے غفلت کی تو قیامت کے دن پشیمان ہونگے لیکن اس دن پشیمانی کوئی فائدہ مند نہ ہوگی۔ ماہ رمضان کی دعائیں مفاتیح الجنان اردو اور دوسری دعاؤں کی کتابوں میں موجود ہیں جیسے مفاتیح الجنان جدید وغیرہ۔ خلوص اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے تقرب اور سیر و سلوک کے لئے ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

آخرت میں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ باقی تمام عبادات بھی نماز اور روزے ذکر اور دعا کیطرح اپنے آپ کو بنانے اور سنوارنے اور تکمیل اور تربیت نفس میں مفید اور موثر ہوتے ہیں چونکہ ہماری بنا اختصار پر تھی لہذا ان کی توضیح اور تشریح سے صرف نظر کیا ہے۔

الحمد للہ علی توفیقہ و صلی اللہ علی محمد و آل محمد

والسلام اختر عباس مترجم

روز جمعہ 16-11-95 کو ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔

ناشر :- ناصر اینڈ برادرز پرنٹرز
دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون۔ ۷۲۲۵۰۳۸-۷۱۱۵۷۷۲